﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم﴾ ﴿......اِنّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآء﴾(آل عمران:۷۴) ﴿......عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا﴾ (بنی اِسرائیل:۸۰)

هفت روزه

الفضل

انٹرنیشنل

سیدنا طاہرؒ نمبر

مدیر اعلیٰ :— نصیر احمد قمر

جلد ۱۰ — جمعۃ المبارک ۲۵/جولائی و یکم/اگست ۲۰۰۳ء — شمارہ ۳۰-۳۱

۲۵/جمادی الاول ۱۴۲۴ھ ہجری قمری ۲۵/وفا ۱۳۸۲ھ ہجری شمسی

عشق کی آنکھ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
”رسول اللہ ﷺ جس دن مدینہ تشریف لائے اس دن مدینہ کا گوشہ گوشہ روشن ہوگیا تھا۔ اور جس دن حضور ﷺ فوت ہوئے مدینہ کی ہرجگہ تاریک وتار ہوگئی“۔

(جامع ترمذی ابواب المناقب باب فی فضل النبی)

﴿ارشادات عالیہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام﴾

وہ وقت دُور نہیں بلکہ بہت قریب ہے کہ جب تم فرشتوں کی فوجیں آسمان سے اترتی اور ایشیا اور یورپ اور امریکہ کے دلوں پر نازل ہوتی دیکھو گے۔

”عادت اللہ اسی طرح پر جاری ہے کہ جب کوئی رسول یا نبی یا محدث اصلاح خلق اللہ کے لئے آسمان سے اترتا ہے تو ضرور اس کے ساتھ اور اس کے ہمرکاب ایسے فرشتے اترا کرتے ہیں کہ جو مستعد دلوں میں ہدایت ڈالتے ہیں اور نیکی کی رغبت دلاتے ہیں اور برابر اترتے رہتے ہیں جب تک کفر وضلالت کی ظلمت دور ہو کر ایمان اور راستبازی کی صبح صادق نمودار ہو جیسا کہ اللہ جلّشانہ فرماتا ہے ﴿تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ مِنْ كُلِّ اَمْرٍ سَلَامٌ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ﴾(سورة القدر:۵،۶)۔سو ملائکہ اور روح القدس کا تنزل یعنی آسمان سے اترنا اسی وقت ہوتا ہے جب ایک عظیم الشان آدمی خلعت خلافت پہن کر اور کلام الٰہی سے شرف پا کر زمین پر نزول فرماتا ہے۔رُوح القدس خاص طور پر اس خلیفہ کو ملتی ہے اور جو اس کے ساتھ ملائکہ ہیں وہ تمام دنیا کے مستعد دلوں پر نازل کئے جاتے ہیں۔تب دنیا میں جہاں جہاں جوہر قابل پائے جاتے ہیں سب پر اس نور کا پرتَو پڑتا ہے اور تمام عالم میں ایک نورانیت پھیل جاتی ہے اور فرشتوں کی پاک تاثیر سے خود بخود دلوں میں نیک خیال پیدا ہونے لگتے ہیں اور توحید پیاری معلوم ہونے لگتی ہے۔اور سیدھے دلوں میں راست پسندی اور حق جوئی کی ایک روح پھونک دی جاتی ہے۔اور کمزوروں کو طاقت عطا کی جاتی ہے اور ہر طرف ایسی ہوا چلنی شروع ہوجاتی ہے کہ جو اس مصلح کے مدعا اور مقصد کو مدد دیتی ہے۔ایک پوشیدہ ہاتھ کی تحریک سے خود بخود لوگ صلاحیت کی طرف کھسکتے چلے آتے ہیں اور قوموں میں ایک جنبش سی شروع ہوجاتی ہے۔تب ناسمجھ لوگ گمان کرتے ہیں کہ دنیا کے خیالات نے خود بخود راستی کی طرف پلٹا کھایا ہے۔لیکن درحقیقت یہ کام ان فرشتوں کا ہوتا ہے کہ جو خلیفۃ اللہ کے ساتھ آسمان سے اُترتے ہیں اور حق کے قبول کرنے اور سمجھنے کے لئے غیر معمولی طاقتیں بخشتے ہیں۔سوئے ہوئے لوگوں کو جگادیتے ہیں اور مستوں کو ہوشیار کرتے ہیں اور بہروں کے کان کھولتے ہیں اور مردوں میں زندگی کی روح پھونکتے ہیں اور ان کو جو قبروں میں ہیں باہر نکال لاتے ہیں۔تب لوگ یکدفعہ آنکھیں کھولنے لگتے ہیں اور ان کے دلوں پر وہ باتیں کھلنے لگتی ہیں جو پہلے مخفی تھیں۔اور درحقیقت یہ فرشتے اس خلیفۃ اللہ سے الگ نہیں ہوتے۔اُسی کے چہرہ کا نور اور اُسی کی ہمت کے آثار جلّیہ ہوتے ہیں جو اپنی قوت مقناطیسی سے ہر ایک مناسبت رکھنے والے کو اپنی طرف کھینچتے ہیں خواہ وہ جسمانی طور پر نزدیک ہو یا دور ہو اور خواہ آشنا ہو یا بکلّی بیگانہ اور نام تک بے خبر ہو۔غرض اس زمانہ میں جو کچھ نیکی کی طرف حرکتیں ہوتی ہیں اور راستی کے قبول کرنے کے لئے جوش پیدا ہوتے ہیں خواہ وہ جوش ایشیائی لوگوں میں پیدا ہوں یا یورپ کے باشندوں میں یا امریکہ کے رہنے والوں میں وہ درحقیقت انہیں فرشتوں کی تحریک سے جو اس خلیفۃ اللہ کے ساتھ اترتے ہیں ظہور پذیر ہوتے ہیں۔یہ الٰہی قانون ہے جس میں کبھی تبدیلی نہیں پاؤ گے اور بہت صاف اور سریع الفہم ہے اور تمہاری بدقسمتی ہے اگر تم اس پر غور نہ کرو۔چونکہ یہ عاجز راستی اور سچائی کے ساتھ خدا تعالیٰ کی طرف سے آیا ہے اس لئے تم صداقت کے نشان ہر ایک طرف سے پاؤ گے۔وہ وقت دور نہیں بلکہ بہت قریب ہے کہ جب تم فرشتوں کی فوجیں آسمان سے اترتی اور ایشیا اور یورپ اور امریکہ کے دلوں پر نازل ہوتی دیکھو گے۔یہ تم قرآن شریف سے معلوم کر چکے ہو کہ خلیفۃ اللہ کے نزول کے ساتھ فرشتوں کا نازل ہونا ضروری ہے تاکہ دلوں کو حق کی طرف پھیریں۔سو تم اس نشان کے منتظر رہو۔اگر فرشتوں کا نزول نہ ہوا اور اُن کے اُترنے کی نمایاں تاثیریں تم نے دنیا میں نہ دیکھیں اور حق کی طرف دلوں کی جنبش کو معمولی سے زیادہ نہ پایا تو تم نے یہ سمجھنا کہ آسمان سے کوئی نازل نہیں ہوا۔لیکن اگر یہ سب باتیں ظہور میں آگئیں تو تم انکار سے باز آؤ تا تم خدا تعالیٰ کے نزدیک سرکش قوم نہ ٹھیرو“۔(فتح اسلام ،روحانی خزائن جلد نمبر ۳ صفحہ ۱۲۔۱۴ حاشیہ)

ہمیشہ بچوں کے نیک، صالح اور دیندار ہونے کی دعائیں کرتے رہنا چاہئے کیونکہ والدین کی دعائیں بچوں کے حق میں پوری ہوتی ہیں۔

ایشیا کے ممالک کے لئے MTA کی نشریات کا Asia Sat 3 پر آغاز

(خلاصہ خطبہ جمعہ ۴/ جولائی ۲۰۰۳ء)

(لندن ۴/جولائی): سیدنا حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے آج خطبہ جمعہ مسجد فضل لندن میں ارشاد فرمایا۔تشہد،تعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور ایدہ اللہ نے سورۃ آل عمران کی آیت نمبر ۳۹ کی تلاوت کی اور اس کے ترجمہ کے بعد حضرت زکریاؑ کی اولاد کے حصول کے لئے دعا اور اس کی قبولیت کا مضمون آیات قرآنی اور حضرت مصلح موعودؓ کی تفسیر

باقی صفحہ نمبر ۱۸ پر ملاحظہ فرمائیں

اداریہ

اَجْرُکَ قَائِمٌ وَ ذِکْرُکَ دَائِمٌ

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کی مبارک زندگی کے بے شمار پہلو تھے اور ہر پہلو ہی نہایت حسین ، دلکش اور دلربا تھا۔ ہزاروں بلکہ لاکھوں افراد سے آپ کا ذاتی تعلق تھا اور کروڑوں دلوں کی آپؒ دھڑکن تھے۔ آپؒ کی نہایت پیاری اور خوشگوار یادیں سب محبّوں اور مخلصوں کے قلوب واذہان میں خوشبو بن کر مہک رہی ہیں۔ کبھی یہ یادیں حسین تذکروں کی صورت میں لبوں پر آتی ہیں اور کبھی آپؒ کے حق میں دعائیں بن کر دلوں سے بخارات کی شکل میں اٹھتی ہیں اور اشکوں کا روپ دھار کر آنکھوں سے چھلکتی ہیں۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ آپ کے دور خلافت کو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی کے مبارک دور سے خاص مماثلت ہے اور سو سال پہلے کے حالات و واقعات ایک نئے رنگ میں آپؒ کے دور میں دہرائے جا رہے ہیں اور یہ سب حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر نازل ہونے والے الہامات اور آپؑ کی دعاؤں کا فیض ہے جو اس زمانہ کو پہنچ رہا ہے۔ اور یہ وہی دور ہے جس میں اللہ تعالیٰ کے وہ وعدے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دئے گئے تھے بڑی شان سے پورے ہو رہے ہیں۔ حضور علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے ایک الہام میں فرمایا تھا '' آسمانی تائیدیں ہمارے ساتھ ہیں۔ اَجْرُکَ قَائِمٌ وَذِکْرُکَ دَائِمٌ ''۔ اس الہام الٰہی کا فیض بھی آپؒ کے عہد خلافت میں خوب خوب جاری ہوا۔ آپؒ کی ساری زندگی الٰہی نصرت وتائید کے لاتعداد عالمگیر، انفسی اور آفاقی نشانات ومعجزات سے معمور تھی۔ آپ کی ہر خواہش ، ہر تدبیر، ہر منصوبہ میں خدا تعالیٰ نے بے انتہا برکت ڈالی ۔ کئی ناممکن امور آپؒ کی مستجاب دعاؤں سے ممکنات میں بدل گئے۔ آپؒ کی تمام مساعی ثمر آور ہوئیں اور ان کا اجر قائم ہوگیا اور ایم ٹی اے انٹرنیشنل کی عظیم الشان نعمت خداوندی نے آپ کے ذکر کو دائمی بھی بنا دیا۔ اگرچہ آپ اب بنفس نفیس ہم میں موجود نہیں لیکن ایم ٹی اے پر جاری علم و عرفان پر مبنی آپ کے پروگرام آپ کے ذکر خیر کو نئی رفعتیں عطا کرتے رہیں گے اور آپؒ کی محبتوں کے فیض کا دائرہ وسیع سے وسیع تر ہوتا چلا جائے گا۔ انشاء اللہ۔

حضور رحمہ اللہ کے کارہائے نمایاں میں سے ایک عظیم الشان کارنامہ نظام خلافت کا استحکام بھی ہے۔ آپؒ نے اپنی خلافت کے آغاز میں ہی جماعت کو خوشخبری دی تھی کہ: '' اب انشاء اللہ خلافت احمدیہ کو کوئی خطرہ لاحق نہیں ہوگا۔ جماعت بلوغت کے مقام کو پہنچ چکی ہے خدا کی نظر میں۔ اور کوئی دشمن آنکھ، کوئی دشمن دل، کوئی دشمن کوشش اس جماعت کا بال بھی بیکا نہیں کر سکے گی اور خلافت احمدیہ انشاء اللہ تعالیٰ اسی شان کے ساتھ نشوونما پاتی رہے گی جس شان کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعودؑ سے وعدے فرمائے ہیں''۔ چنانچہ تیزی سے بڑھتی اور پھیلتی ہوئی عالمی جماعت کی آپؒ نے اپنی متضرعانہ دعاؤں اور تدابیر حسنہ اور شب وروز کی محنت و جانسوزی سے ایسی عمدہ تربیت فرمائی کہ متفرق شعوب وقبائل اور مختلف رنگوں اور نسلوں سے تعلق رکھنے والے ،مختلف زبانیں بولنے والے افراد کو خلافت حقہ اسلامیہ احمدیہ کے ساتھ اٹوٹ رشتوں میں باندھ کر امت واحدہ بنا دیا۔ آپؒ کی وفات پر عالمی جماعت نے جس صبر وثبات ، نظم وضبط، اتفاق واتحاد کا بے نظیر نمونہ دکھایا اور بغیر کسی قسم کے ناخوشگوار واقعہ کے کامل صدق وصفا، اخلاص و وفا اور استقامت اور اطاعت کا مظاہر کرتے ہوئے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ہاتھ پر اکٹھی ہوئی یہ واقعہ اپنی ذات میں آپ کی اور آپ کے مقاصد کی کامیابی کا زبردست ثبوت ہے اور آپؒ کی دعاؤں کا زندہ اعجاز ہے۔

چنانچہ امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے پہلے خطبہ جمعہ میں اسی حقیقت کا ذکر یوں فرمایا:

'' اے جانے والے تو نے اس پیاری جماعت کو جو خوشخبری دی تھی وہ حرف بحرف پوری ہوئی اور یہ جماعت آج پھر بنیان مرصوص کی طرح خلافت کے قیام واستحکام کے لئے کھڑی ہوگئی ''۔ الحمد للہ۔

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ سے اخلاص اور وفا اور آپؒ کی یادوں اور نیک کاموں کو زندہ رکھنے کے تعلق میں افراد اور جماعتوں کے عزم و ارادوں کے حوالہ سے یہ نہایت اہم نصیحت فرمائی ہے کہ ہر شخص اپنی جگہ جائزہ لے کہ وہ کس حد تک حضور رحمہ اللہ کی خواہشات کو پورا کرنے والا ہے۔ حضور ایدہ اللہ کے اس موضوع پر خطاب کا خلاصہ اس شمارہ کے آخری صفحہ پر شائع کیا جا رہا ہے۔

امر واقعہ یہ ہے کہ اپنے محترم بزرگوں اور مقدس وجودوں کی نصائح پر عمل اور ان کے نیک نمونہ کو اپنانا ہی وہ طریق ہے جس کے ذریعہ ان کی یادوں کو حقیقی اور واقعی طور پر دوام بخشا جا سکتا ہے۔ اور یہ طریق عمل نہ صرف مرحومین کی بلندیٔ درجات کا موجب ہوتا ہے بلکہ خود ان لوگوں کے لئے بھی جو ان نصائح پر عمل پیرا ہوتے ہیں کئی قسم کی ترقیات اور کامیابیوں کا باعث بنتا ہے۔ ورنہ بغیر عمل کے محبت کے دعوے تو کھوکھلے اور بے حیثیت ہیں۔

پس آیئے اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ ہمیں حضور رحمہ اللہ کی تمام توقعات پر کما حقہ عمل کرنے کی توفیق بخشے اور ہم ہمیشہ خلافت حقہ اسلامیہ سے کامل طور پر وابستہ رہتے ہوئے خلافت کی برکات سے دائمی حصہ پانے والے ہوں۔ اللہ تعالیٰ اپنی تائید ونصرت فرمائے اور احمدیت کا یہ قافلہ خلیفۂ وقت کی سیادت وقیادت میں اپنی ترقیات کی طرف رواں دواں رہے۔ آمین

❁❁..........❁❁

(حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کے منظوم کلام سے انتخاب)

نہ وہ تم بدلے نہ ہم ، طور ہمارے ہیں وہی
فاصلے بڑھ گئے ، پر قُرب تو سارے ہیں وہی

آ کے دیکھو تو سہی بزمِ جہاں میں ، کل تک
جو تمہارے ہوا کرتے تھے ، تمہارے ہیں وہی

وہی جلسے ، وہی رونق ، وہی بزم آرائی
ایک تم ہی نہیں ، مہمان تو سارے ہیں وہی

❁❁..........❁❁

مری چاہتیں مری قربتیں جسے یاد آئیں قدم قدم
تو وہ سب سے چھپ کے لباس شب میں لپٹ کے آہ و بکا کرے

بڑھے اس کا غم تو قرار کھودے ، وہ میرے غم کے خیال سے
اٹھیں ہاتھ اپنے لئے تو پھر بھی ۔ مرے لئے ہی دعا کرے

(کلام طاہر)

ہر سلسلہ تھا اُس کا خدا سے ملا ہوا

وہ رات بے پناہ تھی اور مَیں غریب تھا
وہ جس نے یہ چراغ جلایا عجیب تھا

وہ روشنی کہ آنکھ اٹھائی نہیں گئی
کل مجھ سے میرا چاند بہت ہی قریب تھا

دیکھا مجھے تو طبع رواں ہو گئی مری
وہ مسکرا دیا تو مَیں شاعر ادیب تھا

رکھتا نہ کیوں مَیں روح و بدن اُس کے سامنے
وہ یوں بھی تھا طبیب وہ یوں بھی طبیب تھا

ہر سلسلہ تھا اس کا خدا سے ملا ہوا
چپ ہو کہ لب کشا ہو بلا کا خطیب تھا

موجِ نشاط و سیل غم جاں تھے ایک ساتھ
گلشن میں نغمہ سنج عجب عندلیب تھا

مَیں بھی رہا ہوں خلوتِ جاناں میں ایک شام
یہ خواب ہے یا واقعی مَیں خوش نصیب تھا

حرف دعا و دست سخاوت کے باب میں
خود میرا تجربہ ہے وہ بے حد نجیب تھا

دیکھا ہے اس کو خلوت و جلوت میں بارہا
وہ آدمی بہت ہی عجیب و غریب تھا

لکھّو تمام عمر مگر پھر بھی تم علیم
اس کو دکھا نہ پاؤ وہ ایسا حبیب تھا

(عبیداللہ علیمؔ)

وہ ایک شخص نہیں پورا اک زمانہ تھا

خلافت رابعہ کا ۲۱ سالہ دور

حقائق اور اعداد و شمار کے آئینہ میں

جماعتی زندگی کے ہر شعبہ میں بیش بہا ترقیات اور انقلابات پر طائرانہ نظر

عبدالسمیع خان۔ ایڈیٹر روزنامہ الفضل

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کا دور خلافت آپ کی طبیعت او رذوق کے مطابق بے پناہ تنوع اپنے اندر رکھتا ہے۔ ایک مذہبی رہنما ہونے کی حیثیت سے آپ کا علمی اور روحانی مقام بے حد بلند و بالا تھا تو دوسری طرف عام دنیاوی معاملات میں آپ کا ذوق بے حد نفیس اور پر کشش تھا۔

آپ کے دور خلافت پر نظر دوڑائیں تو ایک پہلو سے حضرت مسیح موعود کے زمانہ ماموریت کی تاریخ دہرائی جاتی نظر آتی ہے۔ دوسرے رخ سے دیکھیں تو آپ مسیح ابن مریمؑ کی یادوں کو زندہ کرتے دکھائی دیتے ہیں تیسری طرف سے آپ کا دور اسماعیلی دور کا عکس ہے اور چوتھے زاویہ سے آپ مثیل مصلح موعود بن کر رشد وہدایت کے آسمان پر چمک رہے ہیں۔

یوں لگتا ہے کہ آپ کے 21 سالہ دور میں جماعت احمدیہ نے کئی زمانوں کا سفر طے کرلیا ہے۔ جماعت اونٹوں اور بیل گاڑیوں کے زمانہ سے گزر کر کاروں تیز رفتار ٹرینوں بلکہ ہوائی جہازوں کے دور میں داخل ہوئی۔ نئی نئی زمینیں فتح ہوئیں۔ روحانیت کے لحاظ سے بنجر اور بے آب وگیاہ علاقوں تک اللہ اور اس کے رسول کا نام پہنچایا گیا۔ عالمی مواصلاتی رابطوں سے جماعت درحقیقت عالمگیر اور پھر امت واحدہ بنی۔ کثرت میں وحدت کے نظارے ہم نے اسی دور میں دیکھے۔ کون سا سوال ہے جس کا حضور نے جواب نہیں دیا اور کونسا مسئلہ ہے جس پر آپ نے خطابات میں روشنی نہیں ڈالی۔ جماعت کا ہر طبقہ اور ہر شعبہ جوان اور تر و تازہ ہوگیا۔ ہر نظام اپنے پاؤں پر کھڑا ہوگیا۔ دنیا کے دانشور آپ کی عظمت شان اور آفاقیت کا اقرار کرنے پر مجبور ہیں۔

آپ کے دور خلافت کے چند نمایاں کارناموں اور واقعات کا تذکرہ زمانی ترتیب سے پیش خدمت ہے۔ اور ساتھ ہی یہ اہتمام بھی کیا گیا ہے کہ تمام تحریکات اور منصوبوں کی ارتقائی منازل اور حضور کی وفات تک ان کی آخری شکل بھی بیان کردی جائے۔

آغاز خلافت

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کے مبارک دور خلافت کا آغاز 10 جون 1982ء کو ہوا۔ بعد نماز ظہر مسجد مبارک ربوہ میں مجلس انتخاب خلافت کے اجلاس میں خدائی منشا کے مطابق آپ کو خلیفۃ المسیح الرابع منتخب کیا گیا۔ بیعت عام میں 25 ہزار احمدی شریک ہوئے۔ 11 جون کو آپ نے پہلا خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا جس میں آپ نے جماعت کو تلقین فرمائی کہ وہ محض رسمی قراردادیں پاس نہ کریں بلکہ نیکی اور تقویٰ کے چراغ روشن کرنے کا عہد کریں۔

13 جون کو حضور کا احباب جماعت کے نام پہلا پیغام الفضل میں شائع ہوا جو اہل فلسطین کے لئے دعا کی تحریک پر مشتمل تھا۔

۲۳؍جون کو آپ نے رمضان المبارک کے آغاز پر مسجد مبارک ربوہ میں سورۃ فاتحہ کے درس سے قرآن کریم کے درس کا آغاز فرمایا اور رمضان کے اختتام پر 21 جولائی کو آخری 3 سورتوں کا درس ارشاد فرمایا اور دعا کروائی۔ اسی طرح آپؒ نے ۱۷؍تا ۲۱؍جولائی حدیث کا درس بھی دیا۔

عالمی سفر

مسیح کے لفظ میں جو سیاحت کا مفہوم ہے وہ آپ کی ذات میں غیر معمولی طور پر منعکس ہے۔ منصب خلافت سنبھالتے ہی آپ نے جولائی تا اکتوبر 82ء یورپ کا سفر اختیار فرمایا۔ 1983ء میں آپ مشرق بعید کے ممالک میں تشریف لے گئے۔ 1984ء میں آپ ہجرت کے بعد لندن میں قیام پذیر ہوئے اور کثرت سے یورپ کے علاوہ امریکہ اور افریقہ کے دورے بھی فرمائے۔ اس لحاظ سے آپ اب تک سب سے زیادہ بیرونی ممالک کے سفر کرنے والے خلیفۃ المسیح ہیں۔ وہ ممالک بھی ہیں جہاں آپ کو خلفاء میں سے پہلی دفعہ جانے کا موقع ملا۔ ان میں براعظم آسٹریلیا مشرق بعید کے چار ممالک نیز انڈونیشیا، جاپان، فجی، مشرقی افریقہ، نارتھ کیپ اور وسطی وجنوبی امریکہ کے علاقے شامل ہیں ان کا تذکرہ اپنے مقامات پر ہوگا۔

مجلس شوریٰ کا نظام

حضور نے اپنے دور خلافت کے آغاز میں ہی یہ تحریک فرمائی کہ مرکزی مجلس شوریٰ کے علاوہ ہر ملک میں مجلس شوریٰ کا نظام قائم کیا جائے۔ چنانچہ آپ نے پہلے سفر یورپ کے دوران 6؍اگست 1982ء کو ناروے کی پہلی مجلس شوریٰ کی صدارت کی۔ اب دنیا کے قریباً تمام ممالک میں یہ نظام مستحکم ہوچکا ہے۔

حضور نے یہ بھی تحریک فرمائی کی شوریٰ کے نظام سے متعلق قرآن وحدیث اور سلسلہ احمدیہ کی روایات اور ہدایات کی روشنی میں جامع کتاب مرتب کی جائے۔ اس کی تیاری جاری ہے۔

مسجد بشارت سپین کا افتتاح

حضور نے پہلے سفر یورپ کے دوران ۱۰؍ستمبر ۱۹۸۲ء کو مسجد بشارت سپین کا افتتاح فرمایا جو سپین میں سات سو سال کے بعد تعمیر ہونے والی پہلی مسجد ہے۔ اس تقریب میں ۴۰ ملکوں کے دو ہزار سے زیادہ احباب شریک ہوئے یہ دن دنیا بھر کی احمدی جماعتوں نے عید کی طرح منایا۔ اس کے بعد سپین میں دعوت حق کا ایک نیا دور شروع ہوا۔

۳۱؍اکتوبر ۱۹۸۳ء کو جماعت سپین کا پہلا جلسہ سالانہ ہوا جس میں ۴۷۵ غیراز جماعت سمیت ۱۵۱۰ افراد نے شرکت کی۔

۴؍اگست ۱۹۸۸ء کو حضور نے اہل سپین کو پیغام حق پہنچانے کی خاطر یہ سکیم پیش فرمائی کہ سپینش سیاحوں کی میزبانی کے لئے دنیا بھر کے احمدی اپنی خدمات پیش کریں۔

مالی قربانی کا نظام

حضور نے شرح کے مطابق چندہ کی ادائیگی کی خصوصی تحریک ۱۰؍ستمبر ۱۹۸۲ء کو مسجد بشارت سپین کے خطبہ جمعہ میں فرمائی۔ اس کے نتیجہ میں جماعت کے مالی نظام میں بے پناہ برکت نصیب ہوئی اور صدر انجمن احمدیہ سمیت تمام مالی تحریکات چھلکنے لگ پڑیں ان سب کی تفصیل بھی اپنے مقام پر آئے گی۔

اس کے طفیل نہ صرف خدمت دین کے لئے وافر رقم میسر آگئی بلکہ کارکنان سلسلہ کی تعداد بھی بڑھی۔ اور ان کی مالی حالت بہتر کرنے کے متعدد منصوبے بھی بنائے گئے۔ اور سابقہ جاری سکیموں کے علاوہ نئی سکیمیں متعارف کروائی گئیں۔ ان میں خصوصیت سے صحت اور تعلیم کے شعبے قابل ذکر ہیں۔

بیوت الحمد سکیم

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع نے مسجد بشارت سپین کے افتتاح کے شکرانہ کے طور پر غرباء کے لئے مکانات تعمیر کرنے کی تحریک کرتے ہوئے ۲۹؍اکتوبر ۱۹۸۲ء کو بیوت الحمد سکیم کا اعلان فرمایا۔ یہ خلافت رابعہ کی سب سے پہلی مالی تحریک تھی۔ حضور نے کم قیمت مکانوں کا نقشہ تیار کرنے کے لئے احمدی انجینئرز میں مقابلہ کا اعلان بھی کیا۔ نومبر ۱۹۸۳ء میں حضور نے اس سکیم کے لئے ایک کروڑ روپے کا مطالبہ کرتے ہوئے فرمایا خدا توفیق دے تو ہم غربا کے لئے ایک کروڑ مکانات بنائیں گے۔ ۱۱؍نومبر ۱۹۸۷ء کو بیوت الحمد کالونی کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔ سردست اس سکیم کے تحت قریباً ۱۰۰ مکانات تعمیر ہوچکے ہیں۔ اور ایک خوبصورت کالونی آباد ہوگئی ہے جہاں بے خانماں افراد باعزت زندگی بسر کر رہے ہیں اس کے علاوہ سینکڑوں لوگوں کو جزوی امداد دی جاچکی ہے۔ قادیان میں بھی بیوت الحمد کالونی تعمیر ہوچکی ہے۔

تحریک جدید کی وسعت

۵؍نومبر ۱۹۸۲ء کو تحریک جدید کے نئے سال کا اعلان کرتے ہوئے حضور نے دفتر اول اور دفتر دوم کو ہمیشہ زندہ رکھنے کی تحریک فرمائی۔ اس کے نتیجہ میں ۲۱۹۲ مرحومین کے کھاتے زندہ کئے گئے اور ان کے ورثاء ان کی طرف سے چندہ دے رہے ہیں۔

تحریک جدید کے دفتر سوم کی ذمہ داری حضور نے لجنہ اماء اللہ کے سپرد کی۔

۲۶؍اکتوبر ۱۹۸۴ء کو حضور نے اعلان فرمایا کہ تحریک جدید کے ۵۰ سال پورے ہونے پر اس کے وعدے ایک کروڑ سے زائد ہوچکے ہیں۔

۲۵؍اکتوبر ۱۹۸۵ء کو حضور نے تحریک جدید کے دفتر چہارم کا اعلان فرمایا۔

تحریک جدید میں حضور نے کئی نئی وکالتیں قائم فرمائیں۔ اور اس کے مرکزی دفاتر میں بھی نئی عمارتیں تعمیر ہوچکی ہیں۔ حضور نے لندن ہجرت کے بعد لندن میں تحریک جدید کی ایڈیشنل وکالتیں قائم فرمائیں۔

سال ۲۰۰۲ء میں تحریک جدید میں ۱۲۶ ممالک کے تین لاکھ چوّن ہزار سے زائد احمدی شامل ہو چکے ہیں اور وصولی ۲۴ لاکھ ۵۲ ہزار پونڈ ہوئی۔

علمی جہاد

۲؍دسمبر ۱۹۸۲ء کو حضور نے مستشرقین کے اعتراضات کے جواب دینے کے لئے علمی خدمات پیش کرنے کی تحریک فرمائی چنانچہ بیسیوں احباب نے اس قلمی جہاد میں حصہ لیا۔

لندن تشریف لے جانے کے بعد حضور نے نوجوانوں اور خواتین کی متعدد ریسرچ ٹیموں کی تشکیل کی اور اپنی رہنمائی میں ان سے بیسیوں موضوعات پر کام کروایا جن میں بائبل کی تفسیر، کشتی نوح، فرعون موسیٰ، حضرت یحییٰؑ وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

امریکہ میں مشن ہاؤسز اور مساجد

دسمبر ۱۹۹۲ء میں حضور نے جماعت امریکہ کو ۵ مساجد اور ۵ مشن ہاؤسز بنانے کی تحریک کی اور اس مقصد کے لئے ۲۵ لاکھ ڈالرز کا مطالبہ کیا۔ جون ۱۹۸۳ء میں حضور نے جماعت امریکہ کے نام پیغام میں مالی قربانی میں اضافہ کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا کہ ہر چندہ دہندہ کم از کم ۳۸۰۰ ڈالر کا وعدہ کرے۔ جماعت امریکہ نے اس تحریک پر والہانہ لبیک کہا چنانچہ ۱۳؍مارچ ۱۹۸۳ء کو توسان امریکہ میں پہلی مسجد یوسف کا افتتاح ہوا۔

مئی ۱۹۸۴ء میں نیویارک، لاس اینجلس، شکاگو، ڈیٹرائیٹ، واشنگٹن اور نیوجرسی میں مراکز کے لئے عمارات خرید لی گئیں۔ دسمبر ۱۹۸۴ء میں ڈوئی کے شہر زائن میں مرکز قائم ہوا۔

اکتوبر ۱۹۸۵ء میں پورٹ لینڈ اور نیوسان اور ۱۹۸۶ء میں منٹگمری کاؤنٹی میں زمینیں حاصل کی گئیں۔

اکتوبر، نومبر ۱۹۸۷ء میں حضور نے دورہ امریکہ کے دوران تین مساجد کا افتتاح اور پانچ کا سنگ بنیاد رکھا۔ جن میں واشنگٹن اور لاس اینجلس کی مساجد کا سنگ بنیاد بھی تھا۔

۱۴؍اکتوبر ۱۹۹۴ء کو حضور نے امریکہ میں مسجد بیت الرحمان اور ۲۳؍اکتوبر کو بیت صادق کا افتتاح فرمایا۔ ۱۹۹۴ء میں ہی شکاگو میں ایک عمارت ۸۵ ہزار ڈالر کی مالیت سے خریدی گئی۔ اب تک امریکہ میں مساجد اور مشن ہاؤسز کی کل تعداد ۴۰ سے زائد ہوچکی ہے۔

جلسہ سالانہ قادیان

حضور کے دور خلافت کا پہلا جلسہ سالانہ قادیان ۱۸؍تا ۲۰؍دسمبر ۱۹۸۲ء منعقد ہوا۔ جس کی حاضری ۳۷۶۰ تھی۔ حضور جب صد سالہ جلسہ قادیان کے لئے تشریف لے گئے تو حاضری ۲۵ ہزار تھی اور ۲۰۰۲ء کے آخر پر حضور کے دور کے آخری جلسہ قادیان کی حاضری ۵۰ ہزار تک پہنچ گئی۔

جلسہ سالانہ ربوہ

۲۶؍تا ۲۸؍دسمبر ۱۹۸۲ء کو خلافت رابعہ کا پہلا جلسہ سالانہ منعقد ہوا۔ یہ ۹۰ واں جلسہ سالانہ تھا۔ جس میں ۲ لاکھ ۲۰ ہزار افراد شامل ہوئے۔ ۲۷ ملکوں کے نمائندوں نے شرکت کی۔ حضور نے آخری دن ''عدل'' کے موضوع پر خطاب کا سلسلہ شروع کیا جو اگلے سال اور پھر ہجرت کے بعد

لندن میں بھی جاری رہا۔ اس کے منتخب حصوں کا انگریزی ترجمہ بھی شائع ہو چکا ہے۔

خواتین سے خطاب میں حضور نے پردہ کے قیام کی زبردست تحریک فرمائی جس پر خواتین نے غیر معمولی طور پر لبیک کہا۔

حضور نے ریویو آف ریلیجنز کی اشاعت کم از کم ۱۰ ہزار کرنے کی تحریک بھی فرمائی۔ دسمبر ۱۹۸۳ء میں اسے ربوہ، لندن اور انڈونیشیا سے ۱۱ ہزار کی تعداد میں شائع کر دیا گیا۔

تحریک دعوت الی اللہ

خلافت رابعہ کے نمایاں ترین عناوین میں سے ایک تحریک دعوت الی اللہ ہے۔ آپ آغاز سے ہی اس کی طرف توجہ دلا رہے تھے مگر ۲۸/جنوری ۱۹۸۳ء کو حضور نے خطبہ جمعہ کے ذریعہ دعوت الی اللہ کی منظّم تحریک کا آغاز فرمایا اور پھر اس موضوع پر خطبات کا ایک سلسلہ شروع کیا جس میں ہر پہلو سے داعیان الی اللہ کی رہنمائی کا سامان موجود تھا۔ حضور نے فرمایا کہ میرے لئے آپ کا بہترین نذرانہ یہ اطلاع ہے کہ میں داعی الی اللہ بن گیا ہوں۔ یہی تحریک دعوت الی اللہ حضور کی ساری خلافت کا محور تھی۔

اسی تحریک نے خلافت رابعہ کا ہراول دستہ بن کر نئی قوموں او رعلاقوں کو فتح کیا اور دنیا میں ایک عظیم الشان انقلاب کی بنا ڈالی۔ ملکوں کے ذمہ کئی ممالک لگائے گئے۔ معین ٹارگٹ دیئے گئے۔ اور حضور کی دعاؤں سے ہزار ہا داعیان الی اللہ نے فتوحات کے جھنڈے گاڑے۔ کمزور افراد اور جماعتوں میں حوصلوں اور جرأتوں نے جنم لیا۔ توانائیاں باہمی کشمکش کی بجائے غیروں کا دل جیتنے پر صرف ہونے لگیں۔ نیا لٹریچر وجود میں آیا۔ دماغوں نے نئے نئے طریق سوچے۔ حکمت کے نئے گر ایجاد کئے گئے۔ ذہنی اور قلبی صلاحیتوں کو جلا ملی۔ دعاؤں سے عرش کو ہلایا گیا تو پھل گرنے لگے اور یہ نظام مستحکم بنیادوں پر قائم ہو گیا جس پر مستقبل میں فلک بوس عمارتیں تعمیر ہونی مقدر ہیں۔ انشاء اللہ۔

حضور جب مسند خلافت پر متمکن ہوئے اس وقت احمدیت ۸۰ ملکوں میں قائم تھی اور حضور کی وفات کے وقت ۱۷۵ ملکوں میں جماعت مضبوطی سے قدم جما چکی تھی اور یہ پیش قدمی جاری ہے۔

شہادتوں کا سلسلہ

خلافت رابعہ کے دور میں جماعت احمدیہ کو جن تاریخ ساز قربانیوں کی توفیق ملی ان کے تناظر میں بلاشبہ اسے اسماعیلی دور سے مشابہت دی جا سکتی ہے جس کا اشارہ حضرت مصلح موعود کی ایک پیشگوئی میں بھی ملتا ہے جس میں آپ نے اپنے بعد اسحاق اور پھر اسماعیل صفت جانشین کی خبر دی ہے۔

قربانیوں کی ایک لہر شہداء کے خون سے رواں دواں ہے۔ دشمنوں نے تواتر کے ساتھ اور چن چن کر جماعت کے سرکردہ، خادم خلق اور بارسوخ لوگوں کے خون سے ہاتھ رنگے اور اسماعیلی قربانی کی یاد میں یہ معصوم بکروں کی طرح ذبح ہوتے چلے گئے۔ کسی کے قاتل کو اول تو پکڑا نہیں گیا اور اگر ایسا ہوا بھی تو کوئی سزا اسے نہیں دی گئی۔

آپ کے دور میں پہلی شہادت ۱۶/اپریل ۱۹۸۳ء کو ہوئی جب وارہ ضلع لاڑکانہ میں صدر جماعت مکرم ماسٹر عبدالحکیم ابڑو صاحب کو کلہاڑی کے ذریعہ فانی زندگی سے محروم کیا گیا۔ پھر ۲۱ سالہ دور میں لگ بھگ ۸۰ احمدیوں کو ابدی زندگی کا جام پلایا گیا۔ ان میں ڈاکٹر بھی تھے وکلاء بھی تھے مربیان سلسلہ بھی تھے واقفین زندگی بھی تھے کسان بھی تھے۔ شہادت کا یہ اعزاز پاکستان کے علاوہ بھارت، بنگلہ دیش، امریکہ، انڈونیشیا اور ٹرینیڈاڈ کے حصہ میں آیا۔

حضور نے ۱۹۹۹ء میں ۴ ماہ تک خطبات جمعہ میں سلسلہ احمدیہ کے تمام شہداء کا تفصیلی تذکرہ فرمایا۔

شہادتوں کی دوسری لہر ان واقفین زندگی کے ذریعہ لالہ زار ہوئی جنہوں نے خدمت کے دوران اپنے وطن میں حادثاتی یا دیار غیر میں کسی بھی طرح وفات پائی۔ اس لحاظ سے سب سے بلند نام حضرت سیدہ آصفہ بیگم صاحبہ کا ہے جنہوں نے ہجرت کے عالم میں داعی اجل کو لبیک کہا۔

کینیڈا کے نئے مراکز اور مساجد

نئی دنیا میں امریکہ کے بعد حضور نے کینیڈا کی طرف بھی خاص توجہ فرمائی اور ۲۰/اپریل ۱۹۸۳ء کو حضور نے کینیڈا میں نئے مشن ہاؤس اور مساجد بنانے کے لئے جماعت کینیڈا کو ۶ لاکھ ڈالر جمع کرنے کی تحریک فرمائی۔

پھر یکم جولائی ۱۹۸۸ء کو حضور نے کینیڈا میں نئی مساجد کی تعمیر کے لئے ۲۵ لاکھ ڈالر جمع کرنے کی تحریک فرمائی۔ چنانچہ ۱۲ سے زائد مقامات پر نئے مراکز اور مشن ہاؤسز قائم ہو چکے ہیں۔ ۱۷/اکتوبر ۱۹۹۲ء کو حضور نے مسجد بیت الاسلام ٹورانٹو کا افتتاح فرمایا۔

۵/اپریل ۱۹۹۹ء کو کینیڈا کی مسجد بیت الاسلام کے ساتھ رہائشی کالونی (Peace Village) کی تعمیر کا آغاز ہوا۔ جس میں ۱۲۰۰ سے زیادہ احمدی آباد ہیں۔ جس کی سڑکوں، چوراہوں اور اہم مقامات کے نام احمدی بزرگوں کے نام پر رکھے گئے ہیں۔ اور ایک چھوٹا ربوہ نظر آتا ہے۔

حضور کی توجہات کے نتیجہ میں یہاں حکومتی حلقوں میں بھی جماعت بہت نیک نام اور وسیع اثر و رسوخ کی مالک ہے۔ حضور کے سفروں کے دوران کئی شہروں کے میئرز نے اس دن اور ہفتہ کو احمدیہ ویک اور احمدیہ مسجد کا دن قرار دیا۔

دورہ مشرق بعید

۲۲/اگست تا ۱۳/اکتوبر ۱۹۸۳ء کو حضور نے مشرق بعید کا دورہ فرمایا۔ اس سفر میں حضور سنگاپور، فجی، آسٹریلیا اور سری لنکا تشریف لے گئے۔

مشرق کی طرف سفر کرنے والے آپ پہلے خلیفۃ المسیح تھے۔ آپ نے سنگاپور میں انڈونیشیا، ملائشیا اور سبا کی جماعتوں سے آئے ہوئے احباب سے ملاقات فرمائی اور فجی میں Date line کا دورہ فرمایا۔ آسٹریلیا میں آپ نے اس براعظم کی پہلی احمدیہ مسجد بیت الھدیٰ کا سنگ بنیاد رکھا جو اب ایک دیدہ زیب منظر کی حامل ہے۔

گلشن احمد نرسری

حضرت مصلح موعودؓ کو ربوہ کی جو سرزمین رویا میں دکھائی گئی تھی وہ سرسبز و شاداب تھی مگر جب ربوہ کی تعمیر کا آغاز ہوا تو یہ زمین بنجر اور بے آباد تھی۔ حضور نے فرمایا شاید اللہ ہمارے ذریعہ سے اس زمین کو شاداب کر دے۔ حضرت مصلح موعودؓ کا یہ رؤیا اس پہلو سے خلافت رابعہ میں پورا ہوا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کو خلافت سے قبل بھی ربوہ کی سرسبزی سے گہری دلچسپی تھی۔

۱۵/مارچ ۱۹۸۴ء کو حضور نے ربوہ کے غربی جانب گلشن احمد نرسری کا افتتاح فرمایا جس کا مقصد ربوہ میں کثرت سے پودے مہیا کرنا اور شہر کو گل و گلزار بنانا تھا۔ اب یہ نرسری اقصیٰ چوک کے قریب جامعہ احمدیہ کے پہلو میں واقع ہے جو صوبہ پنجاب کی بڑی نرسریوں میں شمار ہوتی ہے۔ اس کے ذریعہ گزشتہ چند سال میں ایک لاکھ سے زیادہ پودے ربوہ میں لگائے گئے جو پھول پھل رہے ہیں۔

مارچ ۱۹۹۶ء میں حضور نے ربوہ کے ہر گھر میں تین پھلدار پودے لگانے کا ارشاد فرمایا جس کے نتیجہ میں ربوہ میں کثرت سے پودے لگائے گئے اور اب ربوہ میں ۳۵ مختلف اقسام کے پھل پیدا ہو رہے ہیں۔ اس نرسری کے زیر اہتمام ربوہ میں پھولوں اور پودوں کی کئی نمائشیں بھی منعقد ہو چکی ہیں۔

مساجد کا انہدام اور تعمیر

پاکستان اور دیگر ممالک میں مخالفین احمدیت نے احمدیہ مساجد کے انہدام کا سلسلہ شروع کیا اور ۲۰ کے قریب مساجد شہید کیں۔ جن کے بدلہ میں اللہ تعالیٰ نے جماعت کو ہزاروں مساجد عطا فرمائیں۔ چند منہدم شدہ مساجد کا مختصر تذکرہ یہ ہے۔

۲۰/اپریل ۱۹۸۴ء کو جھنگ اور ملتان میں مساجد کو مسمار کر دیا گیا۔

مئی ۱۹۸۶ء میں کوئٹہ میں مسجد پر حملہ کیا گیا اور پھر اسے سیل کر دیا گیا۔

۱۷/اگست ۱۹۸۶ کو عیدالاضحیٰ کے دن مردان کی مسجد کو مسمار کر کے نوّے احمدیوں کو گرفتار کیا گیا۔

۱۱/اگست ۱۹۸۷ء کو ہالینڈ کی مسجد کو نقصان پہنچایا گیا۔

دسمبر ۱۹۹۲ء۔ راجشاہی بنگلہ دیش کی نئی مسجد کو منہدم کر دیا گیا۔

۱۵/ستمبر ۱۹۹۴ء کو راولپنڈی میں محلّہ راجہ سلطان میں احمدیہ مسجد کو مسمار کر دیا گیا۔

۲/ستمبر ۱۹۹۶ء کو مسجد مہدی گولبازار ربوہ میں بم دھماکہ ہوا جس سے عمارت کو شدید نقصان پہنچا۔ کئی احمدی زخمی ہوئے۔

۸/اکتوبر ۱۹۹۹ء کو کھلنا بنگلہ دیش میں احمدیہ مسجد میں بم دھماکہ ہوا۔ سات احمدی شہید ہو گئے۔

۳۰/اکتوبر ۲۰۰۰ء کو گھٹیالیاں سیالکوٹ کی مسجد پر فائرنگ کی گئی اور پانچ احمدیوں کو شہید کر دیا گیا۔ اسی طرح ۱۰/نومبر ۲۰۰۰ء کو تخت ہزارہ ضلع سرگودھا کی مسجد کو آگ لگا دی گئی اور ۵ احمدیوں کو شہید کر دیا گیا۔

دوسری طرف اللہ تعالیٰ نے جماعت کو ۱۳۰۶۵ نئی مساجد تعمیر کرنے کی توفیق دی نیز ہزاروں وہ بھی ہیں جو مقتدیوں سمیت جماعت کو ملیں۔ حضور کی تحریک توسیع مساجد کے تحت سینکڑوں مسجدوں کی از سر نو تعمیر ہوئی اور اضافے کئے گئے۔

امریکہ اور کینیڈا کے علاوہ براعظم یورپ میں بیسیوں مساجد تعمیر ہوئیں۔

۱۰۰ مساجد سکیم

۱۹۸۹ء میں حضور نے جرمنی میں سو مساجد بنانے کی تحریک فرمائی۔ اس سکیم کے تحت ۲۵/نومبر ۱۹۹۸ء کو پہلی مسجد کا سنگ بنیاد رکھا گیا اور ۹/جنوری ۲۰۰۰ء کو اس کا افتتاح عمل میں آیا۔

بعد ازاں حضور نے کئی افریقن ممالک کو بھی سو مساجد تعمیر کرنے کی سکیم عطا کی چنانچہ کئی ممالک میں اس پر کام جاری ہے۔ کینیا میں اس سکیم کے تحت ۷۰ مساجد اور تنزانیہ میں ۳۳ سے زائد مساجد تعمیر ہو چکی ہیں۔ کئی ممالک ایسے ہیں جہاں پہلی دفعہ مسجد تعمیر کی گئی۔ مثلاً جزائر طوالو کی پہلی مسجد ۱۹۹۲ء میں مکمل ہوئی۔

بیت الفتوح

حضور نے برطانیہ کی نئی اور وسیع مسجد کے لئے ۲۴/فروری ۱۹۹۵ء کو ۵ ملین پاؤنڈ کی تحریک فرمائی۔

۲۸/مارچ ۱۹۹۹ء کو حضور نے بیت الفتوح کی مجوزہ جگہ پر نماز عیدالاضحیٰ پڑھائی اور اسی سال ۱۹/اکتوبر کو حضور نے بیت الفتوح کا سنگ بنیاد رکھا۔ ۱۶/فروری ۲۰۰۱ء کو حضور نے اس مسجد کے لئے مزید ۵ ملین پاؤنڈ کی تحریک فرمائی۔ اب یہ مسجد تکمیل کے آخری مراحل میں ہے اور دفاتر اور رہائش اور تقریبات کے لئے بڑے بڑے ہال استعمال ہو رہے ہیں۔

ظالمانہ قوانین اور حضور کی ہجرت

۱۷/فروری ۱۹۸۳ء کو محمد اسلم قریشی نامی شخص معراجکے ضلع سیالکوٹ سے لاپتہ ہو گیا تھا اس کے قتل کا جھوٹا الزام حضرت خلیفۃ المسیح الرابع پر لگایا گیا۔ علماء سوء نے حکومت سے حضور کی گرفتاری کا مطالبہ کیا اور جماعت کے خلاف تحریک چلانے کی دھمکی دی۔ مولوی منظور احمد چنیوٹی نے کہا کہ اگر میرا الزام درست نہ ہو تو مجھے چوک میں گولی ماردی جائے۔ بالآخر اسی الزام کی آڑ لیتے ہوئے جماعت کے خلاف ظالمانہ قوانین جاری کئے گئے اور حضور کو ہجرت کرنا پڑی مگر یہ شخص ۱۹۸۸ء میں حضور کے مباہلہ کے چیلنج کے بعد ظاہر ہو گیا۔

حکومت پاکستان اور علماء کی مشترکہ سازش کے نتیجہ میں فرعونِ وقت جنرل ضیاء نے ۲۶/اپریل ۱۹۸۴ء کو ایک ظالمانہ آرڈیننس جاری کیا جس کے ذریعہ احمدیوں پر اسلامی شعار اور اصطلاحات کے استعمال پر پابندی لگا دی گئی۔ احمدیوں کو اپنے آپ کو کسی طرح مسلمان ظاہر کرنا تین سال قید کی سزا کا مستوجب ہے۔ اس آرڈیننس کا مرکزی مقصد امام جماعت احمدیہ کو گرفتار کرنا، جماعت سے اس کا رابطہ کاٹنا، خلافت احمدیہ کو ختم کر دینا اور مرکز سلسلہ ربوہ کو برباد کرنا تھا۔

ان حالات میں خلیفۂ وقت کے لئے ربوہ اور پاکستان میں رہ کر جماعت کی قیادت کرنا ناممکن تھا اس لئے حضور نے منشاء الٰہی کے تحت ۲۹/اپریل کو سفر ہجرت اختیار فرمایا اور ۳۰/اپریل کو لندن پہنچے۔

یہ سفر ہجرت خاص خدائی نشانوں اور تجلیات کا آئینہ دار تھا اور دشمن اپنی تمام تر چالاکیوں اور سازشوں کے باوجود خلیفۃ المسیح پر ہاتھ ڈالنے میں کلیۃً ناکام رہا اور زخم چاٹتا رہ گیا۔

حضور کی یہ ہجرت حضرت مسیح ابن مریم علیہ السلام کی ہجرت سے مماثلت رکھتی ہے جب آپ کو ظالم طبع یہودیوں نے صلیب پر مارنے کی کوشش کی۔ مگر خدا نے آپ کو ایک دور دراز علاقہ میں ہجرت کا ارشاد فرمایا جہاں یہود کے گم گشتہ قبائل آباد تھے اور وہ آپ پر ایمان لے آئے۔ بعینہٖ حضور نے بیرون پاکستان بکھرے اور منتشر احمدیوں کی روحانی پرندوں کی طرح بے مثال تربیت کی اور ان کے دلوں میں خدمت اور قربانی کے نئے ولولے پیدا کئے اور احمدیت کو نئی وجاہت عطا کی۔

اس ہجرت کے نتیجہ میں جماعت کا نفوذ ملکی حدود سے نکل کر عالمی سطح پر پھیل گیا اور نیا انٹرنیشنل دور شروع ہوا۔

نئے یورپین مراکز

لندن پہنچنے کے بعد پہلے خطبہ جمعہ ۴/مئی ۱۹۸۴ء میں حضور نے تمام عالم کے احمدیوں کو حضرت مسیح علیہ السلام کے الفاظ میں ﴿مَنْ اَنْصَارِیْ اِلَی اللّٰہ﴾ کہہ کر پکارا۔ ۱۸/مئی کو حضور نے دو نئے یورپین مراکز کے لئے تحریک کا اعلان فرمایا۔ جس کے نتیجہ میں اسلام آباد ٹلفورڈ اور ناصر باغ جرمنی کے علاوہ یورپ میں متعدد نئے وسیع و عریض مراکز قائم ہوئے۔

درس القرآن

۱۹۸۴ء کے رمضان المبارک میں حضور ۲/جون سے

لندن میں ہفتہ میں ایک دن نماز عصر تا مغرب درس القرآن ارشاد فرماتے رہے۔ یہ درس انگریزی میں ہوتا تھا اور سورۃ فاتحہ سے شروع ہوا۔ اگلے سال ۱۹۸۵ء میں حضور ہر ہفتہ اور اتوار کو درس دیتے رہے۔ ۱۹۸۷ء سے ہر جمعہ اور اتوار کو درس ہوتا رہا۔

عالمی درس القرآن

۲۷رفروری ۱۹۹۳ء سے حضور نے احمدیہ ٹیلیویژن پر Live عالمی درس القرآن کا سلسلہ شروع فرمایا۔ یہ درس ہفتہ میں ۲ دن ہوتا رہا اور سورۃ آل عمران کی آیت ۱۴۵ سے شروع ہوا۔ ۱۹۹۴ء میں ۱۲رفروری سے سوائے جمعہ، ہفتہ کے چھ دن درس ارشاد فرمایا اور ۲۰۰۰ء تک یہی سلسلہ جاری رہا۔ اس میں ہفتہ اور اتوار کے دن سوالات کا موقع بھی دیا جاتا رہا۔ حضور نے آخری درس ۱۵ردسمبر ۲۰۰۱ء کو ارشاد فرمایا اور سورۃ انفال کی آیت ۲ تک جاری رہا۔ ہر سال درس کے آخری دن حضور اجتماعی عالمگیر دعا کرواتے رہے۔

اس درس میں حل لغات اور عمومی تشریحات کے علاوہ حضور نے بیسیوں الجھے ہوئے مسائل پر سیر حاصل رہنمائی فرمائی۔ ان میں نظام وراثت، شان نزول، معجزات، عذاب، عورتوں کا مقام وغیرہ شامل ہیں۔

نیز آپ نے مستشرقین اور شیعہ علماء کی طرف سے کئے جانے والے اعتراضات کے مدلّل اور مسکت جواب دیئے۔

’قرطاس ابیض‘ کا جواب

حکومت پاکستان نے اپنے ظالمانہ قوانین کا جواز بیان کرنے کے لئے جماعت احمدیہ کے خلاف قرطاس ابیض شائع کیا تھا بعنوان قادیانیت، اسلام کے لئے سنگین خطرہ۔ حضور نے ان بے بنیاد الزامات کا جواب خطبات جمعہ کے ذریعہ 25 جنوری 1985ء سے شروع کیا جو 31 مئی 1985ء تک جاری رہا۔ یہ خطبات اب ”زھق الباطل“ کے نام سے کتابی شکل میں شائع ہو چکے ہیں جو جماعت کے علم کلام میں بہت اہم حیثیت کے حامل ہیں۔

جلسہ سالانہ برطانیہ

۲۵، ۲۶راگست ۱۹۸۴ء کو جماعت برطانیہ کا ۱۹واں جلسہ سالانہ اپنے معمول کے مطابق منعقد ہوا جس سے حضور نے اختتامی خطاب فرمایا اس کی حاضری ۳ہزار تھی۔ اگلے سال یہ جلسہ ۵ تا ۷راپریل ۱۹۸۵ء کو منعقد ہوا۔ یہ پہلا جلسہ تھا جو برطانیہ کے نئے مرکز اسلام آباد ٹلفورڈ میں منعقد ہوا۔ مرکزی جلسہ سالانہ ربوہ پر پابندی اور جلسہ برطانیہ میں حضور کی بھرپور شرکت کی وجہ سے یہ جلسہ مرکزی حیثیت اختیار کر گیا۔ ۱۹۸۵ء کے جلسہ میں ۴۸ ممالک کے ۷ ہزار احمدیوں نے شرکت کی۔ ۲۰۰۲ء میں حضور کے دور کے آخری جلسہ برطانیہ میں حاضری ۱۹۴۰۰ تھی جس میں ۴۷ ممالک کے نمائندے شریک ہوئے۔ ۲۰۰۱ء میں برطانیہ میں پھیلی ہوئی بیماری کی وجہ سے مرکزی جلسہ جرمنی میں منعقد ہوا جس کی حاضری ۴۸۱۹۰ تک پہنچ گئی۔

Khalid Munir Ahmed

Licenced Mortgage Broker

Phone: 020 8874 8628

Fax: 020 8488 9246

Mobile: 0790 5204985

E.Mail: khalidahmed3@hotmail.com

2 Fairfield Drive , London SW18 1DL

ان جلسوں نے جماعت کی تعلیم وتربیت اس کے پھیلاؤ اس کی وحدت اور عالمی سطح پر جماعت کے تشخص کو اجاگر کرنے میں بہت اہم کردار ادا کیا ہے۔ ۱۹۹۲ء سے یہ جلسے ٹیلی ویژن کے ذریعہ کل عالم میں نشر ہو رہے ہیں اور گویا گھر گھر میں جلسے کا منظر ہوتا ہے۔ حضور کے روح پرور خطاب اجتماعی دعائیں، اجتماعی نعرے اور دنیا بھر کی متفرق قوموں کی حاضری اس جلسہ کی نمایاں خصوصیات ہیں۔ حضور جلسہ پر کئی کئی گھنٹے کے خطابات کرتے رہے جو علمی دنیا کے بھی نایاب خزائن ہیں۔

گزشتہ کئی سال سے جرمنی کا جلسہ بھی عملاً مرکزی جلسہ بن چکا ہے اور حضور کی بھرپور شرکت کے ساتھ جلسہ سالانہ کے تمام مناظر اس میں بھی دکھائی دیتے ہیں۔ یہ جلسہ بھی شروع سے آخر تک ایم ٹی اے پر دکھایا جاتا ہے۔

اسیران راہ مولیٰ

حضور کی ہجرت کے بعد ظالمانہ قوانین کی آڑ لے کر پاکستان میں ہزاروں احمدیوں کو مقدمات میں ماخوذ کیا گیا اور سینکڑوں احمدی گرفتار ہوئے ان کے لئے جماعت میں اسیران راہ مولیٰ کی اصطلاح رائج ہوئی۔ جن احمدیوں کے خلاف پاکستان میں مقدمات درج ہوئے ہیں اپریل ۲۰۰۳ء تک ان کی تعداد ۳ہزار سے زیادہ ہے۔ نیز ایک مقدمہ تمام اہل ربوہ کے خلاف درج ہوا جس میں تقریباً ۵۰ ہزار افراد ماخوذ ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ شہداء احمدیت اور اسیران کی تکالیف کا احساس کر کے ہمیشہ دکھ اٹھاتے رہے۔ ان کے لئے بےقرار دعائیں کرتے رہے اور ہمیشہ ہر خوشی کے موقع پر گلوگیر آواز میں ان کے لئے دعا کی تحریک فرماتے رہے۔

ان اسیران میں ایک بہت نمایاں گروہ اسیران ساہیوال کا ہے۔ ۲۶راکتوبر ۱۹۸۴ء کو ساہیوال کی احمدیہ مسجد پر مدرسہ رشیدیہ کے طلبہ نے کلمہ طیبہ مٹانے کے لئے حملہ کیا۔ احمدی چوکیدار نے جوابی کارروائی کی جس پر گیارہ احمدیوں کے خلاف مقدمہ درج کیا گیا۔

۱۶رجون ۱۹۸۵ء کو خصوصی فوجی عدالت نے مکرم محمد الیاس منیر صاحب مربی سلسلہ اور خادم مسجد مکرم نعیم الدین صاحب کو سزائے موت اور چار دیگر احمدیوں کو سات سات سال قید کی سزا سنائی۔

دعاؤں کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے حضور کو ان کی رہائی کی خبر دی۔ چنانچہ دسمبر ۱۹۸۸ء میں سزائے موت کے دونوں قیدیوں کی سزا عمر قید میں تبدیل ہوگئی۔ اور پھر ۲۰رمارچ ۱۹۹۴ء کو ان کی رہائی عمل میں آئی گویا حضور کی دعاؤں نے انہیں موت کے منہ سے کھینچ لیا۔

۲۷رجولائی ۱۹۹۴ء کو چار اسیران ساہیوال لندن پہنچے تو حضور کی طرف سے شاندار استقبال ہوا اور حضور نے انہیں گلے لگا کر سینے کو ٹھنڈک پہنچائی۔ مکرم الیاس منیر صاحب نے بعد میں جرمنی پہنچ کر حضور سے ملاقات کی سعادت پائی اور اب وہیں بطور مربی سلسلہ خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

حضور نے شہداء کے لواحقین اور اسیران راہ مولیٰ کے لئے ۱۴رمارچ ۱۹۸۶ء کو سیدنا بلال فنڈ قائم فرمایا۔

۴ردسمبر ۱۹۸۷ء کو حضور نے اسیران کی خاطر ساری دنیا میں اسیران کی بہبود کے لئے خدمات کی تحریک فرمائی جس کے نتیجہ میں کثرت سے اسیران کی رہائی اور مالی خدمات کے کام انجام دیئے گئے۔

الفضل ربوہ کی بندش اور الفضل انٹرنیشنل کا اجراء

۱۲ردسمبر ۱۹۸۴ء کو حکومت پاکستان نے ضیاء الاسلام پریس ربوہ کو تین ماہ کے لئے سربمہر کر دیا اور روزنامہ الفضل ربوہ کا ڈیکلریشن منسوخ کر دیا گیا۔ اس شدید کمی کو پورا کرنے کے لئے فروری ۱۹۸۵ء سے لندن سے ہفت روزہ ”النصر“ کا اجراء ہوا۔ پھر اپریل سے ماہنامہ خالد، انصار اللہ، مصباح اور تحریک جدید کے ضمیمہ جات کے ذریعہ اہم خبریں پہنچائی جاتی رہیں۔ ضیاء الحق کی ہلاکت کے بعد ۲۸رنومبر ۱۹۸۸ء سے روزنامہ الفضل دوبارہ جاری ہوا۔ لیکن بے پناہ قانونی پابندیاں اس کے راستہ میں حائل تھیں۔ قریباً ۱۰۰ مقدمات اس کے ایڈیٹر، پرنٹر اور پبلشر کے خلاف درج کئے گئے اور انہیں ۱۹۹۴ء میں قریباً ایک ماہ قید و بند کی صعوبتیں بھی برداشت کرنی پڑیں۔

ان حالات میں حضور نے لندن سے ہفت روزہ الفضل انٹرنیشنل کا اجرا کیا جس کا نمونہ کا پرچہ جولائی ۱۹۹۳ء میں منظر عام پر آیا اور ۷رجنوری ۱۹۹۴ء سے اس کی مسلسل اشاعت جاری ہے۔

Friday the 10th

۲۸ردسمبر ۱۹۸۴ء کے خطبہ جمعہ میں حضور نے فرمایا کہ چند دن قبل میں رویا میں Friday the 10th کے الفاظ دہرا رہا تھا۔ آپ کو ایک گھڑی دکھائی گئی جس پر ۱۰ کا ھندسہ روشن حروف میں چمک رہا تھا۔

اس رویا کے نتیجہ میں حضور کی زندگی میں بہت سے جمعے دس تاریخ (شمسی یا قمری) کو ایسے آئے جب خدا تعالیٰ کے غیر معمولی نشان ظاہر ہوئے۔

ان میں خصوصیت کے ساتھ حضور کا مباہلہ کا چیلنج شامل ہے جب ۱۰رجون ۱۹۸۸ء بروز جمعہ حضور نے تمام معاندین کو مباہلہ کے لئے بلایا جس کے نتیجہ میں ضیاء الحق اور متعدد معاندین کی ہلاکت ہوئی۔

اسی طرح ۱۰رنومبر ۱۹۸۹ء بروز جمعہ جبکہ چاند کی بھی ۱۰رتاریخ تھی دیوار برلن گرائی گئی جو تاریخ عالم میں بہت بڑے انقلاب کا پیش خیمہ بنی۔

کمپیوٹر پریس اور انٹرنیٹ

لٹریچر کی بڑھتی ہوئی ضروریات اور اشاعت کے جدید تقاضوں سے ہم آہنگ ہونے کے لئے حضور نے ۱۲رجولائی ۱۹۸۵ء کو نستعلیق کتابت کے کمپیوٹر کے لئے ڈیڑھ لاکھ پاؤنڈ اور اگلے جمعہ کو کمپوزنگ کے ماہرین کو وقف کی تحریک فرمائی۔

۶راپریل ۱۹۸۶ء کو اس کا افتتاح ہوا جس کا نام حضور نے رقیم پریس عطا فرمایا جو کثرت سے لٹریچر شائع کر رہا ہے۔

مرکز سلسلہ ربوہ میں خدام الاحمدیہ پاکستان نے ۱۹۹۰ء میں نستعلیق کتابت کا کمپیوٹر خریدا۔ قریباً ۱۹۹۳ء میں روزنامہ الفضل نے بھی کمپیوٹر خرید لیا اب اللہ کے فضل سے تمام جماعتی مرکزی رسائل اور جریدے کمپیوٹر کتابت کے ذریعہ شائع ہوتے ہیں۔

پاکستان میں حضور کی اجازت سے احمدیہ کمپیوٹر پروفیشنلز کے ادارہ کی بنیاد ڈالی گئی جو اب ایک مضبوط ادارہ ہے اور سالانہ کنونشن کے ساتھ ساتھ کئی قسم کے مفید پروگرام تیار کر رہا ہے۔

ویب سائٹ

جماعت کی آفیشل ویب سائٹ جنوری ۲۰۰۱ء سے انٹرنیٹ پر قائم ہے اس پر جماعت کے متعلق تمام ضروری کتب کے علاوہ الفضل ربوہ ”الفضل انٹرنیشنل اور عربی مجلّہ ”التّقویٰ“ بھی موجود ہے۔ نیز ایم ٹی اے کی تمام Live نشریات بھی دیکھی اور سنی جاسکتی ہیں۔

فضل عمر ہسپتال کے توسیعی منصوبے

حضور نے کئی بار اس خواہش کا اظہار فرمایا کہ فضل عمر ہسپتال ربوہ ہر لحاظ سے دنیا میں اعلیٰ درجہ کا ہسپتال بن جائے۔ چنانچہ آپ کے دور خلافت میں ہسپتال کی عمارت اور سہولتوں میں بہت وسعت پیدا ہوئی۔ ۱۴راکتوبر ۱۹۸۵ء کو ہسپتال کے نئے تعمیراتی مرحلے کا افتتاح ہوا۔

۳۱رجنوری ۱۹۸۸ء کو نواب محمد الدین بلاک کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔ نواب صاحب نے ربوہ کی زمین کی خریداری میں بہت اہم کردار ادا کیا تھا۔

۴رمارچ ۱۹۹۱ء کو فضل عمر ہسپتال کی جدید لیبارٹری کا افتتاح ہوا۔ جس میں اب جدید ترین مشینری نصب کی جا چکی ہے۔

۸رنومبر ۱۹۹۲ء کو ہسپتال میں نئے وارڈوں اور نرسز ہاسٹل کا افتتاح ہوا۔ جنوری، فروری ۱۹۹۴ء میں شعبہ ریڈیالوجی کی نئی عمارت اور دو نئے شعبوں I.C.U اور C.C.U کا افتتاح ہوا۔

۲۱رمارچ ۲۰۰۲ء کو ہسپتال میں واقع مسجد یادگار کی تزئین نو کا افتتاح ہوا۔

قیام نماز کی جدوجہد

حضور کے دل میں نماز کے قیام کا جذبہ ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندروں کی طرح موجزن تھا اور کئی دفعہ اس موضوع پر آپؒ نے خطبات کا سلسلہ جاری کیا۔

۸رنومبر تا ۲۰ردسمبر ۱۹۸۵ء کو حضور نے قیام نماز سے متعلق خطبات دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ذیلی تنظیمیں ہر ماہ مجلس عاملہ کا ایک اجلاس قیام نماز پر غور کرنے کے لئے منعقد کریں۔

۱۹۸۸ء میں مباہلہ کے چیلنج کے بعد حضور نے ۱۷رجون ۱۹۸۸ء کو ایک رویا کی بنا پر قیام عبادت کی طرف خصوصیت سے توجہ دلائی۔

۲ سال بعد ۱۹۹۰ء میں حضور نے سورۃ فاتحہ کی روشنی میں خطبات کا طویل سلسلہ شروع کیا۔ جو ”ذوق عبادت اور آداب دعا“ کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ حضور نے بچوں کی اردو کلاس میں بھی تدریس نماز کے دلنشیں اور سلیس اسباق شروع کئے اور بڑوں کو بھی ان سے استفادہ کی ہدایت فرمائی۔

(باقی آئندہ شمارہ میں)

پاک صدقہ کی قبولیت

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جو شخص اپنی پاک کمائی میں سے ایک کھجور کے برابر صدقہ کرے تو اللہ تعالیٰ اسے دائیں ہاتھ سے قبول کرتا ہے۔ اور پھر اس صدقہ کرنے والے کے لئے اسے بڑھاتا ہے جیسے تم میں سے کوئی چھوٹے بچھیرے کی پرورش کرتا ہے یہاں تک کہ وہ کھجور پہاڑ کے برابر ہوجاتی ہے۔ (صحیح بخاری کتاب الزکوٰۃ باب الصدقۃ من کسب طیب)

جماعت احمدیہ کی مالی قربانیاں اور خلافت رابعہ کا بابرکت عہد

(چوھدری مبارک مصلح الدین احمد۔ ربوہ)

آنحضرت ﷺ کی پیشگوئیوں اور الٰہی نوشتوں کے مطابق اس آخری زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے احیاء دین اسلام اور قیام شریعت کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مبعوث فرمایا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ ان تمام روحوں کو جو زمین کی متفرق آبادیوں میں آباد ہیں، کیا یورپ اور کیا ایشیا، اُن سب کو جو نیک فطرت رکھتے ہیں توحید کی طرف کھینچے اور اپنے بندوں کو دین واحد پر جمع کرے۔ یہی خدا تعالیٰ کا مقصد ہے جس کے لئے مَیں دنیا میں بھیجا گیا۔ سو تم اس مقصد کی پیروی کرو مگر نرمی اور اخلاق اور دعاؤں پر زور دینے سے‘‘۔ (الوصیت صفحہ ۹۔۱۰)

جماعت احمدیہ کا مثالی کردار

اسی مقصد کے حصول کے لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسے مخلصین عطا فرمائے کہ جن کے اخلاص تقویٰ اور قربانی کی مثال آنحضرت ﷺ کے زمانہ کے سوا کہیں نہیں ملتی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’سوچ کر دیکھو کہ تیرہ سو برس میں ایسا زمانہ منہاج نبوت کا اور کس نے پایا؟ اس زمانہ میں جس میں ہماری جماعت پیدا کی گئی ہے کئی وجوہ سے اس جماعت کو صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشابہت ہے۔ وہ معجزات اور نشانوں کو دیکھتے ہیں جیسا کہ صحابہؓ نے دیکھا۔ وہ خدا تعالیٰ کے نشانوں اور تازہ بتازہ تائیدات سے نور اور یقین پاتے ہیں جیسا کہ صحابہؓ نے پایا۔...... وہ خدا کے کھلے کھلے نشانوں اور آسمانی مددوں اور حکمت کی تعلیم سے پاک زندگی حاصل کرتے جاتے ہیں جیسا کہ صحابہؓ نے حاصل کی۔ ......بہتیرے ان میں ایسے ہیں کہ اپنے محنت سے کمائے ہوئے مالوں کو محض خدا تعالیٰ کی مرضات کے لئے ہمارے سلسلہ میں خرچ کرتے ہیں جیسا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم خرچ کرتے تھے۔...... وہ خدا کا گروہ ہے جن کو خدا آپ سنبھال رہا ہے اور دن بدن ان کے دلوں کو پاک کر رہا ہے اور ان کے سینوں کو ایمانی حکمتوں سے بھر رہا ہے اور آسمانی نشانوں سے ان کو اپنی طرف کھینچ رہا ہے جیسا کہ صحابہؓ کو کھینچتا تھا۔ غرض اس جماعت میں وہ ساری علامتیں پائی جاتی ہیں جو ﴿آخَرِیْنَ مِنْھُمْ﴾ کے لفظ سے مفہوم ہو رہی ہیں اور ضرور تھا کہ خدا تعالیٰ کا فرمودہ ایک دن پورا ہوتا‘‘۔

(ایام الصلح روحانی خزائن جلد۱۴ صفحہ ۳۰۶۔۳۰۷)

مالی قربانی

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی جماعت کو نصیحت فرمائی کہ:

’’جو کوئی میری موجودگی اور میری زندگی میں میری منشا کے مطابق میری اغراض میں مدد کرے گا مَیں امید رکھتا ہوں کہ وہ قیامت میں بھی میرے ساتھ ہوگا۔ اور جو شخص ایسی ضروری مہمات میں مال خرچ کرے گا مَیں امید نہیں رکھتا کہ اس مال کے خرچ سے اس کے مال میں کچھ کمی آجائے گی۔ بلکہ اس کے مال میں برکت ہوگی۔ پس چاہئے کہ خدا تعالیٰ پر توکل کر کے پورے اخلاص اور جوش اور ہمت سے کام لیں کہ یہی وقت خدمت گزاری کا ہے ...... خدا تعالیٰ نے متواتر ظاہر کر دیا ہے کہ واقعی اور قطعی طور پر وہی شخص اس جماعت میں داخل سمجھا جائے گا کہ اپنے عزیز مال کو اس راہ میں خرچ کرے گا‘‘۔

(تبلیغ رسالت جلد دہم صفحہ ۵۴۔۵۵)

ماہواری چندہ

آپ نے رسالہ فتح اسلام ۱۸۹۰ء میں تالیف فرمایا جو ۱۸۹۱ء میں چھپ کر شائع ہوا۔ اس میں آپ نے فرمایا:

’’سوائے اسلام کے ذی مقدرت لوگو! دیکھو، مَیں یہ پیغام آپ لوگوں تک پہنچا دیتا ہوں کہ آپ لوگوں کو اس اصلاحی کارخانہ کی جو خدا تعالیٰ کی طرف سے نکلا ہے اپنے سارے دل اور ساری توجہ اور سارے اخلاص سے مدد کرنی چاہئے اور اس کے سارے پہلوؤں کو بہ نظر عزت دیکھ کر بہت جلد حق خدمت ادا کرنا چاہئے۔ جو شخص اپنی حیثیت کے موافق کچھ ماہواری دینا چاہتا ہے وہ اس کو حق واجب اور دَین واجب کی طرح سمجھ کر خود بخود ماہوار اپنی فکر سے ادا کرے اور اس فریضہ کو خالصۃً للہ نذر مقرر کر کے اس کے ادا میں تخلّف یا سہل انگاری کو روا نہ رکھے۔ اور جو شخص یکمشت امداد کے طور پر دینا چاہتا ہے وہ اسی طرح ادا کرے۔

لیکن یاد رہے کہ اصل مدعا جس پر اس سلسلہ کی بلا انقطاع چلنے کی امید ہے وہ یہی انتظام ہے کہ سچے خیر خواہ دین کے اپنی بضاعت اور اپنی بساط کے لحاظ سے ایسی سہل رقمیں ماہواری کے طور پر ادا کرنا اپنے نفس پر ایک حتمی وعدہ ٹھہرا لیں جن کو بشرط نہ پیش آنے کسی اتفاقی مانع کے بآسانی ادا کرسکیں۔

ہاں جس کو اللہ جلّ شانہ، توفیق اور انشراح صدر بخشے وہ علاوہ اس ماہواری چندہ کے اپنی وسعتِ ہمت اور اندازہ مقدرت کے موافق یکمشت طور پر بھی مدد کر سکتا ہے۔

اور تم اے میرے عزیزو! میرے پیارو! میرے درخت وجود کی سرسبز شاخو! جو خدا تعالیٰ کی رحمت سے جو تم پر ہے میرے سلسلۂ بیعت میں داخل ہو اور اپنی زندگی، اپنا آرام، اپنا مال اس راہ میں فدا کر رہے ہو اگرچہ مَیں جانتا ہوں کہ مَیں جو کچھ کہوں تم اسے قبول کرنا اپنی سعادت سمجھو گے اور جہاں تک تمہاری طاقت ہے دریغ نہیں کرو گے لیکن اس خدمت کے لئے معین طور پر اپنی زبان سے تم پر کچھ فرض نہیں کرسکتا تا کہ تمہاری خدمتیں نہ میرے کہنے کی مجبوری سے بلکہ اپنی خوشی سے ہوں‘‘۔

(فتح اسلام روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۳۳۔۳۴)

اسی طرح کشتیٔ نوح میں جو اکتوبر ۱۹۰۲ء میں شائع ہوئی، فرمایا:

’’ہر ایک بیعت کنندہ کو بقدر وسعت مدد دینی چاہئے تا خدا تعالیٰ بھی انہیں مدد دے۔ اگر بلاناغہ ماہ بہ ماہ ان کی مدد پہنچتی رہے، گو تھوڑی مدد ہو تو وہ بھی اس مدد سے بہتر ہے جو مدت تک فراموشی اختیار کر کے پھر کسی وقت اپنے ہی خیال سے کی جاتی ہے۔ ہر ایک شخص کا صدق اس کی خدمت سے پہچانا جاتا ہے۔ عزیزو! یہ دین کے لئے اور دین کی اغراض کے لئے خدمت کا وقت ہے۔ اس وقت کو غنیمت سمجھو کہ پھر کبھی ہاتھ نہیں آئے گا۔ چاہئے کہ زکوٰۃ دینے والا اسی طرح اپنی زکوٰۃ بھیجے اور ہر ایک شخص فضولیوں سے اپنے تئیں بچاوے اور اس راہ میں روپیہ لگاوے‘‘۔

(کشتی نوح روحانی خزائن جلد۱۹ صفحہ۸۳)

اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص احسان سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ایسی صدق سے بھری ہوئی روحیں عطا کیں کہ انہوں نے اپنے مال، زر اور اسباب مقدرت کے ساتھ جو ان کو میسر ہوئیں خدا کی راہ میں فدا کر دئے۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان کی قربانی میں ایسی برکت رکھ دی کہ اس سے بڑے بڑے کام ہوئے اور ایسے اعلیٰ نتائج حاصل ہوئے کہ جس کا دنیا تصور بھی نہیں کرسکتی۔ خدا تعالیٰ نے ان کے صدق کو قبول کیا اور یہ سب اس کے فضل اور روح القدس کا انعام پا گئے۔ فالحمدللہ علی ذلک۔

نظام وصیت

پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے ماتحت ۱۹۰۵ء میں اعلان فرمایا کہ اس زمانے میں خدا تعالیٰ نے ان لوگوں کے لئے جو حقیقی جنت حاصل کرنا چاہتے ہیں یہ انتظام فرمایا ہے کہ وہ اپنی خوشی سے اپنے مال کے کم سے کم دسویں حصہ کی اور زیادہ سے زیادہ تیسرے حصہ کی وصیت کر دیں۔ اور آپ فرماتے ہیں کہ ان وصایا سے جو آمد ہوگی وہ ’’ترقی اسلام اور اشاعت علم قرآن و کتب دینیہ اور اس سلسلہ کے واعظوں کے لئے‘‘ خرچ ہوگی۔ (شرط نمبر ۲۔ الوصیت)

اسی طرح ’’ہر ایک امر جو مصالح اشاعت اسلام میں داخل ہے جس کی اب تفصیل کرنا قبل از وقت ہے وہ تمام امور ان اموال سے انجام پذیر ہوں گے‘‘۔

(شرط نمبر ۲۔ الوصیت)

نیز فرمایا: ’’مَیں یہ نہیں چاہتا کہ تم سے کوئی مال لوں اور اپنے قبضہ میں کرلوں بلکہ تم اشاعت دین کے لئے ایک انجمن کے حوالہ اپنے مال کرو گے اور بہشتی زندگی پاؤ گے‘‘۔ (ضمیمہ متعلقہ رسالہ الوصیت)

مجلس معتمدین صدر انجمن احمدیہ قادیان کے اجلاس اول منعقدہ ۲۹/جنوری ۱۹۰۶ء جس کی روئیداد پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یکم جولائی ۱۹۰۶ء کو دستخط فرمائے، اس کی شق نمبر ۶ کے مطابق: ’’جو احباب کوئی جائداد نہیں رکھتے مگر آمدنی کی کوئی سبیل رکھتے ہیں وہ اپنی آمدنی کا کم از کم ۱/۱۰ حصہ ماہوار انجمن کے سپرد کریں ...... لیکن ان کو وصیت کرنی ہوگی کہ ان کے مرنے کے بعد ان کے متروکہ کی کم از کم ۱/۱۰ حصہ کی مالک انجمن ہو‘‘۔

اعلیٰ درجہ کے مخلصین کی ایک کثیر تعداد نے اس الٰہی انتظام پر اطلاع پا کر بلا توقّف اس میں شمولیت اختیار کی اور ثابت کر دیا کہ انہوں نے ’’درحقیقت دین کو دنیا پر مقدم کیا ہے ...... اور بیعت کا اقرار انہوں نے پورا کر کے دکھلا دیا‘‘۔

خلفاء کے ذریعہ تکمیل

اللہ تعالیٰ کی قدیم سنت کے مطابق خدا کے مامورین اور مرسلین کے جاری کئے ہوئے کاموں کی تکمیل ان کے خلفاء اور متبعین کے ذریعہ ہوا کرتی ہے۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کی غرض کی تکمیل بھی آپ کے خلفاء کے ذریعہ ہی مقدر ہے۔ اسی طرح مالی قربانی کی تکمیل بھی خلفاء کے ذریعہ ہی ہوتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تربیت یافتہ جماعت کو حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ نے آگے بڑھایا اور جماعت نے پہلے سے بڑھ کر مالی جہاد میں حصہ لیا۔ پھر حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا دور آیا۔ آپؓ نے جماعت کے تنظیمی ڈھانچہ کو بہت مضبوط کیا اور نظارتوں کا قیام کیا جن کے تحت بہت سے شعبہ جات میں شاندار کام سرانجام پائے۔ نظارت بیت المال کے قیام سے چندوں کے نظام کو مستحکم کیا گیا۔ آپؓ نے ماہواری چندہ کو چندہ عام سے موسوم کیا اور اس کی باقاعدہ شرح مقرر فرمائی۔ ہاں جو اس سے زیادہ دے وہ مزید ثواب کا مستحق ہوگا۔ جماعت نے باقاعدہ بجٹ بنا کر اس مالی جہاد میں غیر معمولی ترقی کی۔ اسی طرح چندہ وصیت (حصہ آمد و جائیداد) میں بھی نمایاں اضافہ ہوا۔ چندہ جلسہ سالانہ میں بھی بہت باقاعدگی ہوئی اور دیگر چندے، چندہ مستورات، عید فنڈ، فطرانہ، شادی وشکرانہ فنڈ، صدقات، اشاعت اسلام، تحریک خاص، کشمیر فنڈ، توسیع و تعمیر مساجد اور درویشان فنڈ وغیرہ میں بھی جماعت کے مخلصین نے دل کھول کر قربانی پیش کی۔

تحریک جدید

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے مصلح موعود کے بارہ میں الہاماً بتایا تھا کہ ’’خدا کا سایہ اس پر ہوگا۔ وہ جلد جلد بڑھے گا اور اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا اور قومیں اس سے برکت پائیں گی‘‘۔

چنانچہ حضرت مصلح موعودؓ نے جماعت کے قدم کو بڑی تیزی کے ساتھ بڑھایا اور بہت سی قوموں نے آپ سے برکت پائی اور زمین کے کناروں تک آپ کی شہرت ہوئی۔ آپ نے ۱۹۳۴ء میں القاء ربانی کے تحت جماعت کی حفاظت واستحکام اور توسیع کے لئے ایک عظیم نظام جاری فرمایا جو ’تحریک جدید‘ کے نام سے موسوم ہے۔ اس تحریک کے بعض حصے تربیت سے تعلق رکھتے ہیں، بعض تنظیم کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں اور بعض تبلیغ کے ساتھ اور ان سب کاموں کے چلانے کے لئے ایک خاص چندہ، چندہ تحریک جدید کی تحریک کی گئی۔ اس چندے کی غرض خاص طور پر بیرون ہند (بھارت و پاکستان) تبلیغ اور اشاعت اسلام کا کام کرنا ہے۔ حضور نے اس غرض کے لئے نوجوانوں کو زندگی وقف کرنے کی تحریک فرمائی اور دیگر احباب کو بھی فرمایا کہ وہ اس غرض کے لئے دنیا میں پھیل جائیں۔ چنانچہ فرمایا:

’’مذہبی سلسلے ضرور ایک وقت دنیا کے توپخانوں کی زد میں آتے ہیں اور وہ کبھی ظلم وستم کی تلوار کے سایہ کے بغیر ترقی نہیں کر سکتے۔ پس ان کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ مختلف ممالک میں ان کی شاخیں ہوں تا کہ اگر ایک جگہ ظلم و ستم کا تختۂ مشق ہوں تو دوسری جگہ امن کے ساتھ ان کی ترقی ہو رہی ہو۔ پس ہمارا فرض ہے کہ نئے نئے ممالک میں جا کر تبلیغ کریں‘‘۔

(تحریک جدید کے پانچ ہزاری مجاہدین صفحہ ۱۱)

’’روحانیت کی بھی ایک رو ہوتی ہے جو بعض ملکوں میں دب جاتی ہے اور بعض میں زور سے چل پڑتی ہے۔ پس پھیل جاؤ دنیا میں، پھیل جاؤ مشرق میں، پھیل جاؤ مغرب میں، پھیل جاؤ شمال میں، پھیل جاؤ جنوب میں، پھیل جاؤ یورپ میں، پھیل جاؤ امریکہ میں، پھیل جاؤ افریقہ میں، پھیل جاؤ جزائر میں، پھیل جاؤ چین میں، پھیل جاؤ جاپان میں، پھیل جاؤ دنیا کے کونہ کونہ میں یہاں تک کہ دنیا کا کوئی گوشہ، دنیا کا کوئی ملک، دنیا کا کوئی علاقہ ایسا نہ ہو جہاں تم نہ ہو۔ پس پھیل جاؤ جیسے صحابہ رضی اللہ عنہم پھیلے۔ پھیل جاؤ جیسے قرون اولیٰ کے مسلمان پھیلے۔ تم جہاں جہاں جاؤ اپنی عزت کے ساتھ سلسلہ کی عزت قائم کرو۔ جہاں پھر و اپنی ترقی کے ساتھ سلسلہ کی ترقی کے موجب بنو۔ پس قریب سے قریب زمانہ میں دور سے دور علاقوں میں جا کر مراکز احمدیت قائم کرنا تحریک جدید کا ایک مقصد ہے‘‘۔

(تحریک جدید کے پانچ ہزاری مجاہدین صفحہ ۱۲)

اسی طرح آپؓ نے فرمایا:

''اگر تم نے احمدیت کو دیانتداری سے قبول کیا ہے تو اے مردو! اور اے عورتو!! تمہارا فرض ہے کہ تحریک جدید کے اغراض ومقاصد میں میرے ساتھ تعاون کرو۔ زمین وآسمان کا خدا گواہ ہے کہ جو کچھ مَیں کہہ رہا ہوں اپنے نفس کے لئے نہیں کہہ رہا۔ خدا تعالیٰ اور اسلام کے لئے کہہ رہا ہوں، محمد رسول اللہ ﷺ کے لئے کہہ رہا ہوں۔ تم آگے بڑھو اور اپنا تن من اور اپنا دھن خدا اور اس کے رسول کے لئے قربان کردو''۔

حضرت مصلح موعودؓ کی یہ آواز ایک خدائی بگل تھا جس نے جماعت کے مردوں، عورتوں، بڑوں، چھوٹوں، اور بچوں میں ایسی روح پھونک دی کہ انہوں نے نہایت شان اور غیر معمولی جوش اور خوارق عادت شوق سے اس پر لبیک کہا اور تھوڑے ہی عرصہ میں ایک کثیر رقم اپنے آقا کے قدموں میں لا ڈالی اور ایک خاص تعداد نے اپنی زندگیاں دین کے لئے وقف کردیں۔ ان واقفین زندگی میں سے بعض کو ضروری تعلیم وتربیت کے بعد بیرونی ممالک میں تبلیغ اور اشاعت اسلام کے لئے بھجوادیا گیا۔ اور اس فنڈ سے مبلغین کی تیاری، قرآن مجید کے مختلف زبانوں میں تراجم کی اشاعت اور دیگر لٹریچر کی غیر زبانوں میں اشاعت کا کام کیا گیا۔ نیز بیرونی ممالک میں مراکز، مشن ہاؤسز اور مساجد کی تعمیر اور قیام کیا گیا۔ تھوڑے ہی عرصہ میں خدا تعالیٰ کے فضل سے تحریک جدید کے چندہ سے ساری دنیا کے مختلف حصوں میں تبلیغ کا اہتمام ہوا اور عملاً آزاد دنیا کا کوئی حصہ بھی اس سے خالی نہ رہا۔ الحمد للہ

وقف جدید

ایک اور زبردست تحریک کا حضرت مصلح موعودؓ نے ۲۷ردسمبر ۱۹۵۷ء کو اعلان فرمایا جسے 'وقف جدید' سے موسوم کیا۔ اس تحریک کے بنیادی اغراض ومقاصد میں پاکستان کے دیہاتی ماحول میں بسنے والے احمدیوں کی تعلیم وتربیت اور دیہاتی ماحول میں اصلاح وارشاد اور دعوت الی اللہ دو بڑے مقصد تھے۔ ان مقاصد کے حصول کے لئے حضورؓ نے پرزور مالی تحریک بھی فرمائی جس پر جماعت نے والہانہ لبیک کہا اور اس تحریک کی مالی قربانی میں بھی مثالی قربانیوں کے بے شمار نمونے قائم ہوئے۔ اس تحریک کو اللہ تعالیٰ نے بہت برکت سے نوازا اور اس کے ذریعہ نہایت شاندار کامیابیاں حاصل ہوئیں۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی اور بھی بہت سی مالی تحریکات میں جماعت نے حسب استطاعت حصہ لیا۔ حضورؓ کے باون سالہ دور خلافت میں بڑی بڑی ۵۶ تحریکات کا اجراء ہوا اور ان سب میں ہی مخلصین نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

دفتر سوم تحریک جدید کا اجراء

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ نے اپنے دور خلافت کے ابتداء میں ہی خطبہ جمعہ ۲۲ اپریل ۱۹۶۶ء میں تحریک جدید کے نئے دفتر، دفتر سوم کا اجراء فرمایا۔

(الفضل ربوہ ۲۷ اپریل ۱۹۶۶ء)

حضورؒ کی پردرد اور زوردار تحریک پر جماعت میں ایسا جوش پیدا ہوا کہ انہوں نے پہلے سے کہیں بڑھ کر خدا کے حضور قربانیاں پیش کردیں۔

دفتر اطفال وقف جدید

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے احمدی بچوں کے دلوں میں وقف جدید کی محبت بچپن سے ہی پیدا کرنے کے لئے ۱۹۶۶ء میں وقف جدید کے دفتر اطفال کا اجراء فرمایا۔

چنانچہ دفتر بالغان اور دفتر اطفال میں الگ الگ بڑی عمر کے مجاہدین اور ننھے مجاہدین نے اپنی بساط سے بڑھ کر قربانیاں پیش کردیں۔

حضورؒ نے بنیادی چندہ جات کے بارہ میں بھی تلقین فرمائی کہ چندہ دہندگان اپنا خود جائزہ لیں اور اپنی صحیح آمدنی پر پوری شرح کے ساتھ ادائیگی کا اہتمام کریں۔ اس بارہ میں سابقہ بقایا جات جو جماعتوں کے ذمہ شعبہ بجٹ نے بنائے ہوئے ہیں انہیں ختم کر کے نئے سرے سے بجٹ اور ادائیگیوں کا حساب شروع کیا جائے۔ مخلصین کی ایک کثیر تعداد نے ان چندہ جات میں پہلے سے کہیں بڑھ کر ادائیگیاں کیں اور ان مدّات میں جماعت کی قربانی میں نمایاں اضافہ ہوا۔

صد سالہ جوبلی فنڈ

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے صد سالہ جوبلی فنڈ کی عظیم تحریک بھی جاری فرمائی تا جماعت کے قیام کے سو سال پورے ہونے پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے لئے ہم اس کے حضور اپنی حقیر قربانیوں کا نذرانہ پیش کرسکیں اور صد سالہ جوبلی منصوبہ کے مطابق ایسے کام سرانجام دیں کہ ہمارا مولیٰ ہم سے راضی ہو۔ اس فنڈ میں احباب نے خدا تعالیٰ پر توکل کرتے ہوئے اس کے بیشمار فضلوں کی توقع رکھتے ہوئے اپنی موجودہ حیثیت سے بہت بڑھ بڑھ کر وعدے لکھوائے اور بڑی پابندی کے ساتھ اس کی ادائیگیاں کیں۔ بعض نے بعد میں استطاعت بڑھ جانے پر اپنے وعدے مزید بڑھائے اور پہلے وعدہ سے کئی گنا زیادہ ادائیگی کی توفیق پائی۔ اس فنڈ میں بھی جماعت کی مالی قربانی غیر معمولی اور فقید المثال ہے۔

فضل عمر فاؤنڈیشن

حضرت مصلح موعودؓ کے کارناموں کو یاد رکھنے اور جاری رکھنے کے لئے حضورؒ نے فضل عمر فاؤنڈیشن کا قیام فرمایا اور اس میں جماعت نے دل کھول کر قربانی پیش کی۔

نصرت جہاں آگے بڑھو

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے افریقہ میں ہسپتالوں اور سکولوں کے کام کو مزید بڑھانے کے لئے ''نصرت جہاں آگے بڑھو'' سکیم کا اجراء فرمایا اور فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے بشارت دی ہے کہ ''مَیں تینوں ایناں دیاں گا کہ توں رج جاویں گا''۔ یعنی مَیں تجھے اس قدر دوں گا کہ تُو سیر ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے بڑی شان کے ساتھ اس وعدہ کو پورا فرمایا اور مخلصین جماعت نے والہانہ طور پر لبیک کہتے ہوئے اس سکیم میں شمولیت کی اور جماعت کی اس کے لئے مالی قربانی بھی اپنی شان آپ رکھتی ہے۔

خلافت رابعہ کا مبارک دَور

اس کے بعد خلافت رابعہ کا مبارک دور شروع ہوا۔ حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد رحمہ اللہ ۹رجون ۱۹۸۲ء کو خلافت کے منصب پر متمکن ہوئے۔ حضرت مصلح موعودؓ نے پیشگوئی فرمائی تھی کہ:

''خدا نے مجھے بتایا ہے کہ وہ ایک زمانہ میں خود مجھ کو دوبارہ دنیا میں بھیجے گا اور مَیں پھر کسی شرک کے زمانہ میں دنیا کی اصلاح کے لئے آؤں گا۔ جس کے معنے یہ ہیں کہ میری روح ایک زمانہ میں کسی اور شخص پر جو میرے جیسی طاقتیں رکھتا ہوگا نازل ہوگی۔ اور وہ میرے نقش قدم پر چل کر دنیا کی اصلاح کرے گا''۔

(الفضل ۱۹رفروری ۱۹۵۶ء)

یہ پیشگوئی حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی ذات میں لفظ بلفظ بڑی شان سے پوری ہوئی۔ آپ نے حضرت مصلح موعودؓ کے نقش قدم پر چل کر دنیا کی اصلاح فرمائی اور زمین کے کناروں تک شہرت پائی۔ آپ کی ولولہ انگیز قیادت میں جماعت کی تبلیغی مساعی میں بھی بے پناہ اضافہ ہوا اور عالمی جماعت کی مالی قربانیوں میں بھی حیرت انگیز اضافہ ہوا۔ دشمن نے ہر قسم کی پابندیاں جماعت پر لگائیں اور معاشی طور پر جماعت کو تباہ کرنے کی سرتوڑ کوشش کی لیکن خدا تعالیٰ کی غیرت جوش میں آئی اور اُس کے فضل جماعت پر بارش کی طرح برسنے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے جماعت کے افراد اور خاندانوں کی کایا پلٹ دی اور ان کی استطاعت اور توفیق قربانی میں بے پناہ اضافہ کردیا اور وہ مزدور جو چند سکّے دیتا تھا اب وہ سینکڑوں اور ہزاروں کی قربانی خدا کے حضور پیش کرنے لگا۔ اور یہ معاملہ آگے بڑھتا چلا جارہا ہے۔

مالی قربانی کا سنہری اصول

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے ۱۰رستمبر ۱۹۸۲ء کو مسجد بشارت سپین کے افتتاح کے موقع پر جماعت کو بڑے درد اور زور کے ساتھ توجہ دلائی کہ جماعت احمدیہ کی مالی قربانی کی بنیاد ﴿مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ﴾ کے سنہرے اصول پر رکھی گئی ہے۔ اس اصول کو زندہ رکھنا اور اس روح کی حفاظت کرنا ہم پر لازم ہے۔ چندہ کی ادائیگی کی بنیاد تقویٰ پر ہے۔ ہر چندہ دہند کو علم ہے کہ خدا اس کو کس قدر دے رہا ہے اس لئے جس قدر خدا دے رہا ہے اس کو ملحوظ رکھتے ہوئے اپنی آمد شمار کر کے اس پر حسب قواعد جس قدر چندہ واجب بنتا ہے اس کی خود تعیین کر کے اس کے مطابق ادائیگی کرے۔ حضور کی اس نصیحت نے سست اور غافل افراد کی کایا پلٹ دی۔ چند ہی دنوں میں ان کی قربانیوں میں غیر معمولی اضافہ ہوا اور تمام دنیا کی جماعتوں کے بجٹ نئے سرے سے بنائے گئے اور پہلے سے کہیں بڑھ کر ادائیگیاں ہوئیں۔

بیوت الحمد منصوبہ

سپین میں اللہ تعالیٰ کا گھر بنانے کی تاریخ ساز سعادت نصیب ہونے پر حمد کے مضمون کا حق ادا کرنے کی خاطر اللہ تعالیٰ کے غریب بندوں کے لئے مکان تعمیر کرنے کے ایک اہم منصوبہ کا اعلان آپؒ نے ۲۹راکتوبر ۱۹۸۲ء کو فرمایا جس کا نام ''بیوت الحمد'' رکھا اور اس کے لئے الگ فنڈ کا قیام فرمایا۔ حضور نے ابتدا اپنی ذات سے فرمائی اور ایک مکمل گھر کا خرچ اٹھایا۔ مخلصین نے بڑے جوش اور ولولہ سے اس مالی قربانی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ اور اس کے فنڈ سے مستحق خاندانوں کو عمدہ مکان تعمیر کروا کر رہائش مہیا کی گئی اور سینکڑوں احباب کو ان کے گھروں میں حسب ضرورت جزوی توسیع کے لئے امداد دی جاچکی ہے اور امداد کا یہ سلسلہ جاری ہے۔ بھارت میں بیوت الحمد کے تحت جو مکانات تعمیر کروا کر رہائش مہیا کی گئی وہ اس کے علاوہ ہے۔

احیاء دفتر اوّل تحریک جدید

۵رنومبر ۱۹۸۲ء کو تحریک جدید کے نئے سال (نمبر ۴۹) کے اجراء کا اعلان کرتے ہوئے حضورؒ نے فرمایا:

''میری خواہش ہے کہ دفتر اول قیامت تک جاری رہے اور جو لوگ ایک دفعہ اسلام کی ایک مثالی خدمت کر چکے ہیں ان کا نام قیامت تک نہ مٹنے پائے اور ان کی اولادیں ہمیشہ ان کی طرف سے چندہ دیتی رہیں اور ایک بھی دن ایسا نہ آئے جب ہم یہ کہیں کہ اس دفتر کا ایک آدمی فوت ہو چکا ہے۔ خدا کے نزدیک بھی وہ زندہ رہیں اور قربانیوں کے لحاظ سے اس دنیا میں بھی ان کی زندگی کی علامتیں ہمیں نظر آتی رہیں''۔

دفتر دوم تحریک جدید کو زندہ رکھنا

اسی طرح دفتر سوم کے مجاہدین کو فرمایا:

''اس دفتر والوں کو بھی مَیں یہی نصیحت کرتا ہوں کہ جو دوست فوت ہو چکے ہیں دفتر دوم کی آئندہ نسلیں ان کے نام کو زندہ رکھنے کی خاطر یہ عہد کریں کہ کوئی فوت شدہ اس لسٹ سے غائب نہ ہونے دیا جائے گا اور ان کی قربانیاں جاری رہیں گی تا کہ ہمیشہ ہمیش کے لئے اللہ کے نزدیک وہ فعّال شکل میں زندہ رہیں''۔

دفتر سوم کے معیار قربانی کو بھی بڑھانے کے لئے آپ نے توجہ دلائی اور فرمایا کہ جس طرح ''دفتر اول خدام الاحمدیہ کی خصوصی تحویل میں دے دیا گیا ......دفتر دوم انصار اللہ کے سپرد کیا گیا...... تیسرا دفتر، دفتر سوم کسی ذیلی تنظیم کے سپرد نہیں کیا گیا۔'' ''میرا جائزہ ہے کہ دفتر سوم میں بڑی بھاری گنجائش (اضافہ کی۔ ناقل) موجود ہے۔ یہ کام لجنہ اماء اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔ ......امید ہے لجنہ اماءاللہ بڑی تیزی کے ساتھ اس طرف توجہ کرے گی۔''(خطبہ جمعہ ۵ نومبر ۱۹۸۲۔ الفضل ربوہ ۲ دسمبر ۱۹۸۲ء)

جماعت نے حضور کی آواز پر تیز رفتاری کے ساتھ لبیک کہا اور دفتر اول کے کھاتے بھی زندہ کردئے اور دفتر دوم کی بھی ایک کثیر تعداد میں کھاتے زندہ کروائے اور دفتر سوم میں بھی قربانی میں نمایاں اضافہ ہوا۔ بیرون پاکستان چندہ تحریک جدید کی طرف بہت زیادہ توجہ دیتے ہوئے جماعتوں نے غیر معمولی اضافہ اس قربانی میں کیا۔

امریکہ میں نئے مراکز ومساجد

۱۵رنومبر ۱۹۸۲ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے جماعت ہائے احمدیہ امریکہ کو یہ پیغام دیا کہ ''ایک عرصہ سے یہ ضرورت محسوس کی جارہی ہے کہ امریکہ میں مساجد اور مشن ہاؤسز جماعت کی ضروریات کے لئے بہت کم ہیں'' اور حضور نے ہدایت فرمائی کہ: ''خدا کرے کہ آپ کو بہت جلد کم از کم پانچ مساجد اور پانچ مشن ہاؤسز اس قسم کے تعمیر کرنے کی توفیق ملے جو ایک لمبے عرصہ تک ہماری ضروریات کو پورا کرنے کے اہل ہوں''۔

''ہمیں وسیع رقبہ کی کوشش کرنی چاہئے اور مَیں سمجھتا ہوں کہ پانچ ایکڑ کم از کم معیار پیش نظر رہے''۔

''مَیں سمجھتا ہوں کہ ایک مشن ہاؤس کے لئے ہمیں کم سے کم پانچ لاکھ ڈالرز کا تخمینہ پیش نظر رکھنا چاہئے۔ ......اس نقطہ نگاہ سے اگر ہم پانچ لاکھ فی مسجد اور مشن ہاؤس

M. S. DOUBLE GLAZING LTD
Supplier & Installers
UPVC
Windows, Doors, Porches, Patio Doors
For Friendly Quote Please Contact Tel: 020 8664 8040
Mobile:07734470783 Fax: 020 8665 6685
Free Estimate, Grade 'A' Quality Material, Competitive Price, 10Years Guarantee
احمدی بہن بھائیوں کے لئے خوشخبری! ڈبل گلیزنگ کا نہایت معیاری کام۔ اے گریڈ کوالٹی کا میٹریل مناسب دام

کا تخمینہ سامنے رکھیں تو اڑھائی ملین کا خرچ پیش نظر ہے''۔ فرمایا: ''اس تحریک کا آغاز کرتے ہوئے سب سے پہلے اپنی طرف سے اس مقصد کے لئے پانچ ہزار ڈالر کی ایک حقیر رقم پیش کرتا ہوں۔ یعنی فی مشن ہاؤس ایک ہزار ڈالر۔''

(النور۔واشنگٹن امریکہ ۱۵/دسمبر ۱۹۸۲ء)

جماعت احمدیہ امریکہ کے مخلصین نے نہایت توجہ اور اخلاص اور جوش کے ساتھ اس تحریک میں حصہ لیا اور جلسہ سالانہ یو کے ۱۹۸۷ء کے موقع پر حضور نے یہ نوید سنائی کہ خدا کے فضل سے امریکہ میں پانچ مشنز قائم کرنے کی تحریک کے جواب میں سترہ (۱۷) مشن قائم ہو چکے ہیں۔

(ضمیمہ ماہنامہ انصاراللہ ستمبر ۱۹۸۷ء)

کینیڈا میں نئی مساجد و مراکز

۲۰/اپریل ۱۹۸۳ء کو حضورؒ نے جماعت کینیڈا کو پیغام دیا کہ جماعت ہائے احمدیہ امریکہ کی طرح جماعت ہائے کینیڈا بھی کمر ہمت کس لیں اور تین سال میں چھ لاکھ ڈالرز کینیڈا میں نئی مساجد اور مشن ہاؤسز کے قیام کے لئے اور موجودہ کی توسیع کے لئے پیش کریں۔ اس پر جماعت کینیڈا نے بڑی تیزی سے ٹارگٹ حاصل کیا اور نئے مشن ہاؤسز اور مساجد تعمیر کرلیں اور توسیع کا کام بھی احسن طور پر سرانجام دیا گیا۔ الحمدللہ

انتظام جلسہ کے لئے دیگیں

۴/فروری ۱۹۸۴ء کو صد سالہ جوبلی فنڈ کے جلسہ پر متوقع غیر معمولی حاضری کے پیش نظر انتظام جلسہ سالانہ کے لئے ۵۰۰ دیگوں کی تحریک فرمائی اور فرمایا کہ پانچ دیگوں کا خرچہ مَیں دوں گا۔ جماعت نے بہت جلد اس سے بڑھ کر قربانی پیش کردی۔

مسجد بیت الھدیٰ

سڈنی (آسٹریلیا) میں مسجد بیت الھدیٰ کے لئے بعض علاقوں کی جماعتوں کو تحریک فرمائی۔ چنانچہ جلد ہی مطلوبہ رقم کے وعدے اور وصولی ہو کر یہ مسجد تعمیر ہوئی اور بنی نوع انسان کی خدمت کر رہی ہے اور اللہ کی عبادت سے معمور ہے۔ الحمدللہ

ہجرت

ایک سوچی سمجھی سکیم کے تحت جماعت احمدیہ پر ایذا رسانی کے دروازے کھولنے اور ظلم وستم کی انتہا کرنے کے ساتھ ساتھ بزعم خود جماعت کا گلا گھونٹنے کے لئے ۲۶/اپریل ۱۹۸۴ء کو صدر جنرل ضیاء کی طرف سے مارشل لاء کا آرڈیننس نمبر ۲۰ جاری کیا گیا تا کہ احمدیہ جماعت کو ''اسلام دشمن سرگرمیوں'' سے باز رکھا جائے۔ اس آرڈیننس کے نفاذ کے بعد خلیفہ وقت کے لئے ان کے فرائض منصبی کی ادائیگی محال کردی گئی اور یہ خطرہ پیدا ہو گیا کہ جبر وتشدد سے ایسے حالات پیدا کردئے جائیں جن کی وجہ سے خلیفۂ وقت کے لئے جماعت کی راہنمائی کے لئے فیصلہ کرنا ناممکن ہو جائے۔ ایسی خطرناک صورتحال میں سوائے اس کے اور کوئی چارہ نہ رہا کہ خلیفۂ وقت مجبوراً پاکستان سے ہجرت کر کے کسی ایسے ملک میں چلے جائیں جہاں وہ آزادانہ اپنے فرائض ادا کرسکیں اور فعّال امام اور سربراہِ جماعت کی صورت میں جماعت احمدیہ کی راہنمائی کرسکیں۔

چنانچہ الٰہی تقدیر کے تحت ۳۰/اپریل ۱۹۸۴ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ ایک عام مسافر کی طرح ایک معمول کی پرواز (KLM) پر پاکستان سے روانہ ہو کر لندن (U.K.) ہجرت کر گئے جو ایک بہت بڑا الٰہی نشان ہے۔ بے سروسامانی کی ہجرت میں بھی خدائی حکمت پنہاں تھی۔ لندن پہنچ کر حضورؒ نے ایک نئے جوش و ولولہ کے ساتھ جماعت احمدیہ کی بھرپور اور مؤثر راہنمائی فرمائی جس سے دنیا بھر کی کروڑوں سعید روحوں کو حلقہ بگوش اسلام کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ اور جماعت نے مالی قربانی میں بھی اس قدر ترقی کی کہ جو کسی کے تصور میں بھی نہ آسکتی تھی۔ بے شک خدائی حکمتیں بھی کتنی حیرت انگیز ہوتی ہیں۔

یورپ میں دو بڑے مراکز

۱۸/مئی ۱۹۸۴ء کو حضورؒ نے اشاعت اسلام کے لئے ایک وسیع اور جامع پروگرام کا اعلان فرمایا اور فرمایا کہ ان اغراض کو پورا کرنے کے لئے کئی جگہ بہت بڑے کمپلیکس کی ضرورت ہے۔ امریکہ میں پہلے ہی پانچ بڑے مراکز کی سکیم جاری ہے۔ ''دو نئے مراکز یورپ میں بنانے کا پروگرام ہے...... ایک انگلستان میں بہت بڑا مرکز قائم کرنا ہے اور دوسرا جرمنی میں۔...... اس کے لئے اللہ تعالیٰ روپیہ اپنے فضل سے مہیا کرے گا۔ مَیں نے پہل کی ہے دس ہزار پاؤنڈز مَیں اس کام کے لئے پیش کر رہا ہوں''۔

جماعت نے اس مالی قربانی میں اپنی طاقت سے بڑھ کر حصہ لیا اور خدا تعالیٰ کے فضل سے یہ مراکز تعمیر ہو کر اشاعت اسلام کے مراکز بن چکے ہیں۔

خلیفۂ وقت کی ہر تحریک میں برکت

خدام الاحمدیہ کے یورپین اجتماع سے ۲۹/جولائی ۱۹۸۴ء کو خطاب کرتے ہوئے حضورؒ نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ جب بھی کوئی تحریک جماعت احمدیہ کے کسی خلیفہ کے دل میں ڈالتا ہے تو اس کے متعلق آپ کو پوری طرح مطمئن ہونا چاہئے کہ ضرور کوئی الٰہی اشارے ایسے ہیں جو مستقبل کی خوش آئندہ باتوں کا پتہ دے رہے ہیں۔ اور وہ تحریک جو بظاہر معمولی سی آواز سے اٹھتی نظر آتی ہے، ایک عظیم الشان عمارت میں تعمیر ہو جاتی ہے۔ جس تحریک میں آپ اس لئے حصہ لیں گے کہ اللہ تعالیٰ کے قائم کردہ مسیح موعودؑ کے خلیفہ کی تحریک ہے اس میں عظیم الشان برکتیں پڑیں گی جو آپ کے تصور سے بھی بالا ہوں گی''۔

(ماہنامہ خالد ربوہ جون ۱۹۸۶ء صفحہ ۲۱)

اس دَورِ خلافت رابعہ میں یہ امر روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ نہ صرف یہ کہ بنیادی چندوں اور پہلے سے جاری تحریکات میں جماعت نے بڑھ چڑھ کر قربانیاں پیش کیں بلکہ ہر نئی تحریک جن کی کہ خاصی تعداد ہے، میں غیر معمولی جوش و جذبہ اور اخلاص کے ساتھ جماعت نے اس قدر قربانیاں پیش کرنے کی سعادت پائی کہ جو حیرت انگیز ہیں۔ مزید برآں بہت سے احباب وخواتین نے خاموشی کے ساتھ حضورؒ کی خدمت میں بڑی بڑی رقمیں اس درخواست کے ساتھ پیش کیں کہ ہمارا نام نہ ظاہر کیا جائے۔

دفتر چہارم تحریک جدید کا اجراء

مسجد فضل لندن میں ۲۵/اکتوبر ۱۹۸۵ء کے خطبہ میں حضورؒ نے تحریک جدید کے نئے سال کا اعلان کرتے ہوئے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ ''دفتر (سوم) پر بیس سال گزر چکے ہیں اور اب وقت آ گیا ہے کہ ہم دفتر چہارم کا اعلان کریں۔ اس دفتر سے مراد یہ ہے کہ ہر نئی نسل جو بیس سال کے بعد پیدا ہو کر بڑی ہو رہی ہے...... ان کے لئے نئے کھاتے شروع ہو جائیں اور نئے سرے سے نئی فہرستیں تیار ہوں''۔

حضورؒ نے مزید فرمایا:

''تحریک جدید مالی قربانیوں میں ایک نمایاں امتیاز رکھتی ہے اور اس دور میں اس نے ایسی عظیم الشان مالی قربانیوں کی بنیاد ڈالی ہے جو مختلف شکلوں میں تحریک جدید کے بطن سے پیدا ہوئی اور ہو رہی ہیں اور ہوتی چلی جائیں گی...... جتنے چندے بڑھے ہیں یہ سب تحریک جدید کے بچے ہیں''۔

تمام دنیا کی جماعتوں نے اس آواز پر لبیک کہا اور نہ صرف یہ کہ دفتر چہارم میں نمایاں قربانی پیش کی بلکہ دوسرے دفاتر اول، دوم، سوم میں بھی پہلے سے کہیں بڑھ کر حصہ لیا۔

تحریک 'وقف جدید' کو عالمی بنانا

''جماعت میں پیدا ہونے والی مزید وسعت کے پیش نظر'' اور اس بنا پر کہ ''ہندوستان کی جماعتیں چونکہ ابھی غریب ہیں...... وہاں وقف جدید کی ضرورتیں ان کے چندے کی صلاحیت کے مقابل پر بہت زیادہ ہیں'' ''اسی طرح افریقہ کی جماعتیں چونکہ بیشتر غریب ہیں۔ نہ وہ پوری طرح اپنے چندوں میں خود کفیل ہیں نہ وقف جدید کی طرز کا نظام وہاں جاری کرنے کے لئے یا وقف جدید کی نہج پر ان کی تعلیم وتربیت کرنے کے لئے ہمارے پاس وہاں کوئی ایسے ذرائع مہیا ہیں کہ ہم ملکی طور پر ہی ان ضرورتوں کو پورا کرسکیں'' ۲۷/دسمبر ۱۹۸۵ء کو حضورؒ نے وقف جدید کی تحریک کو پوری دنیا کے لئے وسیع کر دیا اور فرمایا کہ خواہ کم سے کم معیار ایک ایک پاؤنڈ فی بچہ دے کر شامل ہو اور جن ملکوں میں کرنسی پاؤنڈ رائج نہیں وہ بھی اپنے حالات دیکھ کر کوئی تخمینہ کے لگ بھگ رقم مقرر کر کے شامل ہو سکتے ہیں۔ ''کوشش یہ ہونی چاہئے اس میں کہ تعداد زیادہ ہو۔ کثرت کے ساتھ احمدی بچے، عورتیں اور بوڑھے اس میں شامل ہوں اور رقم اتنی رہے عام چندوں کے لحاظ سے کہ خاندانوں پر زیادہ بوجھ نہ پڑے''۔

جماعت کے مخلصین نے پوری دنیا سے اس پر والہانہ لبیک کہا اور جلد ہی بہت بڑی تعداد اس جہاد میں شامل ہو گئی۔ دسمبر ۲۰۰۲ء تک خدا تعالیٰ کے فضل سے ۱۱۱ ممالک اس تحریک میں شامل ہو چکے تھے اور شامل ہونے والے مخلصین کی تعداد تین لاکھ اَسّی ہزار تک پہنچ چکی تھی۔ الحمدللہ

(باقی آئندہ)

وہ ایک شخص تھا پر کارواں سا لگتا تھا

(بیاد حضرت اقدس خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ)

قریب تھا بھی تو اِک داستاں سا لگتا تھا
کبھی وہ بچھڑے گا وہم و گماں سا لگتا تھا

وہ جل رہا تھا مثالِ چراغِ خانۂ دل
جو بجھ گیا وہ تو ہر سو دھواں سا لگتا تھا

خموشیوں میں بھی پنہاں تھی صورتِ الہام
وہ بولتا تھا تو موجِ رواں سا لگتا تھا

جو خلوتوں میں بھی رہتا تھا انجمن آرا
وہ ایک شخص تھا پر کارواں سا لگتا تھا

خیال و فکر سے بالا تھے حوصلے اُس کے
وہ اِک چٹان تھا، کوہِ گراں سا لگتا تھا

تھا مُنکسر، پہ طبیعت تھی بادشاہوں سی
سرِ غریب پہ اِک سائباں سا لگتا تھا

بدن گلاب تھا اس کا، نگاہ چنبیلی
وہ ایک گُل ہی نہیں گلستاں سا لگتا تھا

مرا حبیب، وہ شاعر، سخن شناس مرا
جہانِ فن میں وہ اِک کہکشاں سا لگتا تھا

مَیں اپنی ذات کے ان گنت دائروں میں اسیر
وہ بحرِ علم و ہنر، بے کراں سا لگتا تھا

(ڈاکٹر فضل الرحمن بشیر۔ تنزانیہ)

خطبہ جمعہ

دعا کے لئے بنیادی چیز صبر ہے۔ اللہ تعالیٰ سمیع و علیم ہے۔

(قرآن مجید ،احادیث نبویہ اور حضرت مسیح موعودؑ کے ارشادات کے حوالہ سے اللہ تعالیٰ کی صفت السمیع کا تذکرہ)

رواں مالی سال کے آخری مہینہ کے حوالہ سے احباب کو صحیح آمد کے مطابق بجٹ بنانے ،شرح کے مطابق چندہ ادا کرنے ،قول سدید سے کام لینے اور اللہ کے فضلوں کو سامنے رکھتے ہوئے ادائیگیاں کرنے کی نصائح

اگر اللہ تعالیٰ سے ہمارے سودے صاف ہوں گے تو وہ ہماری نیک نیتوں کو دیکھتے ہوئے ہماری دعاؤں کو زیادہ سنے گا

خطبہ جمعہ سیدنا امیرالمومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز-فرمودہ ۶ رجون ۲۰۰۳ء بمطابق ۶ راحسان ۱۳۸۲ ہجری شمسی بمقام مسجد فضل لندن (برطانیہ)

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمداً عبده و رسوله–
أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم– بسم الله الرحمٰن الرحيم –
الحمدلله رب العٰلمين – الرحمٰن الرحيم – مٰلك يوم الدين – إياك نعبد و إياك نستعين –
اهدنا الصراط المستقيم – صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين–

﴿وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرَاهِيْمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَاِسْمٰعِيْلُ۔رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ۔اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ﴾۔(سورۃ البقرہ:۱۲۸)

آج سے اللہ تعالیٰ کی صفت سمیع سے خطبات شروع ہوں گے۔ جو آیت مَیں نے ابھی تلاوت کی ہے اس کا ترجمہ ہے: اور جب ابراہیم اُس خاص گھر کی بنیادوں کو استوار کر رہا تھا اور اسماعیل بھی (یہ دعا کرتے ہوئے) کہ اے ہمارے ربّ! ہماری طرف سے قبول کر لے۔ یقیناً تو ہی بہت سننے والا (اور) دائمی علم رکھنے والا ہے۔

علامہ راغب نے اللہ تعالیٰ کے بارہ میں جب سمیع کا لفظ استعمال ہوا ہے، اس کے بارہ میں لکھا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کی طرف اَلسَّمْعُ کا لفظ منسوب کرتے ہیں تو اس سے مراد اللہ تعالیٰ کا سنائی جانے والی اشیاء کے بارے میں علم ہونا اور ان کے بارہ میں جزا دینے کا ارادہ کرنا ہوتا ہے۔ جیسا کہ اس تعریف سے ظاہر ہے بعض دفعہ لوگ، بعض جلد باز یہ دھوکہ کھا جاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو بہت پکارا، بہت دعا کی لیکن ہماری دعا سنی نہیں گئی۔ ہماری پکار سے یا ہماری دعا سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ کو اس بات کا علم ہے کہ ہمیں کس چیز کی ضرورت ہے۔ یا جو چیز ہم مانگ رہے ہیں، جس چیز کے لئے ہم دعا کر رہے ہیں اس کی اس حالت میں ضرورت ہے بھی یا نہیں۔ اگر حقیقت میں ہمارا شمار اللہ تعالیٰ کی پیارے بندوں میں ہو، خدا کرے کہ ہو، تو وہ بہتر جانتا ہے کہ اس وقت کس رنگ میں ہماری کیا ضرورت ہے۔ تو یہ بات دعا کرتے ہوئے ہر وقت مدنظر رہنی چاہئے کہ جہاں وہ سمیع ہے، علیم بھی ہے۔ ہمارا کام صرف مانگنا ہے اور اکثر جب ہماری فریادوں کو اللہ تعالیٰ سنتا ہے وہاں اگر اپنے بندے کی کسی دعا کو اس صورت میں جس میں کہ بندہ مانگ رہا ہے ردّ بھی کر دیتا ہے تو اسے مایوس نہیں ہونا چاہئے۔ وہ واقعہ بڑا مشہور اکثر آپ نے سنا ہے کہ جو بزرگ تیس سال تک دعا مانگتے رہے اور روزان کو یہی جواب ملتا تھا کہ نہیں منظور۔ اور صرف تین دن ان کے ایک مرید نے ان کے پاس بیٹھ کر جو بے صبری کا مظاہرہ کیا تو وہ رو پڑے کہ مَیں تو اتنے عرصہ سے یہ دعا مانگ رہا ہوں اور مجھے یہی جواب مل رہا ہے۔ اور میرا کام تو مانگنا ہے مانگتا چلا جاؤں گا۔ اس بات پر وہی کیفیت دوبارہ طاری ہوئی اور وہ نظارہ مرید نے بھی دیکھا کہ اللہ تعالیٰ کا جواب تھا کہ اس عرصہ میں جتنی دعائیں ہیں سب قبول ہوئیں۔

تو بڑی بنیادی چیز دعا مانگنے کے لئے صبر ہے اور یہ سوچ لینا چاہئے کہ خدا تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ کیا ہمارے لئے ضروری ہے۔ اس بارہ میں ایک حدیث ہے۔ اس آیت کی تشریح میں حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ کی تعمیر کے وقت حضرت اسماعیل علیہ السلام سے فرمایا: اے اسماعیل! اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک خاص حکم دیا ہے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے جواب دیا: آپؑ کے رب نے آپ کو جو حکم دیا ہے اس پر عمل کیجئے۔ آپ نے کہا: تو کیا تم میری اس بارے میں مدد کرو گے؟ حضرت اسماعیلؑ نے جواب دیا: ہاں کروں گا۔ حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا: تو پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے یہاں اپنا ایک گھر بنانے کا حکم دیا ہے اور آپ نے ایک ٹیلہ نما جگہ کی طرف اشارہ کیا۔ راوی کہتے ہیں کہ اس پر ان دونوں نے بیت اللہ کی بنیادیں اٹھانی شروع کیں۔ حضرت اسماعیلؑ پتھر لاتے جاتے اور حضرت ابراہیمؑ (دیوار) بناتے جاتے۔ جب عمارت ذرا بڑی ہوگئی تو آپ یہ پتھر (یعنی حجر اسود) لائے اور آپؑ کے لئے اُسے نیچے رکھا۔ چنانچہ آپؑ اس پتھر پر کھڑے ہو کر تعمیر کرتے جاتے تھے جبکہ حضرت اسماعیلؑ آپؑ کو پتھر پکڑاتے جاتے تھے اور ساتھ ساتھ آپ دونوں یہ دعا بھی پڑھتے جاتے تھے: اے ہمارے رب! ہماری طرف سے قبول فرما، یقیناً تُو ہی بہت سننے والا اور بہت صاحب علم ہے۔

(بخاری کتاب احادیث الانبیاء)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ اس کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

"﴿رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ﴾ یہ انبیاء ہی کی شان ہے کہ وہ کام کے ساتھ ساتھ دُعائیں بھی کرتے چلے جاتے ہیں۔ لوگ تھوڑا سا کام کرتے ہیں تو فخر کرنے لگ جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم نے بڑی بڑی قربانیاں کی ہیں۔ مگر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھو کہ وہ اپنے اکلوتے بیٹے کو ذبح کرنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔ پھر وہ بڑا ہوتا ہے تو اُسے ایک ایسے جنگل میں چھوڑ آتے ہیں جہاں نہ کھانے کا کوئی سامان تھا نہ پینے کا۔ اور پھر خانہ کعبہ کی عمارت بنا کر اُن کی دائمی موت کو قبول کر لیتے ہیں۔ دائمی موت کے الفاظ مَیں نے اس لئے استعمال کئے ہیں کہ ممکن تھا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے واپس آ جانے کے بعد وہ وہاں سے نکل کر کسی اَور جگہ چلے جاتے۔ مگر بیت اللہ کی تعمیر کے ساتھ وہ خانہ کعبہ کے ساتھ باندھ دیئے گئے گویا خانہ کعبہ کی ہر اینٹ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو بزبان حال کہہ رہی تھی کہ تم نے اب اسی جنگل میں اپنی تمام عمر گزارنا ہے۔ یہ کتنی بڑی قربانی تھی جو حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے کی۔ مگر اس کے بعد وہ اللہ تعالیٰ کے حضور جھکتے اور کہتے ہیں کہ ﴿رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا﴾ اے اللہ! ہم ایک حقیر ہدیہ تیرے حضور لائے ہیں، تُو اپنے فضل سے چشم پوشی فرما کر اسے قبول فرما لے۔ اور پھر کتنے تکلّف سے قبول کرنے کی خواہش کا اظہار کرتے ہیں۔

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں: تَقَبَّلْ باب تفعّل سے ہے اور تفعّل میں تکلّف کے معنے پائے جاتے ہیں۔ پس وہ کہتے ہیں کہ تُو خود ہی رحم کر کے اس قربانی کو قبول فرما لے۔ حالانکہ یہ اتنی بڑی قربانی تھی کہ اس کی دنیا میں نظیر نہیں ملتی۔ باپ بیٹے کو اور بیٹا باپ کو قربان کر رہا تھا اور خانہ کعبہ کی ہر اینٹ اُن کو بے آب و گیاہ جنگل کے ساتھ مقید کر رہی تھی۔ خود حضرت ابراہیم علیہ السلام اُس کی ایک ایک اینٹ کے ساتھ اُن کے جذبات و احساسات کو دفن کر رہے تھے۔ مگر دُعا یہ کرتے ہیں کہ الٰہی یہ چیز تیرے حضور پیش کرنے کے قابل تو نہیں مگر تُو ہی اسے قبول فرما لے۔ یہ کتنا بڑا تذلّل ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اختیار فرمایا۔ اور درحقیقت قلب کی یہی کیفیت ہے جو انسان کو اونچا کرتی ہے۔ ورنہ اینٹیں تو ہر شخص لگا سکتا ہے۔ مگر ابراہیمی دل ہو تب وہ نعمت میسر آتی ہے جو خدا تعالیٰ نے اُنہیں عطا فرمائی۔ پس انسان کو چاہیے کہ وہ

﴿رَبَّنَا تقبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ﴾ کہے۔لیکن افسوس ہے کہ لوگ ﴿رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا﴾ کہنے کی بجائے یہ کہنے لگ جاتے ہیں کہ ہماری قدر نہیں کی جاتی۔حالانکہ وہ جو کچھ کرتے ہیں دوسروں کی نقل میں کرتے ہیں۔لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کسی کی نقل میں قربانی نہیں کی۔ بلکہ اِدھر خدا نے حکم دیا اور اُدھر وہ قربانی کے لئے تیار ہو گئے۔یہی وہ لوگ ہیں جو دنیا کے ستون ہوتے ہیں اور جن کا بابرکت وجود مصائب کے لئے تعویذ کا کام دے رہا ہوتا ہے۔وہ قربانیاں بھی کرتے ہیں مگر ساتھ ہی یہ کہتے جاتے ہیں کہ اے خدا! ہماری قربانی اس قابل نہیں کہ تیرے حضور پیش کی جاسکے۔تیری ہستی نہایت اعلیٰ و ارفع ہے۔ہاں ہم امید رکھتے ہیں کہ تو چشم پوشی سے کام لیتے ہوئے اسے قبول فرمالے گا۔تیرا نام سمیع ہے اور تُو دعاؤں کو سننے والا ہے۔ہماری یہ قربانی قبول کرنے کے لائق تو نہیں مگر تُو جانتا ہے کہ ہمارے پاس اس سے زیادہ اور کچھ چیز نہیں جو تیرے سامنے پیش کریں۔ایک طرف تیرا سمیعؔ ہونا چاہتا ہے کہ تُو ہم پر رحم کرے اور دوسری طرف تیرا علیم ہونا اس بات کا ثبوت ہے کہ تُو جانتا ہے کہ ہمارے جیسے نے کیا قربانی کرنی ہے۔اسی روح کا حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے مظاہرہ کیا۔ اور جب وہ دونوں مل کر بیت اللہ کی بنیادیں اُٹھا رہے تھے تو ساتھ ہی اللہ تعالیٰ سے دعائیں بھی کرتے جاتے تھے کہ ﴿رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا﴾ اے ہمارے رب ہم نے خالص تیری توحید اور محبت کے لئے یہ گھر بنایا ہے۔تُو اپنے فضل سے اسے قبول کرلے اور اس کو ہمیشہ اپنے ذکر اور برکت کی جگہ بنادے۔﴿اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ﴾ تُو ہماری دردمندانہ دُعاؤں کو سننے والا اور ہمارے حالات کو خوب جاننے والا ہے۔تُو اگر فیصلہ کردے کہ یہ گھر ہمیشہ تیرے ذکر کے لئے مخصوص رہے گا تو اسے کون بدل سکتا ہے۔

(تفسیر کبیر۔ جلد نمبر ۲ صفحہ ۱۷۷ تا ۱۸۰)

حضرت مصلح موعودؓ مزید فرماتے ہیں:

”اس آیت سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ بیت اللہ بنانے کے درحقیقت دو حصے ہیں۔ایک حصہ بندے سے تعلق رکھتا ہے۔اور دوسرا حصہ خدا تعالیٰ سے تعلق رکھتا ہے۔جس مکان کو ہم بیت اللہ کہتے ہیں وہ اینٹوں سے بنتا ہے، چونے سے بنتا ہے، گارے سے بنتا ہے۔اور یہ کام خدا نہیں کرتا بلکہ انسان کرتا ہے۔مگر کیا انسان کے بنانے سے کوئی مکان بیت اللہ بن سکتا ہے۔انسان تو صرف ڈھانچہ بناتا ہے۔روح اُس میں خدا تعالیٰ ڈالتا ہے۔اسی امر کو مدنظر رکھتے ہوئے حضرت ابراہیم علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ڈھانچہ تو مَیں نے اور اسمٰعیلؑ نے بنا دیا ہے۔مگر ہمارے بنانے سے کیا بنتا ہے۔کئی مسجدیں ایسی ہیں جو بادشاہوں اور شہزادوں نے بنائیں مگر آج وہ ویران پڑی ہیں۔اس لئے کہ انسان نے تو مسجدیں بنائیں مگر خدا نے انہیں قبول نہ کیا۔پس حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ کہتے ہیں کہ اے خدا! ہم نے تیرا گھر بنایا ہے اِسے تُو قبول فرما۔اور تُو سچ مچ اس میں رَہ پڑ۔اور جب خدا کسی جگہ بس جائے تو وہ کیسے اُجڑ سکتا ہے!۔گاؤں اُجڑ جائیں تو اُجڑ جائیں شہر اُجڑ جائیں تو اُجڑ جائیں۔مگر وہ مقام کبھی اُجڑ نہیں سکتا جس جگہ خدا بَس گیا ہو۔(تفسیر کبیر۔ جلد نمبر ۲ صفحہ ۱۸۱)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ اس ضمن میں فرماتے ہیں:

”﴿اَلسَّمِیْعُ الْعَلِیْم﴾: دعائیں سنتا ہوں۔دلوں کے بھیدوں،ضرورتوں،اخلاص کو جانتا ہے۔

(حقائق الفرقان جلد ۱ صفحہ ۲۲۸ مطبوعہ ربوہ)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”یہ ایک دعا ہے جو کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جناب ربّ العزّت اور ربّ العالمین اللہ جلّ شانہٗ کے حضور مانگی ہے۔اس سے ظاہر ہے کہ اِس دنیا میں اِسلام کے آنے اور اس کے ثمرات کے ظہور کے لئے اللہ تعالیٰ کے فضل سے حضرت ابراہیمؑ کے ذریعہ ایک دعا کی تقریب پیدا کردی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ تُو ہمارا ربّ اور مربی اور محسن ہے۔تیری عالمگیر ربوبیّت سے جیسے جسم کے قویٰ کی پرورش ہوتی ہے۔عمدہ اور اعلیٰ اخلاق سے انسان مزیّن ہوتا ہے ویسے ہی ہمارے روح کی بھی پرورش فرما اور اعتقادات کے اعلیٰ مدارج پر پہنچا۔اے اللہ! اپنی ربوبیت کے شان سے ایک رسول ان میں بھیجئو جو کہ مِنْھُمْ یعنی انہی میں سے ہو اور اس کا کام یہ ہو کہ وہ صرف تیری باتیں پڑھے، اپنی نہیں، اور پڑھائے اور صرف یہی نہیں بلکہ ان کو سمجھا اور سکھلا بھی دے۔پھر اِس پر بس نہ کیجئو بلکہ ایسی طاقت، جذب اور کشش بھی اسے دیجئو جس سے لوگ اس تعلیم پر کاربند ہو کر مزکی اور مطہر بن جاویں۔تیرے نام کی اس سے عزت ہوتی ہے کیونکہ تُو عزیز ہے اور تیری باتیں حق اور حکمت سے بھری ہوئی ہوتی ہیں۔اس دعا کی قبولیت کس طرح سے ہوئی وہ تم لوگ جانتے ہو اور یہ صرف اس دعا ہی کے ثمرات ہیں جس سے ہم فائدے اٹھاتے ہیں۔“(الحکم۔ ۲۴/جنوری ۱۹۰۴ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ مزید فرماتے ہیں: کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اِس مسجد (خانہ کعبہ) کی تعمیر کے وقت سات دعائیں کی ہیں:- اوّل:﴿رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا﴾۔دوم:﴿رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَیْنِ لَکَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِنَا اُمَّةً مُسْلِمَةً لَّکَ وَاَرِنَا مَنَاسِکَنَا﴾ یعنی اے ہمارے ربّ! اپنا ہی ہمیں فرمانبردار بنادے اور ہماری اولاد سے ایک گروہ مُعَلِّمُ الْخَیْر تیرا فرمانبردار ہو اور دکھا ہمیں اپنی عبادت گاہیں اور طریق عبادت۔سوم:﴿وَاجْنُبْنِی وَ بَنِیَّ اَنْ نَّعْبُدَالْاَصْنَام﴾ (ابراھیم : ۳۶)۔ بچا لے مجھے اور میری اولاد کو کہ بُت پرستی کریں۔چہارم یہ کہ:﴿وَارْزُقْ اَھْلَهٗ مِنَ الثَّمَرَاتِ﴾ اور رزق دے مکہ والوں کو پھلوں سے۔پنجم:﴿فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّن النَّاسِ تَھْوِیْ اِلَیْھِمْ﴾ (ابراہیم :۳۹) کچھ لوگوں کے دل اس شہر کی طرف جھکادے۔ششم: ﴿وَابْعَثْ فِیْھِمْ رَسُوْلًا﴾ ان میں عظیم الشان رسول بھیج۔ہفتم:﴿اِجْعَلْ ھٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا﴾ (ابراھیم : ۳۶) اِس شہر کو امن والا بنا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ فرماتے ہیں کہ:” قرآن کریم میں ان دعاؤں کے قبول ہونے کا ذکر آیاتِ ذیل میں ہے جو سات ہیں: اوّل جو دعا کی اس کے جواب میں:﴿جَعَلَ اللّٰہُ الْکَعْبَةَ الْبَیْتَ الْحَرَامَ﴾ (المائدة : ۹۸) اللہ تعالیٰ نے کعبہ کو عزت والا اور حرمت والا بنایا۔دوم:﴿وَلَقَدِ اصْطَفَیْنٰهُ فِی الدُّنْیَا وَاِنَّهٗ فِی الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِیْنَ﴾ (البقرة : ۱۳۱) اور بے ریب برگزیدہ کیا ہم نے اسے اسی دنیا میں اور بے ریب آخرت میں سنوار والوں سے ہے۔سوم:﴿طَهِّرَا بَیْتِیَ لِلطَّآئِفِیْنَ وَالْعٰکِفِیْنَ وَالرُّکَّعِ السُّجُوْدِ﴾ (البقرة:۱۲۶) یعنی ستھرا رکھو اس میرے گھر کو طواف کرنے والوں، اِعتکاف کرنے والوں اور رکوع وسجود کرنے والوں کے لئے۔اور فرمایا﴿وَھُدًی لِّلنَّاسِ﴾ ہدایت کا مقام ہے لوگوں کے لئے۔چہارم:﴿ اَطْعَمَھُمْ مِنْ جُوْعٍ ﴾ (قریش:۵) کھانا دیا ان کو بھوک کے بعد۔

اب دیکھیں تو مکہ جس علاقہ میں ہے وہاں نہ کوئی ایسی کھیتی باڑی ہے جہاں سے مختلف قسم کی خوراکیں آتی ہوں لیکن اس قبولیت کے نتیجہ میں آج بلکہ اس زمانہ میں بھی تجارتی قافلے آتے تھے ہر چیز لے کے آتے تھے کھانے کی۔اور آج بھی ہر چیز وہاں میسر ہے۔

پنجم:﴿وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَیْتَ مَثَابَةً لِلنَّاسِ﴾ (البقرة:۱۲۶)۔بیت اللہ کو لوگوں کیلئے جُھنڈ در جُھنڈ آنے کی جگہ بنایا۔اب دیکھیں حج کے موقع پر لاکھوں آدمی ہر سال وہاں اکٹھے ہوتے ہیں۔اس کے

A 1 Jewllers

Manchester

علاوہ بھی سارا سال لوگ عمرہ کے لئے جاتے رہتے ہیں۔ششم: ﴿هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ﴾ (الجمعة:۳) اللہ وہ ہے جس نے بھیجا مکہ والوں میں رسول، انہی میں سے۔پڑھتا ہے ان پر اللہ کی آیتیں۔پاک کرتا ہے انہیں اور سکھاتا ہے ان کو کتاب وحکمت۔یعنی نبی کریم ﷺ ہفتم: ﴿وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا﴾ (آل عمران: ۹۸) اور جو داخل ہؤا مکہ میں، ہؤا امن پانے والا۔

تو حضور فرماتے ہیں کہ:''سات دعائیں حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام وبرکاتہ نے مانگیں اور ساتوں قبول ہوئیں''۔(نور الدین صفحہ ۲۴۹۔۲۵۰)

اس ضمن میں حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''دعاؤں سے کبھی گھبرانا نہیں چاہئیے۔ان کے نتائج عرصہ دراز کے بعد بھی ظہور پذیر ہوتے ہیں لیکن مومن کبھی تھکتا نہیں۔قرآن شریف میں دعاؤں کے نمونے موجود ہیں۔ان میں سے ایک ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہے وہ اپنی اولاد کیلئے کیا خواہش کرتے ہیں: ﴿رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ﴾۔ اِس دعا پر غور کرو حضرت ابراہیمؑ کی دعا روحانی خواہشوں اور خدا تعالیٰ کے ساتھ آپ کے تعلقات، بنی نوع انسان کی بھلائی کے جذبات کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے۔وہ دعا مانگ سکتے تھے کہ میری اولاد کو بھی بادشاہ بنا دے مگر وہ کیا کہتے ہیں: اے ہمارے ربّ! میری اولاد میں انہیں میں ایک رسول معبوث فرما۔اس کا کام کیا ہو؟ وہ ان پر تیری آیات تلاوت کرے اور اس قدر قوتِ قدسی رکھتا ہو کہ وہ ان کو پاک ومطہر کرے اور ان کو کتاب اللہ کے حقائق وحِکم سے آگاہ کرے۔اسرارِ شریعت ان پر کھولے۔

پس یہ ایسی عظیم الشان دُعا ہے کہ کوئی دعا اس کا مقابلہ نہیں کرسکتی اور ابتدائے آفرینش سے جن لوگوں کے حالاتِ زندگی ہمیں مل سکتے ہیں۔کسی کی زندگی میں یہ دعا پائی نہیں جاتی۔حضرت ابراہیمؑ کی عالی ہمتی کا اس سے خوب پتہ چلتا ہے۔

پھر اس دعا کا نتیجہ کیا ہوا اور کب ہوا۔عرصہ دراز کے بعد اس دعا کے نتیجہ میں آنحضرت ﷺ جیسا انسان پیدا ہوا اور وہ دُنیا کے لئے ہادی اور مصلح ٹھہرا۔قیامت تک رسول ہوا اور پھر وہ کتاب لایا جس کا نام قرآن ہے اور جس سے بڑھ کر کوئی رُشد، نُور اور شفا نہیں ہے۔''

(الحکم ۱۰/ مارچ ۱۹۰۴ء۔صفحہ ۴)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:''ابراہیم علیہ السلام چونکہ صادق اور خدا تعالیٰ کا وفادار بندہ تھا اس لئے ہر ایک ابتلا کے وقت خدا نے اس کی مدد کی جبکہ وہ ظلم سے آگ میں ڈالا گیا۔خدا نے آگ کو اس کے لئے سرد کردیا......پھر جبکہ ابراہیم نے خدا کے حکم سے اپنے پیارے بیٹے کو جو اسماعیل تھا ایسی پہاڑیوں میں ڈال دیا جن میں نہ پانی نہ دانہ تھا تو خدا نے غیب سے اُس کے لئے پانی اور سامانِ خوراک پیدا کردیا''۔(حقیقة الوحی۔روحانی خزائن جلد۲۲ صفحہ ۵۲)

پھر آپ فرماتے ہیں:

''ابراہیم علیہ السلام کو خدا تعالیٰ نے بہت برکتیں دی تھیں اور وہ ہمیشہ دشمنوں کے حملوں سے سلامت رہا۔پس میرا نام ابراہیم رکھ کر خدا تعالیٰ یہ اشارہ کرتا ہے کہ ایسا ہی اس ابراہیم کو برکتیں دی جائیں گی اور مخالف اس کو کچھ ضرر نہیں پہنچا سکیں گے......ابراہیم سے خدا کی محبت ایسی صاف تھی جو اُس نے اُس کی حفاظت کے لئے بڑے بڑے کام دکھلائے اور غم کے وقت اُس نے ابراہیم کو خود تسلّی دی''۔

(براہین احمدیہ حصہ پنجم۔روحانی خزائن جلد ۲۱ صفحہ ۱۱۴۔۱۱۵)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام مزید فرماتے ہیں کہ:

''جس طرح حضرت ابراہیمؑ خانہ کعبہ کے بانی تھے۔ایسا ہی ہمارے نبی ﷺ خانہ کعبہ کی طرف تمام دنیا کو جھکانے والے تھے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خدا کی طرف جھکنے کی بنیاد ڈالی تھی۔لیکن ہمارے نبی ﷺ نے اس بنیاد کو پورا کیا۔آپ نے خدا کے فضل اور کرم پر ایسا توکّل کیا کہ ہر ایک طالبِ حق کو چاہئے کہ خدا پر بھروسہ کرنا آنجناب سے سیکھے۔حضرت ابراہیم علیہ السلام اُس قوم میں پیدا ہوئے تھے جن میں توحید کا نام ونشان نہ تھا اور کوئی کتاب نہ تھی۔اسی طرح ہمارے نبی ﷺ اُس قوم میں پیدا ہوئے جو جاہلیت میں غرق تھی۔اور کوئی ربّانی کتاب اُن کو نہیں پہنچی تھی۔اور ایک یہ مشابہت ہے کہ خدا نے ابراہیم کے دل کو خوب دھویا اور صاف کیا تھا یہاں تک وہ خویش اور اقارب سے بھی خدا کے لئے بیزار ہوگیا اور دنیا میں بجز خدا کے اس کا کوئی بھی نہ رہا۔ایسا ہی بلکہ اس سے بڑھ کر ہمارے نبی ﷺ پر واقعات گزرے۔اور باوجودیکہ مکّہ میں کوئی ایسا گھر نہ تھا جس سے آنحضرت ﷺ کو کوئی شعبہ قرابت نہ تھا۔مگر خالص خدا کی طرف بلانے سے سب کے سب دشمن ہوگئے اور بجز خدا کے ایک بھی ساتھ نہ رہا۔پھر خدا نے جس طرح ابراہیم کو اکیلا پا کر اس قدر اولاد دی جو آسمان کے ستاروں کی طرح بے شمار ہوگئی۔اسی طرح آنحضرت ﷺ کو اکیلا پا کر بے شمار عنایت کی۔اور وہ صحابہ آپ کی رفاقت میں دئے جو نُجوم السَّماء کی طرح نہ صرف کثیر تھے بلکہ اُن کے دل توحید کی روشنی سے چمک اٹھے تھے''۔

(تریاق القلوب۔روحانی خزائن۔جلد ۱۵ صفحہ۴۷۶،۴۷۷ حاشیہ)

صفت السمیع کے بارے میں مزید چند احادیث اور اقتباسات پیش کرتا ہوں۔

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم ایک وادی کے قریب پہنچے تو لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه اور اللّٰه اکبر کا ذکر بلند آواز میں کرنے لگے۔رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ اے لوگو! دھیما پن اختیار کرو کیونکہ تم کسی بہرے اور غائب کو نہیں پکار رہے بلکہ ''اِنَّهٗ مَعَكُمْ وَاِنَّهٗ سَمِيْعٌ قَرِيْبٌ'' وہ تو تمہارے ساتھ ہے اور وہ بہت سننے والا اور قریب ہے۔(صحیح بخاری کتاب الجهاد والسیر)

حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ رات کو جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو تکبیر کہتے اور پھر کہتے''اے اللہ تُو اپنی حمد کے ساتھ پاک ہے اور تیرا نام برکت والا ہے اور تیری شان بلند ہے اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں''۔اس کے بعد آپ تین دفعہ 'لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه' کہتے اور پھر تین دفعہ 'اَللّٰهُ اَكْبَرُ كَبِيْرًا' کہتے اور پھر یہ دعا کرتے ''مَیں دھتکارے ہوئے شیطان کے وساوس اور اس کے شکوک وشبہات ڈالنے سے سَمِیع اور عَلِیم خدا کی پناہ میں آتا ہوں۔

(ابوداؤد کتاب الصلاة باب من رای الاستفتاح بسبحانک اللهم وبحمدک)

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ میری والدہ نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں عرض کی کہ انس آپ کا خادم ہے۔آپ ﷺ اس کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کریں تو آپ ﷺ نے اَللّٰهُمَّ اَكْثِرْ مَالَهٗ وَوَلَدَهٗ وَبَارِكْ لَهٗ فِيْ مَا أَعْطَيْتَهٗ کی دعا کی یعنی اے اللہ تو اس کے اموال واولاد کو پھیلا دے اور جو کچھ تُو نے اسے دیا ہے اس میں برکت دے۔(صحیح بخاری۔کتاب الدعوات)

اس حدیث کی شرح میں ابن حجرؒ بیان کرتے ہیں کہ صحیح مسلم میں حضرت انسؓ کی اپنی روایت ہے کہ خدا کی قسم! آج میرے پاس بہت مال ودولت ہے اور میری اولاد اور میری اولاد کی اولاد سو کے عدد سے تجاوز کرچکی ہے۔(فتح الباری۔جلد ۱۱۔صفحہ ۱۴۵)

پھر حضرت جابر بن عبداللہؓ کے لئے ایک دعا آنحضرت ﷺ نے کی۔وہ بیان کرتے ہیں کہ ان کے والد عبداللہ مقروض ہونے کی حالت میں وفات پا گئے۔اس پر مَیں نبی ﷺ کے پاس گیا اور عرض کی کہ میرے والد مقروض تھے اور میرے پاس ان کی کھجوروں کی آمد کے علاوہ (قرض اتارنے کے لئے) کچھ نہیں اور جو قرض ان پر تھا وہ کئی سال تک مَیں ادا کرتا رہوں گا۔پس آپ میرے ساتھ تشریف لے چلیں تا کہ قرض خواہ مجھ سے بُرا سلوک نہ کریں۔چنانچہ آنحضور ﷺ نے کھجوروں کے ایک ڈھیر کے گردُ دعا کرتے ہوئے چکر لگایا۔پھر دوسرے ڈھیر کے گرد دعا کرتے ہوئے چکر لگایا اور اس کے بعد اس پر بیٹھ گئے اور فرمایا:''اسے ماپو''۔پھر ان قرض خواہوں کو جو ان کا حصہ تھا پورا ادا کردیا اور جتنی کھجوریں آپ نے دی تھیں (آپ کی دعا کی قبولیت کی برکت سے) اتنی ہی کھجوریں باقی رہ گئیں۔

(بخاری کتاب المناقب باب علامات النبوة فی الاسلام)

ایک اور روایت ہے یہ طائف کے واقعہ کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ابن شہاب روایت کرتے ہیں کہ مجھے عروہؓ نے بتایا کہ امّ المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے انہیں بتایا کہ مَیں نے رسول اللہ ﷺ سے

سیٹلائٹ

عرض کی کہ کیا آپ پر یوم اُحد سے سخت دن بھی آیا ہے؟ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”مجھے تیری قوم سے بڑی تکالیف پہنچی ہیں۔ اوران تکالیف میں سے شدید ترین عقبہ والے دن پہنچی تھی۔ (یعنی طائف کے واقعہ کی طرف اشارہ ہے) جب مَیں نے اپنے آپ کو عَبْدِ یَا لِیْل بِن عَبْدِ کُلَال کے سامنے پیش کیا اور اس نے اس بات کا جواب نہ دیا۔ جس کا مَیں نے ارادہ کیا تھا۔ مَیں غم زدہ ہونے کی حالت میں لوٹ رہا تھا کہ مَیں ’قَرْنُ الثَّعَالِب ‘ چوٹی پر پہنچا۔ مَیں نے اپنا سر اٹھا کر دیکھا تو ایک بادل مجھ پر سایہ کر رہا تھا۔ مَیں نے دیکھا تو اس میں جبریل تھے۔ انہوں نے مجھے مخاطب کر کے پکارا اور کہا ”اللہ تعالیٰ نے تیری قوم کی تیرے بارہ میں رائے سن لی ہے اور اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کے فرشتے کو آپ کے پاس بھیجا ہے تا کہ آپ اسے اس کام کا حکم دیں جو آپ اپنی قوم کے بارہ میں چاہتے ہیں“۔ پس مجھے پہاڑوں کے فرشتہ نے پکارا۔ اس نے مجھے سلام کیا اور کہا : اے محمد! ﷺ اب فیصلہ آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اگر آپ چاہیں تو مَیں دونوں پہاڑوں کو ان پر اُلٹا دوں۔ اس پر نبی ﷺ نے فرمایا: ”مَیں تو یہ خواہش رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کی صلب سے ایسی نسل پیدا کرے جو خدائے واحد کی عبادت کرے اور اس کا کسی کو بھی شریک نہ قرار دے“۔ (بخاری باب اِذا قَالَ اَحدکم :اٰمِیْن وَالْمَلَآئِکَۃُ فِی السَّمَآءِ فَوَافَقَتْ اِحْدٰھُمَا الْاُخْرٰی غُفِرَلَہٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ)۔ چنانچہ ان دعاؤں کے نتیجہ میں بنوثقیف یعنی اہل طائف کو اسلام قبول کرنے کی سعادت ملی۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قبولیت دعا کے چند نمونے پیش ہیں۔

آپ فرماتے ہیں کہ سردار نواب محمد علی خان صاحب، رئیس مالیر کوٹلہ کا لڑکا عبدالرحیم خان ایک شدید تپ محرقہ کی بیماری سے بیمار ہوگیا اور کوئی صورت جانبری کی دکھائی نہیں دیتی تھی گویا مردے کے حکم میں تھا۔ اُس وقت مَیں نے اُس کے لئے دعا کی تو معلوم ہوا کہ تقدیر مبرم کی طرح ہے۔ تب مَیں نے جناب الٰہی میں عرض کی کہ یا الٰہی مَیں اس کے لئے شفاعت کرتا ہوں۔ اس کے جواب میں خدا تعالیٰ نے فرمایا ﴿مَنْ ذَاالَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَہٗ اِلَّا بِاِذْنِہٖ ﴾ یعنی کس کی مجال ہے کہ بغیر اذن الٰہی کے کسی کی شفاعت کر سکے۔ تب مَیں خاموش ہوگیا۔ بعد اس کے بغیر توقف کے یہ الہام ہوا ”اِنَّکَ اَنْتَ الْمَجَاز“ یعنی تجھے شفاعت کرنے کی اجازت دی گئی۔ تب مَیں نے بہت تضرع اور ابتہال سے دعا کرنی شروع کی تو خدا تعالیٰ نے میری دعا قبول فرمائی اور لڑکا گویا قبر میں سے نکل کر باہر آیا۔ اور آثار صحت ظاہر ہوئے اور اس قدر لاغر ہو گیا تھا کہ مدت دراز کے بعد وہ اپنے اصلی بدن پر آیا اور تندرست ہوگیا اور زندہ موجود ہے“۔ اور ان کی اللہ تعالیٰ کے فضل سے بڑی لمبی عمر ہوئی بعد میں۔

پھر آپ فرماتے ہیں کہ ”شیخ مہر علی ہوشیار پوری کی نسبت پیشگوئی۔ یعنی خواب میں مَیں نے دیکھا کہ اس کے گھر کو آگ لگ گئی ہے اور پھر مَیں نے اس کو بجھایا۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ آخر میری دعا سے رہائی ہوگی۔ یہ تمام پیشگوئی مَیں نے خط لکھ کر شیخ مہر علی کو اس سے اطلاع دی۔ بعد اسکے پیشگوئی کے مطابق اس پر قید کی مصیبت آئی اور پھر قید کے بعد پیشگوئی کے دوسرے حصہ کے مطابق اس نے رہائی پائی“۔ (حقیقۃ الوحی ، روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۲۳۳)

پھر آپؑ فرماتے ہیں کہ ”سردار خان برادر حکیم شاہنواز خان جو ساکن راولپنڈی ہیں میری طرف لکھتے ہیں کہ ایک مقدمہ میں ان کے بھائی شاہنواز خان کی مع ایک فریق مخالف کے عدالت میں ضمانت لی گئی تھی جس میں حضرت صاحب سے یعنی مجھ سے بعد اپیل دعا کرائی گئی تھی۔ اور ہر دو فریق نے اپیل کیا تھا۔ چنانچہ دعا کی برکت سے شاہنواز کا اپیل منظور ہو گیا اور فریق ثانی کی اپیل خارج ہو گئی۔ قانون دان لوگ کہتے تھے کہ اپیل کرنا بے فائدہ ہے کیونکہ بالمقابل ضمانتیں ہیں۔ یہ دعا کا اثر تھا کہ دشمن کی ضمانت قائم رہی اور شاہنواز ضمانت سے بری کیا گیا“۔ (حقیقۃ الوحی۔ روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۳۳۷)

پھر آپ اپنے ایک بیٹے کے بارہ میں قبولیت دعا کے ضمن میں فرماتے ہیں:

”بشیر احمد میرا لڑکا آنکھوں کی بیماری سے ایسا بیمار ہو گیا تھا کہ کوئی دوا فائدہ نہیں کر سکتی تھی اور بینائی جاتے رہنے کا اندیشہ تھا۔ جب شدت مرض انتہا تک پہنچ گئی تب مَیں نے دعا کی تو الہام ہوا ”بَرَّقَ طِفْلِیْ بَشِیْر“ یعنی میرا لڑکا بشیر دیکھنے لگا۔ تب اسی دن یا دوسرے دن وہ شفایاب ہو گیا۔ یہ واقعہ بھی قریباً سو آدمی کو معلوم ہوگا“۔ (حقیقۃ الوحی روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۲۴۰)

پھر آپؑ کے کچھ الہامات ہیں:

۱۸۸۳ء کا ایک ہے۔ ”سَلَامٌ عَلَیْکَ جُعِلْتَ مُبَارَکًا سَمِعَ اللّٰہُ اِنَّہٗ سَمِیْعُ الدُّعَآءِ“۔

(براہین احمدیہ ہر چہار حصص ، روحانی خزائن جلد ۱ صفحہ ۶۲۰)

تجھ پر سلام۔ تو مبارک کیا گیا۔ خدا نے دعا سن لی۔ وہ دعاؤں کو سنتا ہے۔ (تذکرہ صفحہ ۹۶)

فرماتے ہیں: مجھے بارہا خدا تعالیٰ مخاطب کر کے فرما چکا ہے کہ ”جب تُو دعا کرے تو مَیں تیری سنوں گا“۔ (تذکرہ صفحہ ۵۱۵ مطبوعہ ۱۹۶۹ء)

پھر الہام ہے: ”قَدْ سَمِعَ اللّٰہُ اُجِیْبَتْ دَعْوَتُکَ۔ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَالَّذِیْنَ ھُمْ مُحْسِنُوْن“۔ اللہ تعالیٰ نے تیری دعا سن لی۔ تیری دعا قبول کی گئی۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے ساتھ ہے جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں اور وہ جو نیکی کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی مقبول دعاؤں کی توفیق دے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مشن کو آگے بڑھانے والے ہوں۔ اور سب سے بڑھ کر جو دعا ہماری ہونی چاہئے وہ غلبہ اسلام کے لئے کہ اللہ تعالیٰ جلد دنیا پر آنحضرت ﷺ کا جھنڈا لہرائے۔

آخر پر ایک اور تھوڑی سی بات کرنا چاہتا ہوں۔ ایڈیشنل وکیل المال صاحب نے توجہ دلائی کہ یہ مہینہ مالی سال کا آخری مہینہ ہے تو اس میں چندہ عام اور چندہ جلسہ سالانہ کی طرف احباب کو توجہ دلائی جائے۔ مجموعی طور پر تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے کوئی ایسی فکر کی بات نہیں۔ جہاں ہمیشہ اللہ تعالیٰ نے سلوک کیا ہے وہ آئندہ بھی انشاء اللہ ہم سے وہی سلوک کرے گا اور خود ہمارا کفیل ہوگا۔ اور ہماری ہر ضرورت کو پورا کرنے والا ہوگا۔ اس بارہ میں تو ذرّہ بھی کوئی شک نہیں۔ لیکن بعض انفرادی لوگوں کو توجہ دلانے کی ضرورت پڑتی ہے۔ اس ضمن میں یہ مَیں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اس کی تین صورتیں ہوتی ہیں کہ شروع میں بعض لوگ تشخیص صحیح نہیں کرواتے۔ کس وجہ سے؟ وہ بہتر جانتے ہیں۔ کسی پر مَیں بدظنی نہیں کرتا۔ اس صورت میں ان سے درخواست ہے کہ وہ اب اس سال کے آخری مہینہ میں بھی اپنی صحیح آمد کے مطابق اپنا بجٹ بنوائیں۔

دوسرے صحیح بجٹ تو بنواتے ہیں لیکن بعض حالات ایسے آگئے، کسی ایسے کرائسس میں آگئے کہ چندوں کی ادائیگی نہیں کر سکے اور باوجود بہت کوشش کے، نیک نیتی کے، بہت مشکل میں گرفتار ہیں۔ تو ایسے لوگوں سے درخواست ہے کہ جیسا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی فرمایا تھا کہ آپ درخواست دیں نظام جماعت کو، خلیفۂ وقت کو۔ تو جو ایسی صورت میں ہیں ان کو جس شرح سے بھی وہ دینا چاہتے ہیں اس کے مطابق دیا جائے گا۔ یا اگر معاف کروانا چاہتے ہیں تو معاف ہو جائے گا۔ لیکن قول سدید سے کام لینا چاہئے۔ اور اب مَیں بھی یہی کہتا ہوں کہ جو بھی درخواستیں آئیں گی انشاء اللہ تعالیٰ آپ کی خواہش کے مطابق، حالات کے مطابق ان کو اسی طرح (Treat) کیا جائے گا۔

تیسری صورت یہ ہوتی ہے کہ اگر شروع میں بجٹ جو بھی بنا اور اس کے بعد اگر حالات بہتر ہوئے تو بجائے اس کے کہ صرف بجٹ کے مطابق ادائیگی ہو جس طرح اللہ تعالیٰ کے فضل نازل ہوئے ان کے مطابق اپنی ادائیگی کرنے کی طرف توجہ کریں۔ کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ سے ہمارے سودے صاف ہوں گے تو وہ سمیع اور علیم خدا ہے، ہمارے حالات سے باخبر ہے۔ ہماری نیک نیتی کو دیکھتے ہوئے ہماری دعاؤں کو زیادہ سنے گا اور سب سے زیادہ اگر ہمیں کسی چیز کی ضرورت ہے اس وقت، اس زمانہ میں اور اپنی ذات کے لئے بھی تو وہ اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت ہے اور اس کے حضور عاجزانہ دعائیں ہیں جو اس کے حضور قبولیت کا شرف پائیں۔ تو میری یہ درخواست ہے کہ دعاؤں کی قبولیت کے لئے بھی یہ بہت ضروری ہے کہ اپنے ہر قسم کے معاملات خدا تعالیٰ سے صاف رکھیں۔

Earlsfield Properties

We will manage your property at 0% commission
Guaranteed rate schemes for 3 & 5 years
Free management Service
Guaranteed vacant possession

175 Merton Road London SW18 5EF
Tel: 020-8265-6000 or 020 8877 - 0762 Fax: 020 8874 9754

fozman foods

BUYING GROUP FOR GROCERS & C.T.N. SHOPS

2 SANDY HILL ROAD, ILFORD, ESSEX

TEL: 0181-553-3611

اِک خاک کے ذرّے پہ عنایات کا عالم

(امتہ الباری ناصر۔ کراچی)

ایک فیض رساں کے الطاف واکرام کا ذکر کرنے کے لئے اکتساب فیض کرنے والے کا ذکر کرنا ہی پڑتا ہے۔جس طرح ذرّۂ خاک پر سورج کی شعاع پڑے تو وہ چمکنے لگتا ہے مگر روشنی سورج ہی کی ہوتی ہے۔اس خوشگوار مجبوری کے تحت کچھ نہ کچھ خاکسار کا ذکر گوارا کرنا پڑے گا۔ میرا حال اُس غریب مچھیرے کا سا ہے جسے خاص عنایت الٰہی سے کچھ قیمتی موتی مل جائیں ۔ وہ اس دولت کو ساری دنیا کی نظروں سے بچاکے اپنی کٹیا میں چیتھڑوں میں چھپا کے رکھ لے۔مگر جب دل مچلے تو سارے روزن بند کرکے، اکیلے میں ،ذرا دیر کے لئے سارے موتی نکال کر مختلف ترتیبوں سے رکھ کر، دیکھ کر آنکھیں ٹھنڈی کرے اور پھر چھپا لے۔آج مَیں نے صرف وہ موتی منتخب کئے ہیں جو مجھے اپنی ٹوٹی پھوٹی منظوم کوششوں پر بصورت دعا اور داد ملے ہیں۔اگر مجھ جیسی حقیر فقیر کے پاس اپنے آقا کی عنایات کا ایسا ذخیرہ ہے تو ہر شاعر جو مجھ سے بہتر ہے کیسی کیسی دولت کا مالک ہوگا۔اس سے میرے آقا پیارے حضور کے دل کی وسعتوں کا اندازہ لگایئے۔ ؎

ہے سایہ فگن آسماں معرفت کا غنیمت ہے ناچیز ذروں کی خاطر شغف
میرے سورج کا شعر و ادب میں زمیں پہ بہت رُوپ آیا ہوا ہے

طالب علمی کے زمانے میں کالج و یونیورسٹی کی تقریبات ومحافل میں رنگینیٔ بزم کے لئے شریر نظمیں یا طرحی مشاعروں کے لئے گھڑی ہوئی غزلیں کہتے ہوئے یہ سوچا بھی نہیں تھا کہ میری یہ فطری صلاحیت کسی گنتی شمار میں آسکتی ہے۔پھر یہ ہوا کہ ۱۹۷۴ء اور بعد کے دُکھ بھرے حالات میں قلب و روح پر لگتی ہوئی ضربیں ایسا درد پیدا کرتیں جو سسکتے ہوئے حرفوں کا لباس پہن کر شعر ہوجاتا۔ ۱۹۸۲ء تک چند سنجیدہ نظمیں ہوئیں جن کا رخ ایک ہی تھا ؎

مالک ِلولاک تیرے نام لیوا ہم بھی ہیں
اک نگاہِ لطف ورحمت دل گرفتہ ہم بھی ہیں

فیصلہ یہ کون کہتا ہے شکست فاش ہے
اَنْتُمُ الْاَعْلَوْن کا وعدہ ہمارے ساتھ ہے

کفِ قاتل کے سلیقہ کو سراہا جائے
جان دی جائے ، نہ چیخا نہ کراہا جائے

کچھ نظمیں ہفت روزہ لاہور میں چھپیں، کچھ مصباح میں دیں تاہم ایک ٹھہری ہوئی کیفیت تھی تا آنکہ ۱۹۸۳ء کے اوائل میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کراچی تشریف لائے۔گیسٹ ہاؤس کے سبزہ زار پر محافل سوال وجواب ہوئیں اور شام کو مختصر ملاقات کی سعادت مل جاتی۔ خاکسار کو خواتین میں مجلس عرفان میں حضورؒ کے بہت قریب جگہ ملی ۔زندگی کا پہلا واقعہ تھا کہ خلیفۂ وقت اس قدر قریب،روح اتھل پتھل ہوگئی۔پھر آپ کا تبحّر علمی ،مشفقانہ انداز،محبتوں کا بحرِ موّاج تھا جس میں جو تھا ڈوب گیا۔ مَیں ایک ڈائری میں آپ کے ارشادات لکھتی جا رہی تھی۔بچوں کی سی خواہش مچلی کہ اس ڈائری پر آپؒ سے دستخط لے لوں ۔ اتنے میں آپ نے کسی کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ سارے خط آپ خود دیکھتے ہیں اور جواب دیتے ہیں۔گھر آکر حضور کو خط لکھا۔نہ جانے کیا کیا لکھا اور دعا کرنے لگی کاش میرے خط کا جواب حضور کے دستخطوں کے ساتھ آئے۔

دعا قبول ہوئی، جواب آیا۔لفافہ کھولا تو سارا خط دست مبارک سے تحریر شدہ تھا۔اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر کیا۔ آپؒ نے لکھا تھا:

عزیزہ امتہ الباری

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کے خط سے یہ معلوم کرکے بڑی خوشی ہوئی کہ میرا کراچی کا سفر بے کار نہیں گیا اور اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے میری حقیر کوششوں میں برکت ڈالی اور اخلاص کے وہ میٹھے پھل لگائے جن کی خوشبو اور لذت آپ کی تحریر کے بھی فقرے فقرے سے پھوٹ رہی ہے۔ الحمدللہ کہ آپ کے بچوں نے بھی اس سفر سے استفادہ کیا۔

اللہ تعالیٰ آپ سب کو کامیاب و کامران خوشیوں سے معمور خدمت دین سے مہکتی ہوئی زندگی عطا فرمائے اور دنیا وآخرت کی حسنات سے نوازے۔خدا حافظ۔

والسلام خاکسار

(دستخط)

یہ خط پا کر کیفیت کچھ اس طرح تھی:

تو نے مجھے خرید لیا اک نگہ کے ساتھ۔

حضور ایدہ الودود کی کراچی آمد کی خوشی میں ایک نظم ہوگئی تھی جو بغرض دعا حضور کی خدمت میں پیش کردی۔ چند اشعار یوں تھے ؎

خوش ہیں احمدؑ کے فدائی کہ حضور آئے ہیں
حمد باری میں مگن پیکر نور آئے ہیں
مئے عرفاں کی لذت کی کشش میں پیاسے
پینے آئے ہیں پئے کیف و سرور آئے ہیں
عبد و معبود میں پھر ہونے لگے راز و نیاز
ایسا لگتا ہے کہ موسیٰ سرِ طور آئے ہیں

پیارے حضور نے ازراہ شفقت پسند فرمائی اور دعاؤں سے نوازا۔

’’آپ کی نظم ’مجلس عرفان کا تأثر‘ پڑھی۔آپ کے پرخلوص جذبات اور نیک توقعات پر تہِ دل سے ممنون ہوں۔ماشاءاللہ آپ خوب لکھتی ہیں۔ مجھے خیال نہیں تھا کہ آپ کو فصاحت و بلاغت میں اتنا کمال حاصل ہے۔اللہ تعالیٰ آپ کی صلاحیتوں کو مزید جلا بخشے اور خدمت دین کے لئے استعمال کرنے کی توفیق بخشے اور دین اور دنیا کی حسنات سے نوازے۔آمین‘‘۔(مکتوب ۷۔۱۱۔۹۳)

’صلاحیتوں کی جِلا‘ اور ’خدمت دین کے لئے استعمال کرنے کی توفیق‘ کی دعا نے خاکسار کو ایسی راہوں پر ڈالا جو یقیناً رضائے الٰہی کی راہیں ہیں ۔ یہ حضور کا اعجاز ہے، نہ جانے مجھ جیسے کتنے فقیروں کا ہاتھ پکڑ کر تونگر بنا ڈالا۔الحمدللّٰہ علی ذٰلک۔

......☆......☆......

پھر حضورؒ بہت دل دکھانے والے حالات میں لندن تشریف لے گئے۔ الٰہی جماعتوں میں پیر ومرید یک جان و دو قالب ہوتے ہیں۔دونوں طرف ایسی تڑپ تھی کہ کوئی سمجھ نہیں سکتا تھا کون پیا ہے کون پریمی۔ایسے میں آپ کے خطبات وخطابات جو کیسٹس کے توسط سے ہم تک پہنچتے ، دل ہلا دیتے۔ایک خطاب میں آپ نے فرمایا :﴿مَنْ اَنْصَارِی اِلَی اللّٰہ﴾۔میرا دل پکارا ؎

حاضر ہیں دل وجان سے اے قافلہ سالار!

حسرت ہے کہ جاں آپ پہ صدقے کریں سوبار
اور ظلم کے بُت اپنی دعاؤں سے گرا دیں
ہم داعی الی اللہ نہیں بے کس و لاچار
حالات بہت اچھے ہیں اور حوصلے قائم۔

یہ نظم مصباح میں چھپی ۔ پیارے حضور کی نظریں پڑیں۔آپ نے حوصلہ افزائی فرمائی:

’’کچھ دن پہلے مصباح میں آپ کی ایک نظم پڑھی جو نظروں کے راستے دل میں اترتی چلی گئی اور مَیں آپ کے لئے دعا کرتا رہا‘‘۔

دلداری کے یہ دلفریب انداز حضور کے ساتھ مخصوص ہیں ۔ وہ دن بہت ہی دردناک تھے ۔ لجنہ کے اجتماع میں ایک نظم سنائی:

لندن کی فضاؤں میں اے بادصبا

مجھے یاد ہے، ہر آنکھ پُرنم تھی، ہر دل دعا گو۔ پیارے آقا کو بھی بھیج دی۔آپ نے دست مبارک سے تحریر فرمایا:

’’آپ کی بہت پیاری نظم ایک بہت پُرخلوص خط کے ساتھ ملی ۔خط بھی تو شعریت میں گندھا ہوا تھا اور جذبات کی لطافت اور پاکیزگی میں نظم سے پیچھے نہیں تھا۔جَزَاکُمُ اللّٰہُ اَحْسَنَ الْجَزَاء۔

اللہ تعالیٰ آپ کی ذہنی اور قلبی صلاحیتوں کو اور بھی جلا بخشے اور اپنے قُرب کی راہیں نصیب فرمائے اور اپنے سایۂ عاطفت کے نیچے آپ کی ہر خوبی کو نشوونما عطا فرماتا رہے اور ہر کمزوری کو ڈھانپتا رہے۔

مجھے لگتا ہے یہ سال ہمارے لئے بے حد مبارک ہوگا اور اللہ کے پیار اور رحمتوں کے نئے نئے درخشندہ نشان لے کر آئے گا۔اللہ میری توقعات سے بہت بڑھ کر اور جلد تر جماعت کی خوشیاں مجھے دکھائے ،آمین‘‘۔

(مکتوب ۹۔۱۔۸۵)

سب آپ کا بڑا پن ہے۔ایک حقیر ذرّۂ ناچیز کی حوصلہ افزائی فرمائی ۔آپ کو کیسے کیسے قادرالکلام شعرائے کرام اپنا کلام دکھاتے ہوں گے۔اُن میں خاکسار کی حیثیت ہی کیا تھی ۔ بعض دفعہ بڑے شاعر نوآموز تک بندیوں کی حوصلہ افزائی بھی نہیں کرتے۔مگر آپ کا دل بہت بڑا ہے۔بے اختیار ہوکر اللہ تعالیٰ کا شکر کرنے کا جذبہ بیدار ہوتا تھا جس نے ایسا آقا عطا فرمایا۔

......☆......☆......

جلسہ سالانہ یوکے کے قریب پر شکستہ زیادہ محزون ہوجاتے ۔حضور کی نظموں میں بھی جلسہ کے دنوں کا کرب نمایاں نظر آتا ہے۔میرا ایک ٹوٹا پھوٹا اظہار تھا ؎

ہم اے غریب الوطن مسافر خدا کے وعدوں پہ جی رہے ہیں
یہ فاصلوں کے دریدہ دامن ہم اپنی پلکوں سے سی رہے ہیں
نہیں ہے توہینِ غم گوارا کسی سے کہنے سے فائدہ کیا
جو کوئی پوچھے کہ حال کیا ہے؟ جواب دیتے ہیں جی رہے ہیں
ہمیں جو تلقین صبر کی تھی یہ گھڑیاں اتنی طویل کیوں ہیں
ٹلے گی آفتِ جور وظلمت ، اسی تمنا پہ جی رہے ہیں

پیارے آقا نے ۱۷۔۷۔۸۵ کے مکتوب میں اس کے جواب میں تحریر فرمایا:

’’آپ کی نظم کے جواب میں ابھی تک صرف ایک ہی شعر کہہ سکا ہوں وہ بھی خود بخود زبان پر آگیا۔اب منتظر ہوں کہ اس کا ساتھی ایک اور شعر مہیا ہوجائے تو آپ کو دو شعروں میں اس نظم کا جواب بھیج دوں‘‘۔

پھر یہ دو شعر تو نہیں آئے البتہ حضور پرنور کی ایک نظم آئی جس کا پہلا شعر سن کر لگا کہ میری نظم کا جواب ہو سکتا ہے ؎

دیار مغرب سے جانے والو دیار مشرق کے باسیوں کو
کسی غریب الوطن مسافر کی چاہتوں کا سلام کہنا

......☆......☆......

جماعت کے حالات حساس دلوں کو اپنی گرفت میں رکھتے ۔ الٰہی جماعتوں پر ابتلاؤں اور ابتلاؤں کے بعد فتوحات کے وعدے جینے کا سامان بنتے ہیں۔خلیفۂ وقت کی دُوری کا غم خوشیوں کے مواقع کو بھی حزیں بنادیتا۔ایسے میں عید کا تصور کیا کیا تصویریں دکھاتا ہے۔ ۱۹۸۵ء کی عید تھی۔ایک نظم ہوگئی ؎

عید کے چاند سنا
کون کس حال میں تھا

پہلے اس ماں کا حال پوچھا جس کا جگر گوشہ کلمہ پڑھنے کے جرم میں جیل میں تھا۔پھر اس بیوہ کا جس کے شوہر کو جماعت سے وابستگی پر چھُرا گھونپ دیا گیا تھا۔پھر اہل ربوہ کا حال پوچھا جو آقا کے بغیر عید منائیں گے اور پھر چاند کو مخاطب کرکے آقا کا حال پوچھا کیونکہ وہ ہماری پہنچ سے دُور تھے، چاند کی نہیں۔

عید کے چاند سنا
حال آقا کا سنا
تم کو تو روک نہیں
روز و شب دیکھا کیا
کیسی صحت ہے بتا
گلا اب ٹھیک ہے کیا

آخری شعر تھے ؎

اس قدر تڑپیں گے ہم
ہو کے آقا سے جُدا
مجھ کو معلوم نہ تھا
مجھ کو اندازہ نہ تھا

پیارے آقا کو اس نظم کی بے ساختگی پسند آگئی۔خط کیا ملا میری تو عید ہوگئی ۔تحریر فرمایا، اور دست مبارک کی تحریر:۔

’’۸۵۔۱۰۔۳۰

عزیزی امتہ الباری

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کی نظموں کو اللہ تعالیٰ نے ایک انفرادیت بخشی ہے۔اللہ یہ امتیاز ہمیشہ قائم رکھے۔اللہ تعالیٰ نے آپ کے اشعار کو سچائی کا حسن عطا فرمایا ہے ۔اللہ اس حسن کو ہمیشہ فروغ بخشتا رہے۔

آپ کی بے تکلف ،سادہ ،خودرَو نظم ’عید کے چاند سنا‘ نے دل پر گہرا اثر کیا۔مگر ایک مصرع اگر ذرا سا تبدیل کردیں تو میرے تلفظ کے مطابق زیادہ موزوں ہوگا ۔صِحْت کی بجائے میری زبان پر تو صِحَت لفظ آتا ہے اس لئے ’صِحْت کیسی ہے بتا‘ کو ’کیسی صِحَتْ ہے بتا‘ میں تبدیل کردیں۔

اللہ آپ کو صحت و عافیت والی خوشیوں سے معمور خدمت دین سے مزین لمبی بامراد باثمر زندگی عطا فرمائے......‘‘۔

خط میں جو دعائیں تحریر فرمائیں میرے من کی مرادیں بھی وہی ہیں مگر پیارے آقا کے الفاظ اس قدر جامع ہیں کہ دعا کے لئے ہاتھ اٹھیں تو ان سے بہتر لفظ نہیں سوجھتے ۔اور پھر جب یہ بھی ذہن میں ہو کہ یہ الفاظ ایسی ہستی نے تحریر فرمائے ہیں جو درگہ الٰہی میں بلند مقام اور قبولیت کی سند رکھتی ہے تو دل حمد وشکر سے بھر جاتا ہے۔

......☆......☆......

یہ دَورِ مہجوری کے وہ دن تھے جو ہمہ وقت درد میں ڈوبے رہتے۔

......☆......☆......

اللہ کریم نے محروم دلوں کی طمانیت کے لئے ایک صورت یہ نکالی کہ خطبات کے کیسٹ ملنے لگے۔ کیسٹ حاصل کرنا، سننا، سنانا، پھر خطبوں پر تبصرے کرنا ہر طرف یہی موضوعات چل رہے تھے۔ کیسٹ گویا ہر دل کے درد کی دوا تھی۔ نظم میں ان جذبات نے یہ روپ دھارا ؎

کبھی دیتے ہیں ہم کو حوصلہ ہمت بڑھاتے ہیں
کبھی اللہ کے وعدوں کی خوشخبری سناتے ہیں
کبھی آیات قرآنی کی تصویریں بناتے ہیں
رحیم و ارحم و راحم کا چہرہ بھی دکھاتے ہیں
خدا ہی بے بسوں کا آسرا ہے جانتے کیسے
اگر کیسٹ نہ آتے تو یہ دن ہم کاٹتے کیسے

اب مجھے تھوڑا سا حوصلہ ہوگیا تھا کہ پیارے آقا ہمت بڑھاتے ہیں۔ یہ نظم آپ کو بھیج دی۔ پیارے آقا نے ازراہ شفقت تحریر فرمایا:

”آپ کا خط اور خطبات پر نظم موصول ہوئی۔ آپ کے جذبات قابل احترام ہیں۔ اللہ انہیں شرف قبولیت سے نوازے۔ اللہ آپ کے علم کلام میں مزید برکت عطا فرمائے ......“۔ (مکتوب ۸۵۔۱۲۔۱۷)

......☆......☆......

حضور کے لطف و کرم کی بارشیں تشکر اور سرشاری عطا کرتیں۔ کبھی مَیں نے ایک شعر کہا تھا ؎

اُن کو اک ہجر گزیدہ کی محبت کا سلام
مجھ سی گمنام کو وہ نام سے پہچانتے ہیں

مجھے وہ نام سے پہچانتے ہیں میرے لئے یہی سعادت اوقات سے بڑھ کر تھی۔ مگر آپ کی عطائیں فراخیٔ داماں کا تقاضا کرتیں۔ کبھی حوصلہ افزائی براہ راست ملتی کبھی بالواسطہ۔ میری سہیلی میری محسنہ رفیقہ کار مسز برکت ناصر کے نام ایک مکتوب میں آپ نے دست مبارک سے تحریر فرمایا:

”مصباح میں باری کی ایک نظم چھپی ہے جس کے آخر میں ”دیکھو“ آتا ہے اور آدمی دیکھتا رہ جاتا ہے“۔

اس نظم کا ایک شعر تھا ؎

بیٹیاں جان سے پیاری ہیں پہ رخصت کر کے
بوجھ اتر جاتا ہے ماں باپ کے سر سے دیکھو

......☆......☆......

اسیران راہ مولیٰ کی بے گناہی اور قید و بند کی مصیبتوں پر ہر احمدی کا دل دکھتا تھا۔ خاص طور پر حضور پرنور کی تکلیف دیکھ کر یہ دُکھن دوچند ہو جاتی۔ دعا کی تحریک ہوتی اور اکثر یہ دعا آنسوؤں سے بھیگے ہوئے الفاظ میں نظم ہو جاتی۔ خاکسار کی دسمبر ۱۹۸۸ء کی کہی ہوئی نظم الفضل ۱۱/فروری ۱۹۸۹ء کے شمارہ میں شائع ہوئی۔ کچھ اشعار پڑھیئے تا کہ حضور پرنور کی مشفقانہ داد کا زیادہ لطف آئے۔ ؎

جہانِ عشق کی توقیر تم نے بڑھا دی
نثار ایسی اسیری پہ لاکھ آزادی
رُندھے گلے سے لیا جب بھی لب پہ نام آیا
جو بدلی غم کی اٹھی دل پہ تھوڑی برسادی
ستم سہا ہے تو برسا ہے خوب ابرکرم
ہوئے ہیں ایک تناسب سے دونوں ایزادی
ستم ظریفیٔ قدرت پہ محو حیرت ہوں
وہ خود کہاں ہے ہمیں جس نے اتنی ایذا دی
تمہارے صبر کی ہوں گی روایتیں تحریر
نئے حوالوں سے تاریخ تم نے لکھوادی

ذیل کا خط پیارے حضور نے دست مبارک سے لکھا۔

”۱۹۸۹-۱-۱۷

عزیزہ امتہ الباری
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ابھی الفضل ۱۱/جنوری میں آپ کی نظم ”اسیران راہ مولیٰ“ پڑھی تو:

جو بدلی غم کی اٹھی دل پہ تھوڑی برسادی

ساری نظم ہی بڑی پر اثر ہے اور فصیح و بلیغ ہے مگر بعض اشعار اور بعض مصرعے تو شوخیٔ تحریر کے فریادی بنے ہوئے ہیں۔

مَیں نے سوچا کہ پہلے اس سے کہ میری آنکھیں خشک ہو جائیں مَیں آپ کو بتا دوں کہ یہ نظم پڑھ کر اسیران راہ مولا کے ساتھ ساتھ میرے دل نے آپ کو بھی دعائیں دیں۔ جَزَاکُمُ اللّٰہ اَحْسَنَ الْجَزَاء فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃ۔ والسلام خاکسار۔

مرزا طاہر احمد“

......☆......☆......

ایک دفعہ ایک جلی کٹی نظم پر بھی داد مل گئی۔ نظم کے کچھ شعر پڑھ کر اندازہ ہو جائے گا کہ موضوع کون تھا ؎

میرے عزیزوں کو آزار دینے والے تجھے
عذاب آئے تو بے حد سکون آئے مجھے
بلا کشانِ محبت کی ایسی آہ لگے
کہ تیرا ذکر شریفوں کو اک گناہ لگے
وہ چشمِ کور جو سچائیاں نہ دیکھ سکے
خدا کرے کہ وہ دنیا میں کچھ نہ دیکھ سکے
کوئی جہان میں تم جیسا بدنصیب نہ ہو
بوقت مرگ تمہیں کلمہ بھی نصیب نہ ہو

اس پر ۲۴/اپریل ۱۹۸۷ء کے خط میں تحریر فرمایا:

”آپ کا خط اور نظم ’غبار دل‘ پڑھ کر خوشی ہوئی۔ ایسی جلی کٹی سنائی ہیں کہ کمال کر دی ہے۔ عورت ہی ایسا لکھ سکتی ہے۔ واقعی آپ کی نظم عنوان ’غبار دل‘ کے مطابق ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی شاعری میں نکھار پیدا کرے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی شان میں بہترین کلام پیش کرنے کی توفیق دے۔ دشمن تو مرفوع القلم ہے اس کا کیا نام لینا......“۔

......☆......☆......

اللہ تعالیٰ کے فضل واحسان سے حضرت مسیح موعودؑ کی شان میں مدحیہ نظم کہنے کی توفیق ملی۔ یہ نظم آقا نے پسند فرمائی۔

۸۹-۱۲-۱۱ کے خط میں تحریر فرمایا:

”آپ نے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مدح لکھی ہے اس کے بعض شعر تو بہت ہی پسند آئے ہیں۔ بہت پُر اثر کلام ہے الحمدللہ۔ ماشاء اللہ۔ اللہ تعالیٰ مزید لکھنے کی توفیق دے۔ خاص طور پر یہ شعر بہت پسند آئے ہیں ؎

وہ جس دل میں بھی دیکھیں پیار سے سب خارِ غم چُن لیں
جو گل ہو اپنے دامن میں وہ نذر دوستاں کر دیں
وہ، برکت جن کے کپڑوں سے اکابر بادشاہ پائیں
وہ جس بستی میں رہتے ہوں اسے دارالاماں کر دیں
سلام ان نیم وا آنکھوں پہ رحمت بار نظروں پر
کبھی دل کو کریں گھائل کبھی تحلیل جاں کر دیں

لیکن ایک شعر میں کچھ کمزوری رہ گئی ہے ؎

وہ صابر جن کو دسترخوان کے ٹکڑے نہ ملتے تھے
وہ لنگر عام کھولیں اور جہاں کو میہماں کر دیں

’مہمان کر لینا‘ تو محاورہ ہے لیکن ”کر دینے“ کا استعمال مہمان کے شایان شان نہیں۔ اس لئے اُردو میں رائج نہیں۔ مَیں نے اس شعر کو یوں بدل دیا ہے

سلام ان پر جنہیں ملتے تھے دسترخوان کے ٹکڑے
وہ وسعت دے کے لنگر کو برائے کُل جہاں کر دیں

......☆......☆......

۱۶/فروری ۱۹۸۹ء کے الفضل میں چھپنے والی نظم پر میرے پیارے آقا کی نگاہیں پڑیں۔ میری خوش قسمتی کہ حضور نے نظم کی پسندیدگی کا خط لکھوایا۔ اس نظم کے کچھ شعر پڑھیئے تا کہ اندازہ ہو کہ جب مجھے یہ خط ملا ہوگا تو میری خوشی کا عالم کیا ہوا ہوگا۔ آقا کا حسنِ نظر اور خاکسار کے لئے دعاؤں کے ساماں۔ ؎

میرے آقا نے خود مجھ کو لکھا خط
یہ سرمایہ ہے میری زندگی کا
ہوا ہے صبر کا پیمانہ لبریز
الٰہی اذن ہو اب واپسی کا
نگاہ اٹھے تو آقا روبرو ہو
یہی دل چاہتا ہے ہر کسی کا
جلَو میں لاتا ہے سیلاب رحمت
ذرا سا عکس آنکھوں میں نمی کا
خدایا تیرے بندے اور بے بس!
زمانے کو نہ دے موقع ہنسی کا
جو چاہی کرب نے صورت بنالی
مرے بس کا نہیں فن شاعری کا

۸۹-۲-۲۳ کے خط میں فرمایا:

”الفضل ۱۶/فروری کی اشاعت میں آپ کی نظم پڑھی۔ ماشاء اللہ بہت عمدہ نظم ہے اور یہ شعر تو خاص طور پر لائق تحسین ہے کہ ؎

جِلو میں لاتا ہے سیلاب رحمت
ذرا سا عکس آنکھوں میں نمی کا

یہ شعر خصوصاً اس لئے عین دل کے نشانے پر لگا کہ ایک ہی دن پہلے مَیں یہ مضمون سوچ رہا تھا کہ اللہ کی لا انتہا رحمت کی کیا شان ہے کہ ہماری آنکھوں کی نمی پر ہی رحمتوں کی بارش برسا دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ آپ کے ظاہر و باطن کو پاکیزہ اور خوشنما بنائے اور آپ کے حسنِ فطرت اور حسنِ معرفت کو چار چاند لگا دے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو۔“

دل چاہتا ہے پیارے حضور کے دعائیہ الفاظ الگ لکھ کر مرتب کروں۔ عجیب اثر انگیز، رحم کو جذب کرنے والے الفاظ ہیں۔ ”ظاہر و باطن کو پاکیزہ اور خوشنما بنائے، حسن فطرت اور حسن معرفت کو چار چاند لگائے، اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو“۔ ؎

میرے آقا کی ساری دعائیں ہوں پوری
علاوہ ازیں چاہئے اور کیا ہے

......☆......☆......

خاکسار کی خدمت اقدس میں بھجوائی ہوئی دو نظموں پر ایک ہی مکتوب میں دلنواز تبصرہ موصول ہوا۔ دست مبارک کی یہ تحریر خاکسار کے لئے نعمت غیر مترقبہ ہے۔

(مکتوب ۱۹۹۰-۴-۳۰)

”چھ سال پہلے میں ۲۹/اور ۳۰/کی درمیانی رات کو کراچی سے روانہ ہوا تھا۔ اس وقت تو آپ کو سوتا چھوڑ کر آیا تھا۔ یہ خبر نہ تھی کہ روتا چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ اب اللہ جلد تر مجھے آپ سب کو ہنستا ہوا دکھائے تو اپنے آنسو ہمیشہ کے لئے جذبات تشکر کی نذر کر دوں......۔

ماشاء اللہ آپ کے کلام میں رفتہ رفتہ ایک نئی جلا پیدا ہوتی جا رہی ہے۔ شاذ کے طور پر کہیں کہیں خیال پیدا ہوتا تھا کہ اصلاح کی گنجائش موجود ہے لیکن کوئی نظم یا غزل بھی بے اثر نہیں دیکھی۔ بعض اشعار تو یوں اٹھتے اور بلند ہوتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں کہ نگاہوں کے قدم روک لیتے ہیں۔ زبان حال سے یہ کہتے ہوئے کہ ہمیں سرسری نظر سے دیکھ کر اپنی قدر شناسی کو پامال کئے بغیر آگے نہیں بڑھ سکتے۔ احمدی شعراء کو اللہ تعالیٰ نے سچائی کی تاجوری بخشی ہے اور سچائی ہی ان کے کلام کو ایک امتیازی حسن بخشتی ہے۔ آپ کا کلام بھی اس منبع حُسن سے بہرہ ور ہے۔ اس کے علاوہ بھی آپ کے کلام میں کچھ خوبیاں ہیں جو اسے انفرادی رفعت عطا کرتی ہیں۔ قافیہ کے استعمال میں اچانک ایسا تنوع جو یکسانیت کو اس طرح توڑتا ہے کہ موسیقی پیدا ہوتی ہے۔ علاوہ ازیں بھی بہت سے اشعار دل پر براہ راست بے ساختہ اثر کرتے ہیں۔ یہ تو کوئی صاحبِ فن ہی آپ کو بتا سکتا ہے کہ صنعتی اعتبار سے اُن میں کیا کیا خوبیاں ہیں۔ مجھے تو صرف اتنا پتہ چلتا ہے کہ زبان سبک رَو ہوتی ہے اور مضمون دلنشین جیسے ؎

وہاں شاید کسی کا دل دکھا تھا
زمیں تپتی رہی۔ بادل نہ ٹھہرا

لاکھوں میں ایک شعر ہے۔ لچک بھی ایسی ہے کہ صاحبِ دل کے بدلنے سے اس کا دوسرا مصرع بآسانی ایک دوسرے رنگ میں ڈھل سکتا ہے۔ مثلاً مَیں ہوتا تو یوں کہتا ؎

وہاں شاید کسی کا دل دُکھا تھا
فضا برسی اگر بادل نہ ٹھہرا

پھر اسی غزل کا یہ شعر ہے ؎

گرا تو کیسی پستی میں گرا ہے
حجاب اُترا تو پھر آنچل نہ ٹھہرا

ایک ایسی احمدی شاعرہ کے منہ سے کیسا سجتا ہے جس نے قیام حجاب کی راہ میں سالہا سال جانکاہی کی ہو۔ چہرہ اس شعر کا بتا رہا ہے کہ یہ نہ تو کسی زاہد خشک کا کلام ہے نہ کسی بے عمل شاعر کا بلکہ ایک باریک نظر صاحب تجربہ کے دل کی پکار ہے۔ دوسرا مصرعہ تو لاجواب ہے:

حجاب اُترا تو پھر آنچل نہ ٹھہرا

پھر اپنے اس شعر کو ہی پڑھ کر دیکھیں جس کا جل اشکوں نے دھو دیا ہے۔ مجھے تو یاد نہیں کہ لفظ کاجل کا ایسا خوبصورت اور برمحل استعمال کبھی کہیں اور پڑھا ہو۔

قافیے کے استعمال میں اچانک تنوع پیدا کرنے کی مثال بھی اسی چھوٹی سی غزل سے مِل جاتی ہے۔ مثلاً:

جو سچ کہہ دے اُسے مُختل نہ ٹھہرا

Dokal & Sons

(Cash & Carry)

Specialist in Asian Food & Herbs

جلسہ سالانہ پر آنے والے احمدی مسلمان بھائیوں کے لئے خصوصی رعایت

133-135 The Broadway - Southall

دوسری غزل جو اس خط کے ساتھ آپ نے بھیجی ہے وہ بھی بہت اعلیٰ پائے کی ہے۔ ان شعروں میں سے تین شعر ایسے ہیں جن کا پہلا مصرع پڑھتے ہوئے وہم بھی نہیں آسکتا کہ دوسرا مصرع ایک عام سے مضمون کو اٹھا کر کہاں سے کہاں لے جائے گا۔

فقط اسی سے توقع ہے مہربانی کی
دُکھن کلیجے کی سجدے میں سب بتائی اُسے

نشیبِ عجز میں گرنا ہے رفعتوں کا حصول
کہ سرکشی کبھی بندے کی خوش نہ آئی اُسے

جو اُس کی یاد میں مچلے ہیں گوہر نایاب
پسند آتی ہے اشکوں کی پارسائی اُسے

تینوں شعروں میں یہ قدرِ مشترک دکھائی دیتی ہے کہ دوسرے مصرعے پہلے نازل ہوئے تو ان کی تنصیب کے لئے پہلے مصرعے بعد میں بنائے گئے۔

اللہ آپ کا حامی وناصر ہو۔ خدمتِ دین کی توفیق بڑھائے اور پہلے سے بڑھ کر سلیقہ عطا کرے۔ علم وعمل دونوں کو جلا بخشے اور آپ کے اشکوں کی پارسائی اور دل کی عاجزی اُسے خوش آجائے۔ خدا حافظ۔ والسلام

خاکسار (دستخط)

دعائیہ جملہ ملاحظہ فرمائیے۔ ''آپ کے اشکوں کی پارسائی اور دل کی عاجزی اُسے خوش آجائے''۔ کس قدر حسین انداز ہے جو پیارے آقا پر بس ہے۔

خاکسار کی کوئی حیثیت نہیں۔ اپنے چند اشعار جو آپ کو پڑھنے کی زحمت دے رہی ہوں اپنی ذات کے لئے نہیں بلکہ ان کو آقا کا حُسنِ نظر سنوار گیا ہے۔ اُن کا التفاتِ نظر دیکھئے۔

......☆......☆......

ہر دفعہ الفضل میں نظم چھپنے پر ضروری تو نہیں ہوتا کہ حضور ایدہ اللہ کا مکتوب ملے۔ ایک لذیذ سی آس لگ جاتی ہے۔ شاید حضور کی نظر پڑ جائے، شاید کوئی خط آجائے۔ بعض دفعہ تو یہاں تک سوچتی کہ نظم میں جان کے کوئی غلطی کر دوں اور پھر پیارے آقا مجھے تفصیل سے سمجھائیں۔ پھر کسی دن اچانک خط آجاتا۔ مَن میں جشن کا سماں ہو جاتا۔ الفضل میں نظم چھپی

غلط ہے آسماں سوکھا پڑا ہے
زمیں کی کوکھ بنجر ہو گئی ہے

وہ تنہا شخص طوفاں بن کے پھیلا
وہ اک ندی سمندر ہو گئی ہے

نہیں ہے ان تلوں میں تیل باقی
مجھے پہچان چھو کر ہو گئی ہے

ہر اک مانوس غم درد آشنا کو
مری روداد ازبر ہو گئی ہے

ہوئے ہیں جب سے بے گھر میرے اپنے
زمیں ساری مرا گھر ہوگئی ہے

آپؒ نے تحریر فرمایا:

''آپ کا کلام بالعموم کسی نہ کسی پہلو سے جاذبیت رکھتا ہے لیکن بعض نظمیں بعض دوسری نظموں پر فوقیت لے جاتی ہیں۔ ان میں سے ایک وہ ہے جو ۱۸؍جون ۱۹۹۰ء کے الفضل میں شائع ہوئی۔ مطلع میں اگرچہ ایک ایسی سچائی بیان ہوئی ہے جو ہر صاحبِ نظر کو معلوم ہی ہوگی لیکن جس رنگ میں آپ نے ڈرامائی انداز میں اس مضمون کو پیش کیا ہے وہ غیر معمولی اثر کرنے والا ہے۔

غلط ہے آسماں سوکھا پڑا ہے
زمیں کی کوکھ بنجر ہو گئی ہے

اسی طرح دوسرا اور تیسرا شعر بھی خاص ادا کے مالک ہیں۔ پہلی غزل کی طرح اس غزل میں بھی آپ نے ایک ایسا شعر ایسے خاص انداز میں کہا ہے جو کوئی مرد شاعر نہیں کہہ سکتا خواہ وہ کیسا ہی قادر الکلام کیوں نہ ہو۔ یہ ایک ایسی خاتون کا کلام ہے جو گھر کے روز مرہ کاموں میں بھی عارفانہ نکتے سوچتی رہتی ہو۔ وہ شعر یہ ہے

نہیں ہے ان تِلوں میں تیل باقی
مجھے پہچان چھو کر ہو گئی ہے

یہ 'چھو کر پہچان' ایک ایسا خیال ہے جو ایک مرد شاعر کی رسائی سے باہر معلوم ہوتا ہے۔ بہرحال آپ کی یہ نظم بہت عمدہ اور لطیف خوبیوں سے مزیّن ہے۔ اللہ آپ کو قلب ونظر کی مزید روشنی عطا فرمائے اور پہلے سے بڑھ کر خدمتِ دین کی توفیق عطا فرماتا رہے۔ اللہ آپ کے ساتھ ہو اور اپنی حفاظت ورحمت کے سائے تلے رکھے''۔

(مکتوب ۴۔۷۔۹۰)

......☆......☆......

مؤرخ احمدیت مولانا دوست محمد صاحب شاہدؔ کی گرفتاری کی خبر احباب جماعت پر بجلی بن کر گری۔ بدخواہ ہاتھوں کی بے باکی سے دل ہل گئے۔ ہر خبر پہلے سے سنگین آ رہی تھی۔ اپنے بس میں تو خدا تعالیٰ کے حضور فریاد ہی تھی۔ فریاد نظم ہوگئی۔ کچھ شعر حاضر ہیں

وہ دوست محمد کے ہیں شاہد ہیں خدا کے
مولا نے انہیں گود میں رکھا ہے بٹھا کے

قامت میں وہ خلدوں سے بالا ہے مؤرخ
آتا ہے مقدر سے نصیبا کوئی پا کے

اس دور کے مظلوم ہیں اعزاز کے قابل
مولانے چنا ان کو بہت ٹھونک بجا کے

پردیس میں یعقوب کو بینائی دے یارب
جھونکے ہمیں آنے لگے یوسف کی ہوا کے

دُکھ ہے تو فقط یہ کہ نہ آقا کو ہو تکلیف
اُبھرے ہیں عجب رنگ میں اخلاص کے خاکے

جب تک نہ اسیروں کی رہائی کے ہوں ساماں
اب مستقل اٹھے ہی رہیں ہاتھ دعا کے

پیارے حضور نے تحریر فرمایا:

''مولانا دوست محمد صاحب شاہدؔ کی گرفتاری کی خبر سن کر جو نظم آپ نے کہی ہے وہ بہت بلند پایہ اور پرتاثیر ہے۔ نہایت دلنشین اور سلجھا ہوا کلام ہے۔ ماشاء اللہ۔ چشم بددور۔ اللہ آپ کی ذہنی وقلبی استعدادوں کو جلا بخشے اور صحت وعافیت والی خدمت سلسلہ سے معمور، فعال اور کامیاب وکامران لمبی زندگی عطا فرمائے اور ہمیشہ اپنی حفاظت ورحمت کے سائے تلے رکھے۔ اللہ آپ کا حافظ وناصر ہو''۔ (مکتوب ۱۔۹۔۹۰) (باقی آئندہ)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے فرمایا:

''مجھ سے پہلے خلفاء نے آئندہ آنے والے خلفاء کو حوصلہ دیا تھا اور کہا تھا کہ تم خدا پر توکّل رکھنا اور کسی مخالفت کا خوف نہیں کھانا۔ مَیں آئندہ آنے والے خلفاء کو خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تم بھی حوصلے رکھنا اور میری طرح ہمت وصبر کے مظاہرے کرنا اور دنیا کی کسی طاقت سے خوف نہیں کھانا۔ وہ خدا جو ادنیٰ مخالفتوں کو مٹانے والا خدا ہے وہ آئندہ آنے والی زیادہ قوی مخالفتوں کو بھی چکنا چور کر کے رکھ دے گا اور دنیا سے ان کے نشان مٹا دے گا۔ جماعت احمدیہ نے بہرحال فتح کے بعد ایک اور فتح کی منزل میں داخل ہونا ہے۔ دنیا کی کوئی طاقت اس تقدیر کو بہرحال بدل نہیں سکتی۔ (خطاب ۲۹؍جولائی ۱۹۸۴ء یورپین اجتماع خدام الاحمدیہ)

طاہر تھا، مُطَہَّر تھا، سرتا پا مبارک تھا

اُٹھتا ہے دھواں دل سے جب یاد تیری آئے
آنکھوں سے بہیں آنسو دل درد سے بھر جائے

یادوں کے دیئے روشن ہیں ذہن کی چوکھٹ پر
اِک نور کے سانچے میں جب چہرہ وہ ڈھل جائے

اے جانِ بہاراں تُو اِس باغ کی رونق تھا
ہر پتّہ ہے افسردہ اور پھول ہیں کُملائے

خوشبو تیری MTA ہر گھر میں بکھیرے ہے
وہ چاند سا چہرہ جب آنگن میں اُتر آئے

اِک نور کا منبع تھا اِک پیار کا ساگر تھا
بھر لیتے تھے جام اپنے ہر روز گئے آئے

تُو عزم کا جوہر تھا ہمّت تھی جواں تیری
دشمن کے مقابل پر تو جان بھی وار آئے

اے نورِ ہدایت تُو دریائے خطابت تھا
جب پھول جھڑیں منہ سے منبر کو بھی پیار آئے

طاہر تھا ، مطہر تھا ، سر تا پا مبارک تھا
ملتا ہے سکوں دل کو جب نام تیرا آئے

اک فیض کا چشمہ تھا اس دورِ ضلالت میں
پیغام محبّت کا ہر سمت سنا آئے

ہر آنکھ تڑپ اُٹھی ۔ بے قابو ہوا ہر دِل
اِک نور سا چہرہ جب مٹی میں سُلا آئے

آنا بھی مبارک تھا جانا بھی تھا شاہانہ
لشکر بھی فرشتوں کے لوگوں کے سِوا آئے

اک نور سا اُبھرا ہے خوشیوں کا سویرا ہے
دے دل کو تسلّی اب ، نہ خوفِ بلا آئے

مسرورؔ کی آمد ہے رحمت کا اُجالا ہے
اک صبح یقیں پھر سے اے میرے خدا آئے

نعمت کی رِداء اوڑھے اب نصرتِ حق آئی
پھر عرش سے ٹکرا کر مضطر کی دعا آئے

(امتہ الرفیق ظفر۔ کینیڈا)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ خود تکالیف برداشت کر کے دوسروں کو خوشیوں، محبتوں اور شفقتوں سے نوازنے والا وجود باوجود

آپؒ کی اپنا والہ وشیدا بنانے والی زندہ جاوید یادیں

سرمایہء حیات کا درجہ رکھنے والے ناقابل فراموش واقعات کا تذکرہ

مسعود احمد خان دهلوی

ساری دنیا کو راہِ ہدیٰ کی طرف دعوت دینے اور عالمگیر سطح پر اس کا اہتمام و انصرام کرنے والے مرد خدا سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کا سایۂ عاطفت کرۂ ارض پر اپنے کروڑوں معتقدین پر سالہا سال تک ابر کرم کی طرح چھایا رہا اور ہر کس و ناکس کو سیری کی حد تک سیراب کرتا رہا۔ آپ ہر امیر و غریب اور تاجدار و نادار معتقد کے بلاتفریق و امتیاز غمگسار و غمخوار اور بفضل خدا خوشیوں، مسرتوں اور راحتوں کے آمرزگار بنے رہے۔ جلسہ سالانہ برطانیہ یا جرمنی کے موقعہ پر یقیناً تھکا دینے والی اپنی بے انداز و بے حساب مصروفیات کے باوجود آپ جماعتی ہی نہیں فیملی ملاقاتوں کے لئے بھی وقت نکالتے اور تھکاوٹ کے آثار کو قطعاً ابھرنے نہ دیتے۔ آپ کے ساتھ چند منٹ کی ملاقات آپ کی طرف سے اپنائیت اور یگانگت کے بے لاگ اظہار کی وجہ سے ہر ملک کے ملاقاتیوں کی برسہا برس پر پھیلی ہوئی مہجوری کے صدمات کو محو کر کے رکھ دیتی اور انہیں خوشیوں سے اس طرح سرشار کر دیتی کہ ملاقاتی خوشی سے پھولے نہ سماتے اور اللہ تعالیٰ کی اس عطائے خاص پر اس کا بے حد شکر ادا کرتے۔ گفتگو اور بات چیت کی تو بات ہی کیا ہے آپ کی تو مسکراہٹ آمیز ایک نظر ہی بدن میں نہ صرف خوشی اور مسرت کی لہریں دوڑا دیتی بلکہ دل میں جولانیوں کی ایسی ہلچل مچتی کہ اس میں مسرتوں کے چمن در چمن کھلنے لگتے۔ آپکی دعائے مستجاب کی انقلاب انگیز تاثیر بفضل اللہ تعالیٰ غموں، دکھوں اور مصیبتوں کے بادل چھانٹ کر رکھ دیتی اور فوز و فلاح کی روشنیاں دل کے دریچوں میں بے محابا اترنے لگتیں یا پھر صبر کی قوت ایسی ہمت عطا کرتی کہ کوئی مشکل یا مصیبت، مصیبت نہ رہتی اور دل رضائے الٰہی کی دولت سے مالا مال ہو جاتا۔ جب کروڑوں انسانوں کی یہ محبوب و دلنواز ہستی خدائے لم یزل کے ازلی قانون کے مطابق غلبۂ اسلام کی آسمانی مہم کے ضمن میں فتح و ظفر اور کامیابیوں اور کامرانیوں کے دنیا کے کناروں تک ڈنکے بجانے کے بعد ۷۵ سال کی عمر پا کر عالم فانی سے عالم جاودانی کی طرف رحلت کر کے اپنے رفیق اعلیٰ سے جا ملی تو سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کے وصال کی خبر ایم۔ ٹی۔ اے کے ذریعہ آناً فاناً کرۂ ارض کے آخری کناروں تک جا پہنچی۔ آپ کی وفات کی خبر سن کر جماعت احمدیہ عالمگیر میں یک دفعہ تو سنّاٹا چھا گیا۔ کروڑوں دلوں کی مسرتوں سے آباد بستی یوں معلوم ہوا کہ اچانک صدمہ کے زیر اثر ویران ہو گئی اور زبانوں سے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ (کہ ہم اللہ کے ہیں اور اس کی طرف لوٹ جانے والے ہیں) کے الفاظ ادا کرنے کے باوجود جانے والی محبوب ہستی کی یاد نے دلوں کو بے چین اور بے قرار کر کے رکھ دیا اور انہیں کچھ وقت کے لئے اس خیال نے اپنی گرفت میں لے لیا۔

وہ فراق اور وہ وصال کہاں
وہ شب و روز و ماہ و سال کہاں

تھی وہ اک شخص کے تصور سے
اب وہ رعنائی خیال کہاں

لیکن یہ کیفیت فطری ہونے کے باوجود تھی وقتی اور عارضی۔ اُسی رحمٰن اور رحیم خدا نے جو حَیٌّ لَا یَمُوْت ہے فوراً ہی بیٹھتے دلوں کو سہارا دیا اور گرتوں کو تھام کر پھر انہیں اپنے پاؤں پر کھڑا کر دیا۔ اُس قادر و قیّوم نے حضرت صاحبزادہ مرزا مسرور احمد صاحب کے وجود باجود کی شکل میں خلیفۃ المسیح الخامس کو عطا فرما کر ہر دل کو پر سرور و مسرور کر دیا۔ اور سب کو یہ باور کرا دیا کہ جانے والے کی جدائی پر مغموم اور اشکبار ہونا ایک فطری امر ہے لیکن تم مسیح موعودؑ کے پیرو ہونے کی وجہ سے وہ منتخب بندگان خدا ہو جنہیں احساس غم کی شدت کے باوجود خوشیوں اور مسرتوں کے دائمی تسلسل کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔ اس خدائے حیّ و قیّوم کی ندائے غیبی نے تصرف خاص کے رنگ میں چہار دانگ علم میں گونج کر اپنے منتخب بندوں کے دلوں کو یقین سے بھر کر اس ادراک سے مالا مال کر دیا کہ ہمیں وہ امام ملا ہے جو اِنِّیْ مَعَکَ یَامَسْرُوْرُ کی نوید آسمانی کے مطابق تائید و نصرت الٰہی کی پیشگی بشارتیں لے کر آیا ہے۔

صادق الوعد خدائے ذوالمنن نے اشکبار آنکھوں کے آنسو پونچھنے کا جلد ہی انتظام کر دیا اور دلوں سے غم کی اٹھتی ہوئی لہروں کو دبا کر خوشی کی لہروں کو اس طرح اُبھارا کہ ہر طرف لہر بہر اور سکینت و اطمینان کا سماں چھا گیا اور حسب وعدہ الٰہی خوف کی حالت امن کی حالت میں بدل گئی۔ وہی حالت ہوئی۔

صبحدم دروازۂ خاور کھلا مہر عالمتاب کا منظر کھلا
بزم روحانی ہوئی آراستہ کعبۂ امن و اماں کا در کھلا

یہ اللہ کا فضل ہے اور وہ جنہیں چاہتا ہے اپنے اس فضل سے نوازتا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ وہ غم کے عارضی وقفوں کے باوصف اس فضل خاص سے اپنے بندوں کو مسلسل نوازتا چلا آ رہا ہے۔ ہم جانے والے اپنے عظیم المرتبت آقا کو دلی غم کا اظہار کرتے ہوئے یہ کہہ کر الوداع کہتے ہیں کہ تمہیں کہتا ہے مردہ کون تم زندوں کے زندہ ہو۔ اس لئے کہ تمہاری حسین یادیں اور تمہارے عظیم کارنامے زندہ و پائندہ ہیں۔

اور اے خدائے لم یزل کے تائید یافتہ آنے والے نورانی وجود ہم دل کی گہرائیوں سے تیرا استقبال کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں اور مسلسل کی جانے والی دعاؤں کے طفیل اس یقین سے لبریز ہیں کہ آپ کے عہد سعادت میں خدا تعالیٰ کی طرف سے حاصل ہونے والی نئی کامرانیاں ہمیں مسرتوں سے مالا مال کر کے اپنے رب کریم کی حمد و ثنا سے بھر دیں گی اور غلبہ اسلام کی مہم کو لہر در لہر کی طرح نئی فتوحات سے ہمکنار کر کے ہمیں مسلسل مسرور کرتی چلی جائیں گی۔

منجانب اللہ عطا ہونے والے اے ہمارے روحانی آقا ہم کامل اطاعت و فرمانبرداری اور وفا کی راہ پر گامزن رہنے کا یقین دلاتے ہوئے عاجزانہ طور پر دعا گو ہیں کہ خدا تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرماتا رہے۔ وہ حضور ایدکم اللہ کا ہر آن حافظ و ناصر ہو اور ہر آن اپنی غیر معمولی تائید و نصرت سے نوازتا چلا جائے اور آپ کا عہد مبارک خدائی وعدوں کے بموجب نت نئی کامیابیوں اور انقلاب آفریں کارناموں کی وجہ سے سدا ممتاز و مفتخر رہے۔ آمین۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی بے انداز مصروفیات کی ایک جھلک

ہمارے جانے والے آقا سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے انتہائی مصروف زندگی گزاری۔ آپ کی ہوش ربا مصروفیات کا خیال کر کے حیرت ہوتی تھی کہ آپ آرام کس وقت کرتے ہیں۔ پانچوں نمازیں کمال باقاعدگی سے مسجد فضل میں آ کر باجماعت پڑھانا خود اپنی ذات میں ایک بہت اہم بنیادی مصروفیت ہے۔ درمیانی وقفوں کے اکثر اوقات میں دفتر میں تشریف فرما ہو کر دنیا کے مختلف ممالک سے آئی ہوئی ڈاک کے انبار میں سے ہر خط کو پڑھ کر جواب کے سلسلہ میں تفصیلی ہدایات دینا، دفتری ڈاک ملاحظہ فرما کر اہم منصوبوں سے متعلق فیصلے صادر فرمانا اور ان کے اخراجات کی تفصیلات کی جانچ پڑتال کر کے ان پر خرچ ہونے والی رقوم کی منظوری دینا۔ دعوت الی اللہ کے کاموں کو وسیع سے وسیع تر کرنے کے منصوبے بنانا اور ان کے روبعمل آنے کے طریقوں سے متعلق ہدایات جاری کرنا۔ خطبات جمعہ کی تیاری کے طور پر علمی موضوعات پر مواد فراہم کر کے خطبات میں علوم و معارف کے دریا بہانا، دنیا بھر میں منعقد ہونے والے جلسہ ہائے سالانہ، مجالس شوریٰ اور ذیلی تنظیموں کے اجتماعات کا ایم۔ ٹی۔ اے کے ذریعہ افتتاح کرنا، دنیا کی مختلف زبانیں بولنے والوں کے ساتھ علیحدہ علیحدہ مجالس سوال و جواب میں شرکت کر کے ان کے ہر سوال کا تسلی بخش جواب دینا۔ پھر مشرق و مغرب کے ممالک کے سفر کر کے اور وہاں استقبالیہ تقریبوں میں شرکت کر کے ان ممالک کے دانشوروں، مستشرقین اور نامور مفکرین کیساتھ تبادلۂ خیالات کے ذریعہ دین اسلام کے بارہ میں ان کے شبہات دور کرنا اور ان کے اُٹھائے ہوئے اشکال ان کی تسلّی کے مطابق حل کرنا۔ جلسہ ہائے سالانہ پر مختلف موضوعات پر ایسی ٹھوس، پر مغز و پر معارف لمبی لمبی تقریریں کرنا کہ جن میں بیان کردہ معارف کے کیفیت و سرور اور سنہری ہدایات سے احباب جماعت سال بھر استفادہ کر کے میدان عمل میں تیز رفتاری سے آگے ہی آگے بڑھتے چلے جائیں۔ پھر ہر روز رات کے آخری حصہ میں بیدار ہو کر کمال درجہ خشوع و خضوع کیساتھ نماز تہجد ادا کرنا اور اجتماعی و انفرادی حاجتوں کی خاطر دنیا بھر کے احمدیوں کے لئے متضرعانہ دعائیں کرنا۔ الغرض حضور کی ان گنت و بے انداز مصروفیات میں سے چند مصروفیات کی یہ ایک خفیف سی جھلک ہے۔ اِس نوعیت کی بے شمار مصروفیات میں سے ایک بہت ہی اہم اور بنیادی مصروفیت دنیا بھر میں پھیلی ہوئی جماعت کے کروڑوں افراد کو جو آپ کیساتھ محبت و عقیدت کے ایک نہایت ہی حسین بندھن میں بندھے ہوئے تھے انہیں اپنی دلی محبت و شفقت اور نوازشاتِ بے پایاں سے نواز کر انہیں خداداد سماوی رحمتوں اور برکتوں سے مالا مال کرنا۔ یہ اتنا عظیم اور تھکاوٹ سے بے نیاز کرنے والا غایت درجہ خوشگوار فرض تھا جسے آپ غیر معمولی مشقت اٹھا کر دلی بشاشت سے آخر تک نبھاتے چلے گئے اور اِس کے نتیجہ میں کروڑوں معتقدین کے ذہنوں اور دل کی گہرائیوں میں بڑی ہی حسین اور روح پرور یادیں جنم لیتی گئیں اور وہ ان کے سینوں میں محفوظ ہیں اور ان کی یاد انہیں محظوظ کر کے انہیں خوشیوں سے معمور کرتی چلی جائے گی۔ ذیل میں حضورؒ کی اِس نہایت ہی مبارک و میمون وسعت پذیر مصروفیات کے متعلق میں متاعِ عزیز کا درجہ رکھنے والی بعض حسین یادوں کا ذکر کرنا چاہتا ہوں۔

دلوں کو طمانیت وسکینت سے معمور کرنے والی مصروفیات کے بعض پہلو

حضورؒ نے دلوں کو طمانیت و سکینت سے معمور کرنے والی اِس خوشگوار مصروفیت کو اپنے آپ کو مشقت میں ڈال کر کئی خانوں میں بانٹا ہوا تھا۔ اِس خوشگوار مصروفیت کا پہلا اور سب سے مقدم پہلو یہ تھا کہ اطراف و جوانب عالم سے آپ کے اپنے وفا شعار فدائین کی طرف سے جو خطوط موصول ہوتے تھے اور دفتر کے عملہ کی طرف سے آپ کی تفصیلی ہدایات کے مطابق جوابی خطوط تحریر کئے جاتے تھے ان کے آخر میں حضور خود اپنے قلم مبارک سے اپنے دستخط ثبت فرمایا کرتے تھے۔ یہ اندازہ کر کے کہ حضور کو روزانہ ہی سینکڑوں اور بعض اوقات ہزاروں جوابی خطوط پر خود دستخط ثبت فرماتے تھے بدن میں پھریری آ جاتی ہے۔ دستخط کے بعد دستخط کرتے چلے جاتے ہیں حضور کا کتنا قیمتی وقت خرچ ہوتا ہوگا اور حضور کو کتنی مشقت اٹھانا پڑتی ہوگی۔ دنیا بھر میں ان گنت اور بیشمار وفا شعار فدائین ایسے ہیں جن کے پاس حضور کے دستخط شدہ خطوط کے پلندے محفوظ ہیں اور انہوں نے ان خطوط کو اس لئے محفوظ رکھا ہوا ہے کہ ان کی آئندہ نسلیں بھی ان سے برکت حاصل کرتی رہیں۔

اس پُر مشقت لیکن نہایت خوشگوار مصروفیت کا دوسرا پہلو یہ تھا کہ حضور جس ملک میں بھی تشریف لے جاتے تھے وہاں آپ احباب جماعت کے ساتھ محض اجتماعی ملاقات پر اکتفا نہیں فرماتے تھے بلکہ اپنی بے پناہ مصروفیات میں سے انفرادی اور زیادہ سے زیادہ فیملی ملاقاتوں کے لئے بھی وقت نکالتے تھے اور یہی دستور برطانیہ اور جرمنی کے جلسہ ہائے سالانہ میں بھی برابر جاری رہتا تھا۔ ان ملاقاتوں میں آپ بچوں کو اعلیٰ قسم کی چاکلیٹ عطا فرماتے اور بڑی عمر کے مرد و خواتین سے بھی کوئی نہ کوئی کام کی بات ضرور کرتے جو ایک مقدس یاد کے طور پر ان کے دلوں میں اتر کر ہمیشہ کے لئے جاگزیں ہو جاتی۔

اس خوشگوار مصروفیت کا تیسرا خوشکن پہلو یہ ہوتا کہ آپ ملاقات کے بعد ملاقات کرنے والی فیملی کے ساتھ فوٹو بھی کھچواتے اور پھر اُس فیملی کو باقاعدہ ارسال بھی کیا جاتا جس پر ملاقات کی بھی تاریخ درج ہوتی۔ ہزاروں خاندان دنیا بھر میں ایسے ہوں گے جن کے پاس ایسے یادگار فوٹو محفوظ ہوں گے۔

میری حسین اور روح پرور یادیں

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی محبت و شفقت اور نوازشات کی یادیں بے حد و بے شمار ہیں اس لئے کہ اِس محبت و شفقت اور نوازشات کا مورد بننے والے اطراف و جوانب عالم میں پھیلے ہوئے ہیں۔ ان کا شمار بھی ممکن نہیں اور ان دلوں میں محفوظ حسین و روح پرور یادیں بھی شمار سے باہر۔ میں ذیل میں اپنی چند یادیں پیش کرنے پر اکتفا کروں گا۔

پاکستان سے میں بھی حضور کی خدمت میں خطوط ارسال کرنے کی سعادت حاصل کرتا تھا اور حضور کی طرف سے دعاؤں سے بھرپور و معمور دستخط شدہ جوابی خطوط میرے نام بھی موصول ہوتے تھے جنہیں میں نے

ایک قیمتی سرمایہ کے طور پر فائل میں محفوظ کیا ہوا ہے۔ ذیل میں ایک خط مَیں بطور نمونہ درج کرتا ہوں اِس لئے کہ وہ خط ایک خاص موقع پر میں نے ارسال کیا تھا اور حضور نے جس جواب سے نوازا وہ بھی خاص اہمیت کا حامل ہے۔ حالات کے جبر کے تحت جب حضور کو پاکستان سے لندن ہجرت اختیار کرنی پڑی تو حضور جانے سے پہلے کم استطاعت احباب کے لئے بیوت الحمد کے نام سے ایک رہائشی منصوبہ کا ربوہ میں سنگ بنیاد رکھ گئے تھے۔ مکمل یہ بعد میں ہوا۔ اِس منصوبہ کے تعمیراتی مراحل کے نگران مکرم چوہدری عبد العزیز صاحب ڈوگر تھے۔ ایک روز وہ مجھ سے کہنے لگے کہ آپ وقت نکالیں تو میں آپ کو بیوت الحمد منصوبہ اپنی مکمل حالت میں دکھاؤں۔ چنانچہ میں نے ایک شام ان کے ساتھ جاکر منصوبہ کا تفصیلی معائنہ کیا۔ مکانات کی خوبصورتی، پختگی اور اضافی ضرورتوں کی فراہمی سے مَیں بہت متأثر ہوا۔ میرے جی میں آیا کہ میں حضور کی خدمت میں ایک تفصیلی خط لکھ کر منصوبہ کی تکمیل کا آنکھوں دیکھا حال لکھوں تا کہ حضور اپنے ہاتھوں شروع کئے ہوئے منصوبہ کی ایسی عمدہ اور پائیدار تکمیل کا احوال پڑھ کر خوش ہوں۔ میرا یہ خط حضور کے لئے کس قدر باعث مسرت ہوا وہ حضور کے مکتوب گرامی کے لفظ لفظ سے ظاہر ہے۔ اِس خط میں مَیں نے ایک اپنا خواب اور اپنی اہلیہ کا ایک خواب بھی لکھا تھا۔ حضور کے خط میں ان خوابوں کی تعبیر کا بھی ذکر تھا۔ اس لئے حضور کا خط لمبا ہو گیا۔ میں صرف وہ حصہ جو بیوت الحمد کے منصوبہ سے متعلق ہے ذیل میں درج کرتا ہوں۔ حضور نے ۱۹۸۸۔۲۔۱۷ کے اس خط میں رقم فرمایا:

’’پیارے برادرم مسعود احمد صاحب دہلوی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا تفصیلی خط ملا ہے۔ اس کا پہلا حصہ سکینت بخش ہے۔ آپ نے جس عمدگی کے ساتھ بیوت الحمد کا نقشہ کھینچا ہے پورا منظر میری آنکھوں کے سامنے پھر گیا۔ جسے آپ کی خواب میں بوڑھے کی بات سُننے کے ساتھ ساتھ نفس مضمون نظارہ بن کر آنکھوں کے سامنے رونما ہونے لگا ہے۔ اسی طرح آپ نے بیوت الحمد کے تعمیر کا کام کو اس طرح نظر کے سامنے رکھ دیا ہے جیسے میں خود اسے دیکھ رہا ہوں۔ ماشاء اللہ چشم بدور، اللہ زور قلم میں اور برکت بخشے۔‘‘

فیملی ملاقاتوں کا ایک چشم دید نمونہ

جلسہ سالانہ جرمنی یا اجتماع مجلس خدام الاحمدیہ جرمنی (جنہیں شرکت سے نوازنے کے لئے حضور اکثر لندن سے فرینکفرٹ تشریف لاتے تھے) کے موقع پر مجھے متعدد بار حضور کے ساتھ اپنی اہلیہ اپنے بیٹوں، بہوؤں نیز پوتوں وغیرہ کے ہمراہ فیملی ملاقات کے متعدد مواقع ملے۔ حضور کے لئے ہر فیملی سے ہر سال ملاقات کرنا ممکن نہ تھا اس لئے یہ پابندی لگانی پڑی تھی کہ ہر فیملی تین سال میں ایک دفعہ ملاقات کرسکتی ہے۔ اس کے باوجود میری درخواست ازراہ ذرہ نوازی قریباً ہر سال ہی منظور ہو جایا کرتی تھی۔

ایک ملاقات میں حضور نے دریافت فرمایا کہ آپ کے پوتوں اور پوتیوں کی کتنی تعداد ہے۔ میں نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے فضل سے مجھے سات پوتوں اور دو پوتیوں سے نوازا ہے۔ حضور کو میرے دوسرے بھائیوں محمود احمد صاحب مرحوم (سابق امیر جماعت احمدیہ پشاور)، مقصود احمد صاحب مرحوم (سابق امیر جماعت احمدیہ کنری سندھ) مولود احمد صاحب مرحوم (سابق امام مسجد فضل لندن) پروفیسر سعود احمد خان ایم اے (سابق وائس پرنسپل احمدیہ سیکنڈری سکول کماسی، گھانا) مرغوب احمد خان حال مقیم لندن اور محبوب احمد خان حال مقیم راولپنڈی کے متعلق علم تھا کہ ان سب بھائیوں کے ہاں پوتوں کی تعداد زیادہ ہے اور پوتیوں کی اتنی کم کہ برائے نام۔ میرے جواب پر حضور نے ارشاد فرمایا کیا بات ہے کہ آپ بھائیوں کے ہاں بیٹوں اور پوتوں کی تعداد زیادہ ہے اور اسی طرح بیٹیوں اور پوتیوں کی تعداد کم۔ میں نے عرض کیا بیٹے اور بیٹیاں دینا خدا کے اختیار میں ہے اور دونوں ہی خدا کی نعمت ہیں۔ لیکن چونکہ ہمارے دادا حضرت مولوی محمد حسن خان (یکے از ۳۱۳ اصحاب مسیح موعودؑ) اپنے والد کے اکلوتے فرزند تھے ان کی بہنیں اور بیٹیاں اپنی اپنی سسرال میں سکھی نہیں تھیں اِس کا ان کو بہت قلق تھا اس لئے وہ دعا کیا کرتے تھے کہ میرے بیٹوں کے ہاں بیٹے زیادہ پیدا ہوں۔ میری بات سن کر حضور نے ارشاد فرمایا آپ کے دادا تو ولی اللہ تھے اور ولی کی دعا سات پشتوں تک اثر کرتی ہے اس لئے آپ بھائیوں کی نسلوں میں سات پشتوں تک بیٹے ہی زیادہ پیدا ہوں گے۔ حضور کا یہ ارشاد خود اپنی ذات میں ایک دعا کا رنگ رکھتا ہے۔ فیملی ملاقات کرنے والوں کا مقصد یہی ہوا کرتا تھا کہ حضور سے بالمشافہ گفتگو کا شرف حاصل کر کے حضور کی مقبول دعاؤں کے مورد بنیں۔

ایک دلچسپ اور فکر انگیز واقعہ

فیملی ملاقات کے دوران حضور دلداری کے رنگ میں میری اہلیہ سلیمہ بیگم سے (جو حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ کی بھتیجی ہیں) کوئی نہ کوئی بات ضرور کرتے اور دعاؤں سے نوازتے۔ اِس کی ایک وجہ تو یہ تھی کہ میرے کئی بچے فوت ہو گئے تھے جس کی وجہ سے میری اہلیہ غمزدہ سی رہتی تھی۔ دوسرے ان کا حضور کے سریر آرائے خلافت ہونے سے قبل ہی علاج کے سلسلے میں حضور سے رابطہ ہو گیا تھا اور ایک دلچسپ واقعہ رونما ہونے کی وجہ سے حضور انہیں خوب پہچاننے لگے تھے۔ ۱۹۸۰ء کی بات ہے کہ میری اہلیہ کے گھٹنے سوج گئے اور ان کے لئے کام کاج کرنا اور نمازیں ادا کرنا مشکل ہو گیا۔ وہ وقف جدید میں حضور سے اپنی تکلیف کے لئے ہومیو پیتھک دوا لینے گئیں۔ حضور نے نسخہ لکھ دیا۔ وہ دوا تو لے آئیں لیکن نسخہ کہیں راستے میں گر گیا۔ دواء استعمال کرنے سے کچھ فرق تو پڑا لیکن نسخہ گُم ہو جانے کی وجہ سے مزید دوائی نہ لاسکیں۔ آخر جب تکلیف بہت بڑھ گئی تو مجبوراً انہیں جانا پڑا اور حضور کے سامنے یہ اعتراف کرنا پڑا کہ نسخہ گُم ہو گیا ہے۔ حضور نے جملہ عوارض جو کبھی لاحق رہے تھے ان کی کہانی سوال و جواب کی شکل میں دوبارہ سنی اور نسخہ تجویز کرتے ہوئے فرمایا اب یہ نسخہ بہرحال محفوظ رہنا چاہئے اور اگر آپ سے محفوظ نہ رہ سکے تو اس کے ہمیشہ کے لئے محفوظ رہنے کی میں آپ کو ایک ترکیب بتاتا ہوں۔ آپ کے میاں الفضل کے ایڈیٹر ہیں ان سے کہہ کر اسے الفضل میں شائع کروادیں پھر اس کے ضائع ہونے کا امکان باقی نہ رہے گا۔ حضور نے یہ بات ازراہ مزاح فرمائی تھی۔ میری اہلیہ نے جواب دیا کہ وہ میری یا گھر کے کسی فرد کی درخواست دعا تو چھاپتے نہیں، نسخہ کیسے چھاپ دیں گے۔ حضور نے دریافت فرمایا وہ درخواست دعا کیوں نہیں چھاپتے۔ میری اہلیہ نے کہا وہ کہتے ہیں کہ یہ میرا ذاتی اخبار نہیں، جماعتی اخبار ہے۔ اگر میں اپنے گھر والوں کی درخواست ہائے دعا اور تقاریب کی خبریں چھاپنے لگوں تو احباب جماعت بجا طور پر کہیں گے کہ اس ایڈیٹر نے تو الفضل کو اپنا ذاتی اخبار بنا لیا ہے۔ دعائیں خود کرو، نیز خلیفۂ وقت اور بزرگان دین کی خدمت میں خط لکھ کر دعائیں کراؤ۔ اس کے بعد میری اہلیہ جب بھی جائیں تو برقعہ میں ہونے کے باوجود حضور آواز سے ہی پہچان جاتے اور فرماتے آپ وہی ہیں جن کی درخواست دعا الفضل میں نہیں چھپ سکتی۔ اُس وقت بفضلہٖ تعالیٰ میری اہلیہ کے گھٹنے بالکل صحیح ہو گئے اور چلنے پھرنے میں کوئی تکلیف باقی نہ رہی۔ اس کے چند سال بعد پھر گھٹنوں میں تکلیف ہوئی تو وہ نسخہ (جو محفوظ تھا اور آج کے دم تک محفوظ ہے) پھر کام نہ آیا بلکہ تکلیف بڑھتی ہی گئی۔ حضور نے عند الملاقات فرمایا وہ نسخہ تو آپ کی آنتوں کی پرانی تکلیف کا تھا جس کی وجہ سے گھٹنے سوج گئے تھے۔ اب آپ کو آرتھرائیٹس کی تکلیف ہو گئی ہے اس کے لئے دوسرا نسخہ استعمال کرنا ہو گا اور بہت لمبا عرصہ استعمال کرنا پڑے گا۔

حضورؒ نے اہل ربوہ کی اداسیاں دور کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی

حضور کو ۱۹۸۴ء میں جب حالات کی سنگینی اور جبر کے تحت ربوہ سے ہجرت کر کے لندن میں غیر معینہ مدت کے لئے قیام کرنا پڑا تو اہل ربوہ کا اداس ہونا ایک فطری امر تھا۔ دنوں پر دن گذر رہے تھے اور ان کی اداسیوں میں اضافہ پر اضافہ ہوتا چلا جا رہا تھا۔ مجھے خوب یاد ہے حضور کے لندن تشریف لے جانے کے بعد جب پہلی عید آئی تو مسجد اقصیٰ میں نماز عید ادا کرنے کے بعد میں اپنے اہل خانہ کے ساتھ اپنے ایک عزیز کے ہاں عید ملنے جا رہا تھا۔ تانگہ جب ریلوے روڈ پر سے ہوتا ہوا گول بازار کی طرف مڑا تو سب یہ دیکھ کر حیران ہوئے کہ سڑکیں اور بازار سنسان ہیں اور عید والی چہل پہل ندارد۔ سب نے ہی کہا عید کا دن اور یہ بے رونقی! تانگہ بان نے جو خود احمدی تھا اپنی سادہ لیکن حقیقت افروز زبان میں جو کچھ کہا اس کا مطلب یہ تھا کہ باغ کی رونق رنگینی و رعنائی اور اس میں چہل پہل باغبان کے دم سے ہوتی ہے جب باغبان ہی یہاں موجود نہیں تو ہر طرف بے رونقی اور اداسی کیوں نظر نہ آئے۔ ہم سب نے ایک آہ بھری اور میں نے تانگہ بان سے کہا میاں تم نے یہ بات کہہ کر سب اہل ربوہ کے جذبات کی ترجمانی کر دکھائی ہے۔

دن گذرتے گئے اور اہل ربوہ کی اداسیوں میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ اہل وفائے ربوہ تڑپ تڑپ کر اپنی اداسیوں میں اضافہ اور نارسائیوں کا احوال دل فگار حضور کی خدمت میں لکھتے رہے۔ اُدھر خود حضور کی اداسیاں بھی بڑھتی رہیں اور ان باہمی اداسیوں سے متأثر ہو کر حضور نے وہ یادگار شعر کہے جو ۱۹۸۴ء کے جلسہ سالانہ یو۔کے کے موقع پر پڑھنے والے نے بہت ہی پُرسوز لہجے میں پڑھ کر سنائے جنہیں سن کر دلوں کے زخم ہرے ہو گئے اور سب نے ہی درد بھرے دل کے ساتھ انہیں سنا۔ میں ذیل میں چند اشعار درج کرتا ہوں۔

پیغام آرہے ہیں کہ مسکن اداس ہے
طائر کے بعد اس کا نشیمن اداس ہے
اک باغباں کی یاد میں سرو سمن اداس ہے
اہل چمن فسردہ ہیں گلشن اداس ہے
نرگس کی آنکھ نم ہے تو لالے کا داغ اداس
غنچے کا دل حزیں ہے تو سوسن اداس ہے
ہر موج خونِ گُل کا گریباں ہے چاک چاک
ہر گُل بدن کا پیرہنِ تن اداس ہے
سینے پہ غم کا طور لئے پھر رہا ہے کیا
موسیٰ پلٹ کے وادیٔ ایمن اداس ہے

اللہ تعالیٰ نے جو اپنی وراء الوراء حکمتوں کے تحت حضور کو بظاہر حالات کے جبر کی وجہ سے دیار مغرب میں لے گیا تھا اُس نے حضور سے ایم ٹی اے کا آفاق گیر نظام قائم کرا کے جہاں پیغام حق کو دنیا کے ہر ملک اور ہر قوم کے گھروں تک پہنچانے کا انتظام کر دیا وہاں ساتھ ہی اہلِ وفائے ربوہ کی اداسیاں دور کرنے کا بھی ایسا انتظام کیا کہ ان کی آنکھیں حضور کے مسلسل دیدار سے روشن تر ہوتی چلی گئیں اور ان کے کان حضور کی دل موہ لینے والی آواز سے پہلے سے کہیں بڑھ کر مسرور ہونے لگے اور دل و دماغ علوم و معارف سے ایسے بھرے اور بھرتے چلے گئے کہ ان پر اہتزاز کی کیفیت دائمی طور پہ طاری رہنے لگی۔ الغرض حضور نے ایم ٹی اے کا آفاق گیر نظام قائم کرا کے اور اس کے

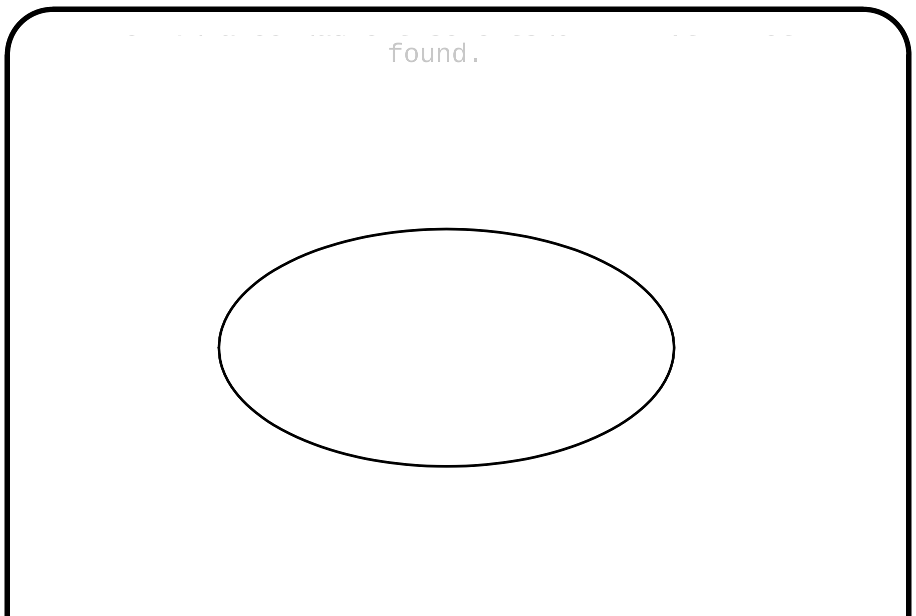

پروگراموں میں زیادہ سے زیادہ حصہ لے کر اہل وفائے ربوہ کی اداسیاں دور کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ البتہ حضور کی اپنی اداسیاں اسی طرح قائم رہیں اور انہوں نے اشعار میں ڈھل کر ایک طرف دلوں میں جدائی کی کسک اور دوسری طرف ان میں طمانیت کی لہر دوڑا دی کہ یہ جدائیاں پیغام حق کی آفاق گیر اشاعت کا موجب ثابت ہوتی چلی جارہی ہیں۔ یہ درد میں ڈوبے ہوئے اور طمانیت سے مملو اشعار اِس شعر سے شروع ہوتے ہیں۔

دیارِ مغرب سے جانے والو! دیارِ مشرق کے باسیوں کو
کسی غریب الوطن مسافر کی چاہتوں کا سلام کہنا

اس اثر انگیز نظم نے دلوں میں صور پھونکنے کا کام کیا۔ انہیں رلایا بھی اور گرما کر طمانیت سے مالا مال بھی کر دکھایا۔ ایم ٹی اے نے وہ کام کر دکھایا ہے کہ عالم اسلام اور خود مغربی ملکوں کو مبہوت کر دکھایا اور وہ زبان سے تسلیم کریں یا نہ کریں دل ان کے گواہی دے رہے ہیں کہ جماعت احمدیہ کو خدائی تائید ونصرت حاصل ہے اس نے اپنے محدود وسائل سے وہ کام کر دکھایا ہے جو مسلمان حکومتوں سے نہ ہوسکا۔

ایک صاحب حیثیت تُرک کا اعترافِ حقیقت

ترکش ایئر لائنز کے فرنیکفورٹ (جرمنی) میں واقع دفتر کے ایک مینجر نے میرے فرزند عرفان احمد خان سے ایک روز کہا کیا تم احمدیوں نے اپنا ٹی وی سٹیشن قائم کرلیا ہے۔ عرفان نے کہا ہاں یہ درست ہے لیکن تمہیں کیسے پتہ لگا۔ اس نے بتایا کہ میں اپنے ٹی وی سیٹ پر ایک سٹیشن لگانے کی کوشش کر رہا تھا کہ اچانک تمہارے خلیفہ صاحب کا چہرہ سکرین پر نمودار ہوا۔ وہ بڑی روانی سے اور بہت دلکش انداز میں اسلام پر تقریر کر رہے تھے۔ اردو زبان سے ناواقفیت کی وجہ سے میں سمجھ تو کچھ نہ سکا لیکن میں ان کا پرکشش نورانی چہرہ دیکھتا اور ان کے دلکش انداز بیان سے محظوظ ہوتا رہا۔ مَیں نے اِس خیال سے ایم ٹی اے کا سٹیشن لگائے رکھا کہ یہ کوئی گانے وغیرہ کا یا مزاحیہ پروگرام بھی پیش کرتے ہیں یا نہیں۔ دینی پروگراموں کے سوا اور کچھ نظر نہ آیا۔ میری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ ٹی وی پروگراموں کے لئے بے انتہا دولت درکار ہوتی ہے احمدیوں کے پاس یہ دولت کہاں سے آرہی ہے۔ عرفان احمد خان نے جب اسے بتایا کہ تمام کے تمام پروگرام پیش کرنے والے رضا کارانہ طور پر یہ خدمت سرانجام دے رہے ہیں۔ تو وہ یہ سن کر اور بھی زیادہ حیران ہوا اور اس نے کہا تم لوگوں کا کوئی مقابلہ نہیں کرسکتا۔

حرف آخر

الغرض سیدنا حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی سیرت اور کارناموں کا کسی ایک مضمون میں خواہ کتنا ہی طویل کیوں نہ ہو احاطہ کرنا ممکن نہیں ہے۔ اس کے لئے تو ایک طویل سلسلۂ کتب کی ضرورت ہے اور وقت آئے گا کہ یہ ضرورت بھی پوری ہوگی اور ضرور ہوگی۔

آپ کی خوبیاں اور آپ کے کارنامے زندہ ہیں اور قیامت تک زندہ رہیں گے اور آنے والی نسلیں آپ کی خوبیوں اور کارناموں کا تذکرہ کر کر کے آپ کی یاد پر محبت اور عقیدت کے پھول نچھاور کرتی رہیں گی اور آپ کے درجات کی بلندی اور رفعت کے لئے تاقیامت دعائیں ہوتی چلی جائیں گی۔

یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ ہم نے آپ کا عہد زریں پایا اور خدا تعالیٰ کی تائید ونصرت کو خلافت کے آسمانی نظام کی برکت سے باران رحمت کی طرح برستے اور دنیا بھر کی پیاسی روحوں کو سیری کی حدِ سیراب ہوتے ہوئے دیکھا۔ اے خدا! تو ہمارے مربی ومحسن آقا کو ان کی انتھک اور جان توڑ کوششوں اور ہمہ گیر مصروفیتوں کا اجر عظیم عطا فرما اور آپ کی روح پاک پر انوار کی مسلسل بارش نازل فرما کر اسے نت نئی رفعتوں سے ہمکنار کرتا چلا جا۔ آمین ثم آمین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

بقیہ:
دئیے جلائے ہوئے ساتھ ساتھ رہتی ہے
تمہاری یاد، تمہاری دعا ہمارے لئے
از صفحہ نمبر ۳۴

کاسل مشن جرمنی میں ایک بار حضور مختلف احباب کو شرفِ ملاقات بخش رہے تھے کہ خاکسار کو مکرم پرائیویٹ سیکریٹری صاحب کی طرف سے پیغام ملا کہ شام سے آئے ہوئے ایک عرب نوجوان رأفت یونس صاحب کی ترجمانی کے لئے آئیں۔ خاکسار حضور کے دفتر میں داخل ہوا تو دیکھا کہ وہ نوجوان حضور کے قدموں میں گرا زار وقطار رو رہا ہے اور حضور کے منع کرنے کے باوجود بھی نہیں اٹھتا۔ حضور نے مجھے فرمایا کہ انہیں کہیں کہ اَلْاَمْرُ فَوقَ الاَدَب۔ حضور کا یہ فرمان سنکر وہ نوجوان اٹھ کر بیٹھ گیا۔ حضور نے فرمایا کہ اس سے رونے کی وجہ دریافت کریں؟ اس نے عرض کی کہ حضور مجھے آپ سے اس قدر محبت ہے کہ میں آپ سے جدا نہیں رہ سکتا۔ میرا دل کرتا ہے کہ آپ جہاں بھی ہوں میں آپ کے ساتھ ساتھ رہوں۔

حضور نے فرمایا: سردست تو آپ کے حالات اس کی اجازت نہیں دیتے کہ آپ لندن آجائیں لیکن میں آپ کو ایک ایسا طریقہ بتاتا ہوں کہ جس پر عمل کر کے آپ ہروقت میرے ساتھ رہ سکتے ہیں۔ آپ میری سچی اطاعت کریں تو آپ ہروقت اپنے کو میرے ساتھ پائیں گے۔ دیکھو حضرت مسیح پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے آقا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کے درمیان کتنا زیادہ زمانی ومکانی بُعد تھا مگر آپ کی محبت واطاعت میں فنا ہونے سے یہ ساری دوریاں ختم ہوگئیں حتی کہ خدا تعالیٰ نے آپ کو قربِ رسول کا وہ مقام عطا کیا جس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم نے فرمایا تھا یُدْفَنُ مَعِی فی قَبْری کہ وہ مرنے کے بعد بھی میرے ساتھ ہوگا اور میرے ساتھ میری قبر میں دفن ہوگا۔

ربّ شکور کا عبدِ شکور

اگر کوئی شخص کوئی جماعتی کام کرتا (جو در حقیقت اس کی ڈیوٹی ہوتی تھی) تو اسے حضورؒ اپنے اوپر ایک ذاتی احسان سمجھتے اور اسے بہترین رنگ میں چکاتے۔ حوصلہ افزائی آپ پر ختم تھی۔ کبھی بات سے کبھی التفات سے اور بار ہا خسروانہ عنایات سے ایسا خون بڑھاتے کہ مجھ جیسا نااہل وکم ہمت شخص بھی یقین کرلیتا کہ یہ مفوضہ کام میں ہی کروں گا اور ابھی منٹوں میں کرلوں گا۔ یہ بات محتاج بیان نہیں کہ آپ کی ہم غلاموں پر سب سے بڑی عنایت آپ کی وہ دعائیں تھیں جو آپ شب وروز ہمارے لئے کرتے تھے۔

تفسیر کبیر جلد اول کا عربی ترجمہ شائع ہونے پر حضور بہت ہی خوش ہوئے اور اسکا ایک نسخہ اپنے دست مبارک سے ڈھیروں دعائیں لکھ کر اس ادنی غلام کو عنایت فرمایا۔ پھر کچھ عرصہ بعد فرمایا کہ باقی جلدوں کا ترجمہ آپ کریں۔ تفسیر کبیر کے ترجمہ کے بارہ میں جب بھی رپورٹ لے کر گیا بہت ہی خوش ہوئے اور نوازشات فرمائیں۔ خاکسار کو خوب یاد ہے کہ ایک بار ملاقات کے دوران اپنے قریب سے کوئی ڈیڑھ دوکلو شہد کی بوتل اٹھائی۔ پہلے اس میں سے کچھ انگلی سے لے کر نوش فرما کر متبرک کیا پھر فرمایا: یہ سبز رنگ کا شہد برازیل سے کسی دوست نے بھیجا ہے۔ یہ آپ رکھ لیں۔

تیسری جلد کے تیار ہونے میں کافی دیر ہوگئی تھی اس لئے اسکی رپورٹ دیتے وقت میں بہت زیادہ گھبرایا ہوا تھا مگر حضور رپورٹ سن کر خوشی سے اٹھے اور فرمایا: ماشاء اللہ، اس خوشی میں آپ کو کچھ انعام ملنا چاہئے۔ پھر آپ دفتر کے کونے میں پڑے ہوئے ایک ڈبے کی طرف بڑھے اور اس میں سے چند آم عطا کرتے ہوئے فرمایا: اس وقت پاکستان سے آئے ہوئے یہ تھوڑے سے آم ہی ہیں۔ فی الحال یہ تھوڑے سے ہی قبول فرمالیں۔ اس پر خاکسار سے رہا نہ گیا اور میں نے یہ عربی شعر پڑھ دیا:

قَلِيْلٌ مِنْكَ يَكْفِيْنِی وَلٰكِنْ
قَلِيْلُكَ لَا يُقَالُ لَهٗ قَلِيْلُ

کہ آپ کی تھوڑی سی عطا بھی میرے لئے بہت کافی ہے مگر آپ کے تھوڑے کو تھوڑا نہیں کہا جاسکتا۔

اس پر حضور بہت محظوظ ہوئے اور اپنے غلام کی مزید حوصلہ افزائی فرمائی۔ فجزاہ اللہ احسن الجزاء۔

حضور نے اپنی مشہور تصنیف "مذہب کے نام پر خون" کے انگریزی ایڈیشن میں بعض بابوں کا اضافہ فرمایا اور اس سلسلہ میں خاکسار کو حسب ہدایت چند حوالے پیش کرنے کی سعادت ملی۔ حضور نے اس بات کا بھی نام لیکر مقدمہ میں ذکر فرمایا۔ جزاہ اللہ احسن الجزاء۔

حضور کو یہ بات نہایت پسندیدہ تھی کہ افسران اپنے ماتحتوں کی محنت کا بھی رپورٹ میں ذکر کریں تا ایسا نہ ہو کہ سارا کریڈٹ اپنے نام لگا کر يُحِبُّوْنَ أنْ يُحْمَدُوا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوا کی آسمانی ملامت کے نیچے آویں۔

عاجز سوچتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نیکی کی سات سو گنا بلکہ لاتعداد گنا جزا دیتا ہوں۔ پیارے حضور نے تو دنیا بھر میں لاتعداد احباب واغیار سے لاتعداد نیکیاں کی ہیں۔ صرف ایک پیار بانٹنے کی نیکی ہی کو لیجئے۔ دنیا بھر میں کتنے ہی مسلم وغیر مسلم، احمدی وغیر احمدی، بچے اور بوڑھے ہیں جنہیں آپ نے ایسا پیار دیا جو مائیں بھی نہیں دے سکتیں۔ ہمارا آسمانی آقا جب آپ کے صرف اس پیار ہی کی جزا دے گا تو اسکے حضور آپؒ کے مقام قرب وپیار کا اندازہ کون کر سکے گا؟ سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم اللھم صل علی محمد و آل محمد۔ آمین۔

بقیہ: خلاصہ خطبہ جمعہ از صفحہ اول

کے حوالہ سے بیان فرمایا اور بتایا کہ یہ دعا بہت ہی لطیف اور جامع ہے۔ حضور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ اب یہ دعا ایسی ہے کہ ہم میں سے ہر ایک کو کرنی چاہئے اور ہر ایک کا دل چاہتا ہے کہ کرے اور صالح اولاد ہو اور پھر بچوں کی پیدائش کے وقت بھی اور پیدائش کے بعد بھی ہمیشہ بچوں کے نیک صالح اور دیندار ہونے کی دعائیں کرتے رہنا چاہئے کیونکہ والدین کی دعائیں بچوں کے حق میں پوری ہوتی ہیں۔ اور یہی ہمیں اللہ تعالیٰ کی تعلیم اور نصیحت ہے۔ حضور نے فرمایا کہ اگر والدین کی دعا اپنے بچوں کے لئے اچھے رنگ میں پوری ہوتی ہے تو وہاں ایسے بچے جو والدین کے اطاعت گزار نہ ہوں ان کے حق میں برے رنگ میں بھی پوری ہوسکتی ہے۔ تو ماں باپ کی ایسی دعا سے ڈرنا بھی چاہئے۔ بعض بچے جائیداد یا کسی معاملہ میں والدین کے سامنے بے حیائی سے کھڑے ہوجاتے ہیں۔ حضور نے فرمایا کہ اس ضمن میں والدین کا فرض ہے کہ پیدائش سے لے کر زندگی کے آخری سانس تک بچوں کے نیک فطرت اور صالح ہونے کے لئے دعائیں کرتے رہیں۔ اور ان کی جائز اور ناجائز بات کو ہمیشہ مانتے نہ رہیں اور اولاد کی تربیت اور اٹھان صرف اس نیت سے نہ کریں کہ ہماری جائیدادوں کے مالک بنیں۔ لیکن اس کے ساتھ ہی بچوں کو بھی خوف خدا کرنا چاہئے کہ ماؤں کے حقوق کا خیال رکھیں، باپوں کے حقوق کا خیال رکھیں۔

حضور نے فرمایا کہ حضرت زکریا کی دعا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بھی الہام ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو بھی ایک زکی بیٹے کی بشارت دی۔

حضور ایدہ اللہ نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے ارشاد کے حوالہ سے بتایا کہ انسان اگر اولاد کی خواہش کرے تو اس نیت سے کرے ﴿وَاجْعلنا للمتّقین اِمامًا﴾ (الفرقان:۷۵) اور نذر کرکے کرے کہ کوئی ایسا بچہ پیدا ہوجائے جو اعلاء کلمۃ الاسلام کا ذریعہ ہو جب ایسی پاک خواہش ہو تو اللہ تعالیٰ قادر ہے کہ زکریا کی طرح اولاد دیدے۔ اسی طرح حضور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں یہ دُعا سکھلائی ہے کہ ﴿اَصْلِحْ لِیْ فِی ذُرِّيَّتِیْ﴾ (الاحقاف:۱۶) میرے بیوی بچوں کی بھی اِصلاح فرما۔ اپنی حالت کی پاک تبدیلی اور دعاؤں کے ساتھ ساتھ اپنی اولاد اور بیوی کے واسطے بھی دعا کرتے رہنا چاہئے کیونکہ اکثر فتنے اولاد کی وجہ سے انسان پر پڑ جاتے ہیں اور اکثر بیوی کی وجہ سے۔

پھر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں: ''اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں صالح اور خداترس اور خادم دین اولاد کی خواہش کرتا ہوں تو اس کا یہ کہنا بھی نرا ایک دعویٰ ہی ہوگا جب تک کہ وہ خود اپنی حالت میں ایک اصلاح نہ کرے۔''

حضور ایدہ اللہ نے نیک اولاد کے حصول کے لئے دعاؤں کی قبولیت کے سلسلہ میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اور آپؑ کے صحابہ کے بعض ایمان افروز واقعات کا ذکر بھی فرمایا۔

خطبہ کے آخر پر حضور ایدہ اللہ نے ایم ٹی اے کے بارہ میں ایک خوشی کی خبر کا ذکر فرمایا کہ پاکستان، برصغیر اور ایشیا کے اکثر ممالک میں ایم ٹی اے کی نشریات اب اللہ تعالیٰ کے فضل سے Asia Sat 3 پر شروع ہوگئی ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ ۔ شفیق اور مہربان آقا

(رفیق احمد حیات ۔ امیر جماعت برطانیہ)

۳۰ اپریل ۱۹۸۴ء کی صبح حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابعؒ کا انگلستان میں ورود ہوا ۔ اس وقت تک مجھے حضور سے ذاتی طور پر ملنے کا شرف حاصل نہیں تھا۔ حضور کے انگلستان تشریف لانے کے دوسرے دن جب آپ مبارک احمد ساقی صاحب کے ساتھ اپنے دفتر سے مسجد کی طرف تشریف لا رہے تھے میں اس وقت گیٹ پر ڈیوٹی دے رہا تھا۔ جب آپ نے مجھے دیکھا اور ہاتھ ہلایا تو بعد میں ساقی صاحب نے مجھے بتایا کہ حضور نے میرے بارے میں ساقی صاحب سے دریافت کیا تھا۔ میں حیران تھا کہ اتنے لوگوں میں جو ڈیوٹی پر تھے حضور نے یہ شرف مجھے بخشا۔ بہرحال یہ میرا حضور کے ساتھ پہلا رابطہ تھا۔ اس دوران حضور نے انگلستان کی جماعت کے افراد اور خاندانوں کے ساتھ ملاقاتوں کے ذریعہ ایک خاص تعلق پیدا کرلیا۔ خاص طور پر آپ نے ذاتی طور پر نوجوانوں کی تربیت اور اصلاح شروع کی اور ہم نے انگلستان کی ۱۹ سالہ تاریخ میں کئی خارق عادت معجزات دیکھے۔ حضور کی کامیابیاں اور کارہائے نمایاں بہت زیادہ ہیں اور جماعت کی آپ کی نگرانی میں ترقی اس کی گواہ ہے کہ دنیا بھر میں جماعت احمدیہ ایک دم سے کیسی ابھری ہے۔

حضور کی اللہ تعالیٰ کی ذات، قرآن کریم اور رسول کریم ﷺ سے محبت کسی صورت میں بھی بھلائی نہیں جا سکتی۔ عموماً حضور جب بھی رسول ﷺ کا نام لیتے آپ پر بے انتہا جذبات کی بنا پر رقت طاری ہو جاتی اور آواز بھرّا جاتی، یہ بے پناہ محبت آپ کی ذات اور آپ کے کردار میں منعکس تھی۔

ذاتی طور پر حضور نوجوانوں، بوڑھوں اور امیر، غریب اور دنیا کے مختلف ملکوں اور قوموں کے لوگوں کے ساتھ بے تکلفی کا تعلق پیدا کر لیتے تھے لیکن یہ محض الفاظ ہی نہیں تھے جو آپ کو دوسرے انسانوں سے وابستہ کرتے تھے۔ آپ کی انسانیت، آپ کا اخلاص آپ کی سچائی اور لوگوں کے ساتھ بے پایاں محبت کا ہر کوئی تجربہ کرتا۔ آپ نے ہمیشہ محبت اور فراست کے ساتھ ہماری رہنمائی فرمائی۔ مجھے یاد ہے کہ حضور کی آمد کے بعد لندن کے اس خوابیدہ علاقے میں یک دم سرگرمی اور جوش آ گیا۔ لندن مسجد ہر وقت دنیا سے آنے والے لوگوں سے مصروف نظر آنے لگی۔ ان دنوں میں حضور ہفتہ میں سات دن مجلس عرفان فرماتے ۔ یہ وہ وقت تھا جبکہ حضور اور انگلستان کی جماعت کے افراد کے درمیان ایک گہرا رشتہ اور تعلق پیدا ہو رہا تھا۔

۱۹۸۷ء میں مکرم آفتاب احمد خان صاحب (جو کہ اس وقت امیر جماعت برطانیہ تھے) نے مجھے مطلع کیا کہ حضور نے ہدایت کی ہے کہ میں مجلس خدام الاحمدیہ کی ذمہ داری سنبھالوں۔ یہ تقرری اچانک مجھے حضور کے قرب میں لے آئی اور میری حضور کے ساتھ ہر نماز کے وقت ملاقات ہونے لگی۔ حضور میرے ساتھ بہت شفقت کے ساتھ پیش آتے اور ہر موقعہ پر میری حوصلہ افزائی کرتے۔ اسطرح میرا حضور کے ساتھ ایک تعلق پیدا ہوا۔ حضور ہمیشہ ہی جماعت کے نوجوانوں میں بہت دلچسپی لیتے اور ہماری تربیت کی خاطر ہمیں ہمیشہ زیادہ وقت دیتے اور ہماری ہر تقریب میں شرکت فرماتے۔ ایسے واقعات تو بہت ہیں لیکن میں چند مثالیں ہی پیش کروں گا۔ حضور ایک مشاق کھلاڑی تھے اور آپ کو سکواش کا بہت شوق تھا اور آپ ہمیشہ سکواش ٹورنامنٹ میں شرکت فرماتے اور اس دوران میں خود بھی کھیل میں حصہ لیتے۔ ان دنوں ہاکی اور کرکٹ کے میچز بھی خدام الاحمدیہ منعقد کیا کرتے تھے اور یہ حضور کا ولولہ تھا کہ آپ نے مسلم ٹائیگر احمدیہ (MTA) ہاکی ٹیم بنانے میں حوصلہ افزائی فرمائی اور اس ٹیم نے کئی قومی اور عالمی ٹورنامنٹس میں حصہ لیا۔ آپ ایک ماہر نشانہ باز بھی تھے اور عموماً Clay Pigion کی نشانہ بازی کی مشق کرنے اسلام آباد تشریف لاتے اور مارشل آرٹ کی نمائش سے بھی محظوظ ہوتے۔ لیکن حضور کا سب پسندیدہ کھیل کبڈی تھا اور ماہر کھلاڑیوں کی کبڈی ٹیم کے میچز دیکھنے پسند فرماتے۔ حضور کا نوجوانوں کے ساتھ اس طرح بے تکلفی سے مل جل جانا نوجوانوں کو خلافت کے قریب لانے میں بہت مد ثابت ہوا۔

ہمارے خدام کے سالانہ اجتماع میں عموماً حضور اپنی حفاظتی ٹیم کے ممبروں سے کہہ کر اپنا ذاتی خیمہ لگوایا کرتے۔ حضور یہ تمام وقت خدام کے ساتھ ہی گزارتے۔ اس کے ساتھ ساتھ حضور کو خدام اور اطفال کی تربیت کا ہر وقت خیال رہتا اور تمام تربیتی امور پر حضور تفصیلی ہدایات ارشاد فرماتے۔ حضور کی شدید خواہش تھی کہ تمام بچے نماز کو عربی میں اور اسکا ترجمہ انگریزی میں سیکھیں اور قرآن مجید کی قراءت صحیح تلفظ سے ادا کرسکیں۔ حضور کے ارشاد اور ہدایات کے مطابق ۱۹۸۹ء میں ایک اطفال ریلی کا انتظام کیا گیا۔ حضور عموماً ہر تقریب میں رونق افروز ہوتے تھے لیکن جب میں نے حضور سے درخواست کی کہ حضور اس موقعہ پر تشریف لائیں تو حضور نے معذرت فرمادی کیونکہ حضور کا پہلے سے ایک پروگرام تھا اور حضور لندن سے باہر تشریف لے جا رہے تھے۔ یہ گفتگو حضور کے ساتھ مسجد سے حضور کے دفتر کی طرف جاتے ہوئے ہوئی۔ جب حضور اندر تشریف لے گئے تو مَیں نے وہاں موجود لوگوں سے کہا کہ دعا کریں کہ کسی صورت حضور اس تقریب میں شرکت فرماسکیں۔ ملک اشفاق صاحب (جو کہ ان دنوں حفاظتی ٹیم میں تھے) فرمانے لگے کہ یہ بالکل ناممکن ہے کیونکہ حضورؒ تو کئی دنوں کے لئے لندن سے باہر تشریف لے جا رہے ہیں اور آپ کی ریلی تو دو دن میں ختم ہو جائے گی۔ میں صرف یہی کہتا رہا کہ ہم دعا کرتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو کیا منظور ہے۔ جمعہ کے روز بھی حضورؒ سے اسی موضوع پر گفتگو ہوئی اور ہفتہ کے روز صبح حضور اپنے سفر پر تشریف لے گئے۔ لیکن اسی روز شام کو اطلاع ملی کہ حضور واپس لندن تشریف لے آئے ہیں۔ مجھے بہت حیرت ہوئی لیکن بعد میں حضورؒ نے ریلی کے آخری سیشن میں تفصیل بیان کی کہ آپ انگلستان کے بہت خوبصورت علاقے ڈیون اینڈ کارنوال میں جب پہنچے تو شام ہو رہی تھی اور آپ نے میجر محمود احمد صاحب سے رات کی رہائش کا انتظام کرنے کے لئے فرمایا۔ کئی ایک ہوٹلوں سے پتہ کرنے پر یہی جواب ملا کہ ہوٹل مکمل طور پر بھرے ہوئے ہیں اور کوئی جگہ نہیں۔ حضور فرماتے تھے کہ آپ کو حیرت تھی کہ اس قسم کا تجربہ پہلے کبھی نہیں ہوا تھا کہ انگلستان میں رات رہنے کے لئے ہوٹل میں جگہ نہ ملے۔ چونکہ کوئی انتظام نہیں ہو رہا تھا اور اندھیرا بڑھتا چلا جا رہا تھا تو اپنے قافلہ کو واپس لندن چلنے کا حکم دیا۔ حضور فرماتے تھے کہ مجھے ابھی بھی سمجھ نہیں آ رہی تھی لیکن دوسری صبح سیر کے وقت میجر صاحب نے صدر صاحب خدام الاحمدیہ اور ملک صاحب کے درمیان دعا کے مقابلے کے بارے میں ذکر کیا اور کہا کہ یوں معلوم ہوتا ہے کہ صدر صاحب جیت گئے۔ یوں حضورؒ نے اس ریلی میں شامل ہو کر اسے تاریخی بنا دیا۔

۱۹۸۹ء میں جب ہم صد سالہ جوبلی منانے کیلئے مختلف قسم کی تقریبات کی تیاری کر رہے تھے۔ انہیں دنوں حضورؒ نے نہایت شفقت کے ساتھ مجھے چھ گھنٹے کا ایک انٹرویو دیا جو کہ دو نشستوں پر مشتمل تھا۔ اس میں حضورؒ نے اپنے بچپن کے واقعات، اپنے والد صاحب سے تعلقات اور تعلیم کی خاطر لندن کے قیام کے دوران کے حالات بیان فرمائے۔ یہ انٹرویو خدام کے صد سالہ جوبلی کے جریدہ میں چھپا۔ صد سالہ جوبلی کے سال کے دوران خدام الاحمدیہ انگلستان نے ایک چیریٹی سائیکل میراتھن بریڈفورڈ سے لندن تک منعقد کی۔ حضور نے بہت محبت اور شفقت کے ساتھ ہماری رہنمائی فرمائی۔ یہ حضورؒ کی دعائیں اور راہنمائی ہی تھی کہ یہ تقریب بہت کامیاب رہی۔ نہ صرف ملک بھر کے اخباروں میں خبریں شائع ہوئیں بلکہ ملک بھر کے معززین نے اسکی بھرپور حمایت کی اور ہم نے خیرات کیلئے کافی فنڈ بھی اکٹھا کر لیا۔ گریٹ ارمنڈ سٹریٹ ہسپتال نے اپنا ایک نیا حصہ خدام الاحمدیہ یو۔کے کے نام کے ساتھ منسوب کیا۔

جوبلی منانے میں کئی ایک تقریبات منعقد ہوئیں۔ جن میں کوئین الزبتھ ہال میں حضورؒ کا لیکچر، Grosvenor House میں عشائیہ اور جماعت احمدیہ کی اسلام آباد میں دعوت قابل ذکر ہیں۔ یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل تھا کہ اس دوران میں مجھے حضورؒ کے بہت قریب رہ کر کام کرنے کی توفیق ملی ۔ اور اس عرصہ میں میں حضورؒ کی ذہانت، ذوق ظرافت اور خوش طبعی سے مستفید ہوا۔ حضورؒ ہمیشہ کبھی لفظوں سے کبھی اشاروں سے ہمت بڑھاتے اور اپنا قیمتی وقت ہمیں دینے کو تیار رہتے اور محبت، گرم جوشی اور ہمدردی کیساتھ ہماری ہمت بڑھاتے ۔ آپ کا بے پایاں جوش، ہمت اور شفقت نے ہمارے دلوں پر وہ اثر کیا جو کہ اور کوئی انسان نہیں کر سکتا۔

دسمبر ۱۹۹۱ء میں جلسہ سالانہ قادیان سے واپسی پر حضرت آصفہ بیگم صاحبہ بہت زیادہ بیمار ہو گئیں۔ ان تمام پریشانیوں کے باوجود حضور رحمہ اللہ نے جماعت کے کسی کام میں کوئی کمی نہیں آنے دی۔ آپ جماعت کے ہر کام کو اپنی ذات اور ذاتی پریشانیوں پر ترجیح دیتے۔ ان دنوں خدام الاحمدیہ کی میراتھن واک (Marathon Walk) کی تیاری تھی اور ہم نہیں چاہتے تھے کہ حضور کو مزید پریشان کریں کیونکہ ان دنوں حضرت بیگم صاحبہ ہسپتال میں داخل تھیں۔ لیکن اس پریشانی کے باوجود حضور رحمہ اللہ ہماری میراتھن واک کے وقت ہسپتال سے تشریف لائے اور بھرپور شمولیت فرمائی۔ یہ حضور کا خاصہ تھا کہ جماعت کا ہر کام ان کو اپنی ذات سے بڑھ کر عزیز تھا اور اپنے ذاتی معاملات کو پس پشت ڈال دیتے تھے۔

جب ہسپتال سے آفتاب خان صاحب کا ٹیلیفون آیا اور مَیں فوراً ہسپتال پہنچا۔ حضور ہم سب لوگوں کو گلے ملے اور کسی قسم کا کوئی رنج و غم کا اظہار نہیں کیا۔ حضرت بیگم صاحبہ وفات پا گئیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔ لیکن یہ مرد خدا اس غم کو بھی اس طرح برداشت کر گیا کہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر راضی اور مطمئن تھا۔ ہم سب آپ کے لئے غمگین تھے لیکن حضور رحمہ اللہ ہمیں تسلیاں دے رہے تھے۔

میرا وقت خدام الاحمدیہ کے ساتھ ختم ہونے کو آ رہا تھا حضورؒ نے مجھے مختلف منصوبوں میں شامل کرنا شروع کر دیا۔ حضورؒ نے ارشاد فرمایا کہ نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کی ایک ٹیم بنائی جائے جو کہ مختلف مذہبی موضوعات پر تحقیق کریں۔ ان دنوں آپ نے اس کام کے لئے بہت وقت دیا اور ہماری حضور کے ساتھ کافی لمبی ملاقاتیں ہوتیں اور تحقیقی مضامین پر تفصیل کے ساتھ گفتگو ہوتی۔ بعض دفعہ ہم دو تین گھنٹے روز اور ہفتہ میں تین تین، چار چار دن حضورؒ سے ملاقات کا شرف حاصل کرتے۔ یہ وہ وقت تھا جب ہم نے حضورؒ سے سیکھا کہ تحقیق کرنے کیلئے بہت گہری نظر چاہیے۔

یہ وہ زمانہ تھا جبکہ جماعت احمدیہ کے ہر شعبہ میں بہت تیزی سے ترقی کی مساعی ہو رہی تھیں۔ حضورؒ نے ایک دن مجھے اپنے دفتر میں بلایا اور ارشاد فرمایا کہ آپ ماریشس تشریف لے جا رہے ہیں اور وہاں سے سیٹلائٹ کے ذریعہ آپ کی تقریر کے براہ راست نشر کرنے کا انتظام کیا جا رہا ہے۔ اور وہاں سے واپس تشریف لانے پر یہ انتظام انگلستان اور روس سے شروع کیا جائے گا۔ ہم ۱۲ گھنٹے یہ پروگرام روزانہ ایشیا اور مشرق بعید میں ٹرانسمٹ کریں گے۔ آپ نے ہدایت دی کہ ایک ٹیم تیار کی جائے جو پروگراموں کے ٹیپ تیار کرے جو روس بھجوائے جاسکیں۔ کام شروع کرنے کے لئے حضورؒ نے ہدایت فرمائی کہ کم از کم ایک مہینہ کی ٹرانسمشن کیلئے ٹیپ تیار ہوں اور اس کے بعد باقاعدہ یہ سلسلہ جاری رہے گا۔ یہ بہت بڑا کام تھا لیکن حضورؒ کی دعاؤں کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے ہماری مدد فرمائی اور ہم وقت سے پہلے ہی اس کام کیلئے مکمل طور پر تیار تھے۔ حضورؒ کو اس نئے منصوبہ میں بہت دلچسپی تھی اور ہمارے پاس شروع شروع میں کوئی زیادہ سہولتیں بھی میسر نہیں تھیں لیکن ہم اس سیٹلائٹ TV کی تیاریوں میں مصروف رہے۔ ہمارا سٹوڈیو ایک چھوٹا سا کمرہ تھا جسمیں ہم مشکل سے چند لوگوں کو بٹھا سکتے تھے۔ مجھے یاد ہے کہ حضورؒ نماز کے فوراً بعد سیدھے وہاں تشریف لاتے اور دنیا بھر میں جانے والی Live Broadcast کرتے۔ اس کے بعد تھوڑے وقفہ سے ہم دوسرے Live پروگرام کرنے کا سلسلہ شروع کرتے۔ اناؤنسر ایک طرف کھڑا ہوتا اور ہم جلدی جلدی لوگوں کو کرسیوں پر بٹھا کر اپنا پروگرام شروع کرتے۔ ان معمولی شروعات سے ہم نے آہستہ آہستہ حضورؒ کی زیر ہدایت پروڈکشن ٹیم، ڈاکومنٹری ٹیم، خبروں کی ٹیم اور لائبریری وغیرہ بنائیں اور ایک خاص شکل اختیار کرنی شروع کی۔ اس تمام وقت میں ہم حضورؒ کی ہدایات سے مستفید ہوتے رہے اور حضورؒ کی دلچسپی اس قدر تھی کہ ہم روزانہ کی رپورٹ حضورؒ کو بھجواتے اور حضورؒ ہمیشہ ہمیں محبت بھرے اور شفیق انداز میں اپنی رائے بھجواتے۔ تحفوں اور مٹھائی کے ساتھ ہماری ہمت بڑھاتے، تقریباً روز ہی حضورؒ سے ملاقات ہوتی۔ پروگرام کے دوران یا بعد میں حضورؒ ہماری ہمت بڑھاتے اور MTA کے اس مشکل دور میں ہمیں ہمارے مقصد کی طرف محرک رکھتے۔

مجھے یاد ہے کہ جب پہلے جلسہ میں ہم نے مختلف مندوبین کے انٹرویو مختلف زبانوں میں ریکارڈ کئے تو حضور کی معیت میں ہم سب ان انٹرویوز کو دیکھ رہے تھے اور حضورؒ ہمیں سمجھا رہے تھے کہ اگر ہم غور سے سنیں تو ہر زبان کو کچھ نہ کچھ سمجھ سکتے ہیں۔ پہلے ٹیپ تو یورپین زبانوں کے تھے جن میں غور کرنے سے کچھ نہ کچھ سمجھ آ جاتی تھی۔ اسکے بعد افریقن زبانوں کے ٹیپ زیادہ مشکل ہو گئے۔ جب ہم چینی زبان کے ٹیپ پر پہنچے تو حضور بہت غور سے سننے کے بعد مسکرانے لگے اور فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور شان ہے کہ اس نے دنیا میں اس قدر مختلف رنگ اور طرح طرح کی زبانیں پیدا کی ہیں کہ اس کا مجھے ایک لفظ بھی سمجھ نہیں آ رہا۔ اس دوران کیسٹ میں کسی نے ''مرزا طاہر احمد'' کہا اور میں نے اسے دہرایا تو حضورؒ کھلکھلا کر ہنسنے لگے اور فرمایا ''تو آپ کو چینی زبان آتی ہے''۔ یہ وہ خوبصورت لمحات تھے جو ہم نے

حضورؒ کے ساتھ گذارے ہیں اور جن کی یادیں ہمارے دل میں ہمیشہ کے لئے باقی ہیں۔

جب MTA کی چوبیس گھنٹے کی ٹرانسمشن شروع ہوئی تو حضورؒ نے MTA کے تمام سٹاف کیلئے ایک عشائیہ دیا۔ اور حضور نے میاں لقمان صاحب کو سویٹ ڈش تیار کروانے پر مقرر کیا جو کہ حضورؒ کی اپنی Recipe کے مطابق تھی۔ اس میں کیوڑہ استعمال کیا جاتا ہے۔ جب سویٹ ڈش کا وقت آیا اور ڈش لائی گئی تو حضورؒ نے اپنے ہاتھوں سے ایک پلیٹ میں ڈال کر مجھے اور نصیر شاہ صاحب کو دی۔ جب حضورؒ نے چکھا تو فوراً فرمایا کہ یہ اسطرح نہیں بنی جیسا میں نے کہا تھا۔ میاں لقمان صاحب کا اصرار تھا کہ یہ بالکل حضور کی ہدایت کے مطابق تیار ہوا ہے۔ حضور نے حکم دیا کہ ان کے ذاتی سٹور میں سے ایک بوتل روح کیوڑہ لائی جائے جو کہ آپ نے پوری کی پوری ڈش میں الٹ دی اور کھیر کو خوب اچھی طرح ملا دیا۔ ہم اس وقت اپنی کھیر کھا چکے تھے لیکن حضور نے ہماری پلیٹیں پھر کھیر سے بھر دیں۔ یہ مجھے ہمیشہ یاد رہے گا کیونکہ محبت اور شفقت کا جو مظاہرہ حضورؒ نے فرمایا وہ بھلایا نہیں جاسکتا۔

ہم جو کام بھی کرتے ہیں اسکی جزاء تو اللہ تعالیٰ ہی دیتا ہے۔ لیکن مجھے یاد ہے کہ ۲۴ گھنٹے کی ٹرانسمشن کے بعد جو پہلی عید آئی اس پر حضور نے خود مجھے اور نصیر شاہ صاحب کو حضرت مسیح موعودؑ کی کی مبارک قمیص کا ایک ٹکڑا بطور تبرک تحفہ دیا اور اپنے خط میں اس تبرک کی تاریخ اور اہمیت بیان فرمائی اور یہ کہ اس کو کس طرح سنبھال کر رکھنا ہے۔ انگلستان کی ان تمام سرگرمیوں میں حضور کو عوام الناس کے ساتھ سوال و جواب کی محفل بہت پسند تھی۔ حضورؒ کو اپنے ہمسایوں کا بھی بہت خیال ہوتا اور ہمیشہ انہیں ہر تقریب میں بھی تحفے تحائف اور چاکلیٹ وغیرہ بھجواتے رہتے۔ ایک دفعہ آپ نے مجھے ارشاد فرمایا کہ ایک ایک کر کے ہمسایوں کے ساتھ کھانے کا انتظام کیا جائے جس میں حضورؒ بذات خود میزبان کی ذمہ داری ادا کرتے۔

جماعتی روایات کو سکھلانے کا حضورؒ کا اپنا انداز تھا۔ ایک بار جب حضورؒ جلسہ سالانہ کے انتظامات کا معائنہ فرما رہے تھے آپ نے روٹی پلانٹ پر شیخ رشید صاحب سے پوچھا کہ کیا سب ٹھیک ہے۔ شیخ صاحب نے عرض کیا کہ حضور کام کرنے کے لئے لوگوں کی کمی ہے۔ حضور فوراً چوھدری ہدایت اللہ بنگوی صاحب (افسر جلسہ) کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ فوراً انتظام کریں۔ بنگوی صاحب نے مجھے بلایا اور ہدایت کی کہ میں فوراً انتظام کروں۔ حضور نے دیکھا اور مجھے فوراً روک دیا اور بنگوی صاحب کو فرمایا کہ کارکن مہیا کرنے افسر جلسہ سالانہ کا کام ہے، افسر خدمت خلق کا نہیں اور پھر حضورؒ نے تفصیل کے ساتھ جلسہ سالانہ پاکستان کی روایات بیان کیں۔

ہماری جماعت میں بہت بڑی بڑی شخصیتیں تھیں اور ان کا حضورؒ کے ساتھ تعلق بیان کرنے کو ایک کتاب چاہیے۔ چند ایک کے بارے میں کہہ سکتا ہوں۔ حضورؒ کو چوہدری انور حسین صاحب امیر شیخوپورہ بہت پسند تھے۔ آپ کا اپنا ایک طرز مزاح تھا اور آپ ہر سال جلسہ سالانہ کے موقع پر یہاں تشریف لاتے اور یہ طریق آپ کا آپ کی وفات تک رہا۔ آفتاب خان صاحب، مبارک ساقی صاحب اور شریف اشرف صاحب اور چند لوگ ہیں جن کی رفاقت حضورؒ پسند فرماتے۔

حضور کو مجلس عرفان بے حد پسند تھی اور اسمیں میرے والد بزرگوار بشیر احمد حیات صاحب نے ۱۹ سالہ عرصہ میں حضور کے ساتھ ایک خاص تعلق پیدا کر لیا تھا۔ میرے والد صاحب کی سادگی اور خلوص حضور کو خاص پسند تھا اور اس کے باوجود کہ میرے والد صاحب نے کئی بار حضور سے درخواست کی کہ صحت کی خرابی کی بناء پر اب وہ سوال پوچھنے چھوڑ دیں۔ لیکن حضور نے ہر بار یہی ارشاد کیا کہ نہیں سوال جاری رکھیں۔ ان دونوں کا آپس میں ایک محبت کا رشتہ تھا اور میرے والد صاحب کی وفات پر حضور نے بہت پیارے انداز میں فرمایا کہ ”انہیں میرے ساتھ اتنی ہی محبت تھی جتنی مجھے انکے ساتھ ہے۔“

حضور کا انگلستان کی جماعت کے ساتھ ایک خاص تعلق تھا اور جماعت کے تمام ممبران سے بہت پیار اور شفقت فرماتے۔ مجھے یاد ہے کہ جب کئی سال وقف جدید میں انگلستان چوتھے نمبر پر رہنے کے بعد تیسرے نمبر پر آیا تو حضور کو خاص خوشی ہوئی اور آپ نے فرمایا کہ اگرچہ یہ دونوں (انگلستان اور جرمنی) میرے گھوڑے ہیں پھر بھی میری خواہش ہے کہ انگلستان آگے ہی رہے۔

حسب معمول حضور نے ۱۸؍اپریل ۲۰۰۳ء کی مجلس عرفان میں شمولیت فرمائی۔ اس روز حضور بہت خوش تھے اور رشید صاحب کے سوالات سے محظوظ ہو رہے تھے۔ اسی لئے جب صبح ۱۹؍اپریل کو مجھے میاں لقمان صاحب کا فون ملا کہ فوراً مسجد میں آؤں تو مجھے کچھ پریشانی تو ہوئی لیکن تسلی تھی کہ حضور کو شام جب ہم ملے تو حضور بہت خوش تھے۔ اس لئے شائد کوئی اور ضروری کام ہو۔ افسوس صد افسوس کہ جب میں وہاں پہنچا تو مجھے اپنے روحانی باپ کی وفات کی خبر ملی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ حضورؒ نہ صرف خلیفۃ المسیح تھے بلکہ آپ ایک بہترین دوست، باپ اور رہنما تھے۔ سب تصویریں آنکھوں کے سامنے آتی ہیں اور جذبات کے دھارے میں بہ جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔ حضور کی وفات کے ساتھ جماعت احمدیہ کا ایک باب ختم ہوا۔ تاریخ ہمیشہ انہیں ایک رہبر اور رہنما کے طور پر یاد کرے گی جنہوں نے جماعت کی ترقی میں ایک خاص کردار ادا کیا۔ آپکی شخصیت، لطافت، مزاح، محبت اور شفقت کو ہر کوئی محسوس کرے گا۔ جو شخص بھی حضور سے ملا اس نے بھی محسوس کیا کہ حضور کا اس کے ساتھ ایک خاص اور ذاتی تعلق ہے اور ہر فرد جماعت حضور کی کمی محسوس کرے گا۔

ہمیں اپنی جماعت میں سے اور باہر سے کئی ایک خراج عقیدت ملے ہیں کہ حضور ایک خاص شخصیت تھے۔ آپ ایک واجب التعظیم شخصیت تھے۔ ان تمام لوگوں کے بھی حضور کے ساتھ اپنے ذاتی تعلقات تھے اور وہ بھی حضور کی بصیرت افروز شخصیت سے مستفید ہو چکے ہیں۔

ذاتی طور پر میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ حضور کی وفات پر میں نے ایک باپ، ایک دوست، ایک رہبر اور ایک قائد کو کھو دیا۔ ان کی ذات میرے لئے کتنی قیمتی تھی یہ لفظوں میں بیان نہیں کیا جاسکتا۔ آپ میرے لئے دعا کرتے، میری خوشی اور غم میں شریک ہوتے۔ جو لمحات ہمارے اکٹھے گزرے ہیں ان کا بیان آسان نہیں۔ یہ سب محض آپ کی دعائیں ہی تھیں کہ میں زندگی کے ہر دور میں اللہ تعالیٰ کی مدد سے آگے بڑھتا چلا گیا۔ آپ کی محبت اور شفقت نہ صرف میرے لئے بلکہ میری اہلیہ اور میرے بچوں کو بھی وافر میسر آئی۔ بیس سال کی رفاقت میں اتنی یادیں ہیں کہ انہیں لکھنے اور بیان کرنے کے لئے ایک کتاب چاہئے۔ یادوں کا ایک سیلاب ہے جو بہنا شروع ہو تو روکے نہیں رک سکتا۔ ان میں سے بعض یادیں ایسی ہیں کہ انسان صرف اور صرف اپنے دل میں ہی ان سے لطف اٹھا سکتا ہے اور کسی کے سامنے بیان نہیں کر سکتا۔ ان میں سے چند ایک میں نے دوستوں کے ملاحظہ کیلئے لکھ دی ہیں۔ وہ ایک خدا کا پیارا تھا اپنے مولیٰ سے جا ملا۔ اللہ تعالیٰ آپ پر بے شمار رحمتیں نازل فرمائے۔ آمین۔

بقیہ: MTA انٹرنیشنل اور
حضرت خلیفۃ المسیح الرّابعؒ از صفحہ نمبر ۲۲

مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ حضور انورؒ کے ارشاد کے ایک ہفتہ کے اندر اندر اس کمپنی کے سینئر ڈائریکٹر جو اس عورت کے افسر تھے ان کا فون مجھے آیا اور کہا کہ ”وہ اب یہاں کام نہیں کرتیں اور آپ کا کیس آج سے مَیں خود ڈیل (Deal) کروں گا“۔

خاکسار نے شاید زندگی میں قبولیت دعا کی ایسی واضح اور عیاں مثال نہ دیکھی تھی۔ یقین نہیں آتا تھا کہ ایک ڈائریکٹر جو کئی سال سے اتنی بڑی پوسٹ پر کام کر رہی تھی اچانک کمپنی نے اسے نکال کیسے دیا۔ اور پھر خدا کی قدرت کا ایک اور نظارہ یہ تھا کہ سینئر ڈائریکٹر ایک ایسا فرشتہ صفت انسان ثابت ہوا کہ اس نے آگے چل کر ہر قدم پر ہماری مدد کی اور بے شمار رکاوٹیں دور کیں۔

۱۹۹۶ء میں ہم امریکہ کینیڈا کے لئے ڈیجیٹل سروس شروع کر رہے تھے اور یہ ان وقتوں کے لحاظ سے ایک نہایت انقلابی قدم تھا۔ ابھی ڈیجیٹل ریسیور بھی دستیاب نہ تھے۔ بڑی کوششوں اور کئی مشکلات کے بعد ایک کمپنی سے طے پایا کہ وہ ہمارے لئے ریسیور نئے سرے سے Develope کریں گے۔ اگرچہ قیمت بہت زیادہ تھی مگر کوئی چارہ نہ تھا۔ ایک تسلّی کا سامان تھا کہ اب امریکہ کینیڈا کے لئے چوبیس گھنٹے کی نشریات بلا رکاوٹ شروع ہو سکیں گی۔ حضور انور بھی مطمئن تھے۔

پھر اچانک اس کمپنی کا فون آیا کہ ہم کچھ مشکلات میں آ گئے ہیں لہذا اب ہم ریسیور نہیں بنا سکیں گے۔ تمام منصوبوں کا محل یکدم مسمار ہوتا نظر آیا۔ حضور انورؒ ان دنوں ہالینڈ کے دورے پر تھے۔ خاکسار نے ڈرتے ڈرتے، اپنے خیال میں نپے تلے الفاظ میں حضور کی خدمت میں فیکس کر دیا اور احساس پشیمانی میں ڈوبا رہا کہ حضور کو تکلیف ہوگی۔ چند گھنٹے کے اندر ہی دفتر تبشیر سے مکرم اخلاق انجم صاحب کا فون آیا کہ حضور کا پیغام آیا ہے اور فرمایا ہے ”اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا۔ اَللّٰھُمَّ اَیِّدْنَا بِرُوْحِ الْقُدُسِ“۔ یعنی اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ اے اللہ روح القدس سے ہماری مدد فرما۔ خلافت کی دعاؤں کی معجزانہ برکات کے سلسلہ میں اپنے گزشتہ حسین تجربات کی بنا پر خاکسار کو اسی وقت تسلّی ہوگئی کہ محض حضور انور کی دعاؤں سے خدا تعالیٰ ضرور کوئی راستہ نکال دے گا۔ اس واقعہ کے تیسرے دن ایک دوسری کمپنی نے جس کا ہمیں اس سے قبل علم ہی نہ تھا، ریسیور بنانے کی پیشکش یوں کی کہ پہلے سے ایک تہائی قیمت پر سودا ہو گیا۔ اور پھر انہوں نے ہزاروں کی تعداد میں ڈیجیٹل ریسیور ہماری عین ضرورت کے مطابق تیار کئے جو آج بھی امریکہ اور کینیڈا میں استعمال ہو رہے ہیں۔ اب اسے اگر محض اور محض خلافت کا اعجاز دعا تسلیم نہ کیا جائے تو اور کیا ہو سکتا ہے۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْم۔

اپریل ۱۹۹۶ء میں جب ایم ٹی اے کی چوبیس گھنٹے کی نشریات شروع ہوئیں تو ہم نے حضور انور کو سٹاف کے ساتھ کھانے کی دعوت دی۔ حضور انور نے فرمایا: ”نہیں، یہ دعوت نہیں کریں گے آپ“۔ دل خوف سے بھر گیا کہ شاید ہم سے کوئی گستاخی ہوگئی ہے۔ پھر بڑی محبت سے فرمایا: ”یہ دعوت میری طرف سے ہوگی“۔ اور پھر حضورؒ نے خود کھانا پکانے والوں کو کھانے کی فہرست دی اور ذاتی ہدایت کے تحت کھانا تیار کروایا۔ نہایت ہی لذیذ اور منفرد کھانا تھا۔ سب لوگ انگلیاں چاٹتے رہ گئے۔ جب میٹھے کی باری آئی تو ذرا سا چکھ کر دیکھا پھر صاحبزادہ لقمان احمد صاحب سے فرمایا کہ حضور کی رہائش گاہ سے ایک خاص کیوڑے کی بوتل لے کر آئیں۔ بوتل نئی تھی۔ حضور نے خود اس کی سِیل توڑی اور کافی زیادہ کیوڑہ کھیر میں انڈیل دیا۔ خاکسار نے ڈرتے ڈرتے عرض کی کہ حضور شاید زیادہ ہو گیا ہے۔ حضور محض مسکرا دئے اور اپنے دست مبارک سے خاکسار اور رفیق حیات صاحب کی پلیٹیں کھیر سے بھر دیں۔ اس کھیر کی لذت آج تک محسوس ہوتی ہے۔ کھانے کے بعد حضور نے فرداً فرداً ہر کارکن کو شرف ملاقات بخشا اور ٹی وی پر ہر ایک کا تعارف خود کروایا۔

اللہ اللہ! شفقت اور محبت کا ایسا بے اختیار سلوک۔ وہ تمام سال جو حضورؒ نے ایم ٹی اے کے بیش قیمت پودے کو اپنی جاں سوزی سے سینچنے میں گزارے ان کا ایک ایک لمحہ احمدیت یعنی حقیقی اسلام کی سنہری تاریخ کا ایک تابناک حصہ بننے کے لائق ہے۔ حضورؒ کی ہر بات، ہر ارشاد، ہر ہدایت پر عمل، سنت رسول ﷺ کے عین مطابق محسوس ہوتا اور یہی آپ کے بے پناہ عشق رسول ﷺ کا سب سے بڑا ثبوت تھا۔

مسیح محمدیؐ کے اس جوانمرد و شجاع سپوت نے اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ، ایک ایک سانس خدائے واحد و یگانہ کے نام کو ساری دنیا میں بلند کرنے، خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے جھنڈے کو سب جھنڈوں سے اونچا کرنے اور مہدیٔ دوراں کے حقیقی اسلام کے پیغام کو ایم ٹی اے کے ذریعہ دنیا کے کونے کونے تک پہنچانے کے لئے اپنا خون، اپنا پسینہ، اپنا وقت اور حتی کہ اپنی جان تک پیش کر دی۔ یوں کہ آخر دم تک وصال سے چند گھنٹے قبل تک اشاعت و تبلیغ اسلام کے لئے رات گئے تک مجلس عرفان کے ذریعہ تمام عالم کو ہدایت کی تحریک کرتے رہے اور اس کے چند گھنٹے بعد، فجر کی نماز کے بعد نہایت خشوع سے اپنے روایتی پیارے انداز میں قرآن کریم کی تلاوت دیر تک کی اور پھر نہایت ہی سکون سے اپنے خالق حقیقی کے پاس یوں چلے گئے گویا کہہ رہے ہوں کہ ”مَیں نے تو اپنا کام مکمل کر لیا ہے“۔ اور MTA کی صورت میں سلسلہ عالیہ احمدیہ کے لئے ایک ایسا بیش بہا تحفہ چھوڑ گئے جس کے ذریعہ سارے عالم میں رہتی دنیا تک خدائے ذوالجلال والاکرام کا نام گونجتا رہے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

۞۞۞ ………… ۞۞۞

اعلان ”سیدنا طاہر“ نمبر ماہنامہ خالد

تمام احباب جماعت کی اطلاع کے لئے اعلان کیا جا رہا ہے کہ حضرت سیدنا مرزا طاہر احمد، خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کی سیرت و سوانح پر مشتمل ایک ضخیم اور یادگار نمبر عنقریب شائع کیا جا رہا ہے۔ اس سلسلہ میں گزارش ہے کہ ایسے تمام احباب جن کو حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کی خدمت میں رہنے کا موقع ملا ہو وہ اپنے ذاتی مشاہدات پر مشتمل مضامین ضرور بھجوائیں۔ ☆…… اگر کسی کے پاس حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے حوالہ سے کوئی بھی یادگار واقعہ یا کوئی تحریر ہو تو براہ کرم فوری طور پر ہمیں بھجوا دیں۔ ☆…… اسی طرح اگر کوئی نادر تصاویر ہوں تو وہ بھی ضرور عنایت فرماویں۔ تصاویر شائع ہونے کے بعد شکریہ کے ساتھ بحفاظت واپس کر دی جائیں گی۔ انشاء اللہ ☆…… تمام احمدی شعراء سے بھی یہ گزارش ہے کہ وہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کے متعلق اپنا کلام ادارہ کو بھجوا کر ممنون فرمائیں۔ ☆…… یہ ایک یادگار نمبر ہوگا اس لئے اشتہار دینے والے احباب سے گزارش ہے کہ وہ جلد از جلد اشتہارات کی بکنگ کروالیں۔ ☆…… اگر کسی خریدار کو اس نمبر کی زائد کاپیاں درکار ہوں تو ان کی تعداد شعبہ اشاعت کو لکھ کر بھجوا دیں۔ ☆…… بیرون ملک رہنے والے احباب اپنے مضامین اس ای میل ایڈریس پر بھجوا سکتے ہیں:

Monthlykhalid52@yahoo.com

ادارہ ماہنامہ خالد۔ شعبہ اشاعت مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان

فون نمبر 04524-212349/212685 فیکس: 04524-213091

تم سے مجھے اِک رشتۂ جاں سب سے سِوا ہے

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کی اسیرانِ راہ مولیٰ کے ساتھ بے پناہ محبت و شفقت کا ایمان افروز تذکرہ

(محمد الیاس منیر - جرمنی)

26 اپریل 1984ء کی شام حکومت پاکستان کی طرف سے بدنام زمانہ آرڈیننس 20 جاری ہوا جس کی رو سے پاکستان میں بسنے والے احمدیوں کی روزمرہ کی زندگی قانون کی نظر میں جرم بنادی گئی۔ کیونکہ ایک احمدی اسلامی شعائر اور اسلامی تعلیمات کے مطابق زندگی گزارنے کی کوشش کرتا ہے مگر اس ظالمانہ قانون کے مطابق احمدیوں کے لئے کلمہ طیبہ پڑھنا، قرآن کی تلاوت کرنا، اذان دینا، نماز پڑھنا، اسلامی شعائر پر عمل کرنا، یہ سب کچھ ایک گھناؤنا جرم تھا۔ اس آرڈیننس کے بعد جماعت جن حالات میں سے گزری اور جیسے خوفناک واقعات رونما ہوئے، وہ جماعت کی تاریخ کا ایک نہایت اہم باب ہے۔ اس دورِ ابتلاء میں حضور پُرنور کی ہجرت، جماعت احمدیہ پر طرح طرح کی پابندیاں اور قانونی قدغنیں، افرادِ جماعت کی شہادتیں اور ان کی املاک کی لوٹ کھسوٹ، معاشرتی بائیکاٹ، سرکاری و غیرسرکاری ہر سطح پر امتیازی سلوک، ہزاروں افرادِ جماعت کے خلاف بے بنیاد مقدمات اور معصوم احمدیوں کو سالہا سال تک پابند سلاسل رکھنے جیسے مظالم شامل ہیں۔ اس مبارک عہدِ خلافت میں جماعت نے بے پناہ قربانیاں پیش کرنے کی سعادت پائی تو اللہ تعالیٰ نے بھی اپنے بے حدّ وشمار افضال وبرکات اور ترقیات سے جماعت کو نوازا، گویا یہ دورِ ابتلاء بھی اللہ تعالیٰ کا ایک انعامِ عظیم بن کر جماعت پر سایہ فگن رہا۔

اس دورِ ابتلاء کے بہت سے پہلو تھے، جن میں سے ایک نمایاں پہلو اس دوران بے گناہ احباب جماعت کو بے بنیاد مقدمات میں ملوّث کرکے ان معصوموں کو مدّتوں پس دیوارِ زنداں رکھا جانا بھی تھا۔ گذشتہ بیس سالوں کے دوران ہونے والے ایسے واقعات اس کثرت سے ہیں کہ جمع کریں تو کئی ضخیم کتابیں مرتب ہو جائیں، جو اپنے وقت پر مرتّب ہوں گی بھی مگر اس موقع پر ان مقدمات کا نشانہ بننے والے استقامت کے شہزادوں کے ساتھ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کی بے پناہ محبت وشفقت کا محض اِجمالاً تذکرہ کیا جائے گا۔

یوں تو سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کا دل پاکستان کے ہر ہر احمدی کے لئے ماہیٔ بےآب کی طرح تڑپتا تھا مگر اسیرانِ راہ مولا کا ذکر آتے ہی ضبط کے سارے بندھن ٹوٹ جاتے اور ایک عالَم گواہ ہے کہ کس قدر دردوالم کے ساتھ حضور نے اسیرانِ راہ مولا کے لئے دعائیں کیں، ساری جماعت کو دعائیں کرنے کی تلقین فرمائی، دورانِ اسیری ان کے حوصلے بلند رکھنے کے لئے اور حقائق کو سامنے رکھتے ہوئے ان کی نہایت بالغ نظری کے ساتھ تربیت اور راہنمائی فرمائی، ان کی باعزّت رہائی کے لئے ہر ممکن تدابیر فرمائیں۔ اور پھر جب ایک طویل ابتلاء کے بعد خدا نے ان کی رہائی دکھائی تو عالمگیر سطح پر ایسا جشن تشکر منایا کہ آسمان کی آنکھ نے کسی قیدی کی رہائی پر ایسا منظر نہ دیکھا ہو گا۔ غرضیکہ دُور بیٹھے بھی حضور رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ان پیاروں کا اس اس طرح سے خیال رکھا کہ ایک ایک پہلو کا بیان بھی پوری پوری کتاب کا متقاضی ہے۔ حضور رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہ پُرشفقت سلوک اور درد کا یہ تعلق تمام اسیران کے ساتھ تھا خواہ وہ سکھر میں ہوں یا ساہیوال میں، فیصل آباد میں ہوں یا حیدرآباد میں، خوشاب کے خوش نصیب اسیران ہوں یا گوجرانوالہ کے، ہر کسی کو حضور رحمہ اللہ تعالیٰ کی دعاؤں سے، حضور رحمہ اللہ تعالیٰ کے آنسوؤں سے پورا پورا حصہ ملا۔ تاہم عرصہ کی طوالت کے اعتبار سے اسیران ساہیوال حضور رحمہ اللہ تعالیٰ کے الطافِ کریمانہ کے غیرمعمولی مورد رہے۔ اور ذیل کی سطور میں اس حوالہ سے ہی زیادہ تر مواد پیش کیا جائے گا۔

سانحہ ساہیوال یعنی مسجد احمدیہ ساہیوال پر رات کے اندھیرے میں احراری مولویوں کے حملہ اور کلمہ طیبہ مٹانے کی جسارت کرنے پر حقِ دفاع استعمال کرنے کے نتیجہ میں دوحملہ آوروں کی موقع پر ہی موت کے بعد مقامی جماعت کے گیارہ بے گناہ افراد (جن میں خاکسار بھی شامل تھا) کے خلاف سرتاپا جھوٹا مقدمہ قائم کردیا گیا تو مخالفت اور شورش کے اِس طوفانی ماحول میں کچھ سمجھ نہ آرہا تھا کہ اگلے لمحے کیا ہونیوالا ہے، ہر طرف خوف وہراس کی کیفیت تھی۔ ان حالات کا ہمارے پیارے آقا کو علم ہؤا تو گھبراہٹ اور پریشانی ایک قدرتی اَمر تھا، چنانچہ ساری رات آپ نے اضطراب میں دعائیں کرتے ہوئے گزاردی، ذَراسی دیر کو آپ کی آنکھ لگی تو کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب آپ سے ملنے آئے ہیں اور زور سے السلام علیکم کہتے ہیں۔ حضور رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ بس اِس خواب کا دکھایا جانا تھا کہ اِضطراب جاتا رہا، طبیعت میں ٹھہراؤ آگیا اور دل یقین سے بھر گیا کہ انشاء اللہ جماعت اِس طوفانِ مخالفت میں سے سلامتی اور کامیابی کے ساتھ گذر جائے گی اور اللہ کے فضل سے ایسا ہؤا بھی۔ اللہ تعالیٰ کے اس وعدہ پر آپ کو آخری دم تک کامل ایمان رہا اور آپ اسیران اور ان کے لواحقین کو ہمیشہ پُرازیقین تسلیاں دیتے رہے، مگر اس کا یہ بھی مطلب نہیں کہ اسیرانِ راہ مولا کی طرف خدانخواستہ آپ کی توجہ اور شفقت نہ رہی۔ نہیں نہیں بلکہ آپ ہر لمحہ اس قدر بےچین اور بےقرار رہتے کہ بعض اوقات تو یوں محسوس ہوتا کہ ہماری جگہ آپ پابند سلاسل ہیں اور یہ کہ آپ نے ہمارے غم کو اپنے آپ پر پوری طرح طاری کرلیا ہؤا تھا۔ جیسا کہ آپ ہمارے ایک ساتھی مکرم چوہدری اسحٰق صاحب مرحوم کے نام اپنے ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں:

’میری فکر میں آپ کا رونا اور بےقراری میرے دل پر قیامت ڈھا گئے۔ مجھے تو بعض دفعہ لگتا ہے کہ میرا جسم آزاد مگر اسیرانِ راہ مولا کے ساتھ قید میں رہتا ہے۔ اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ میں کہاں کہاں رہتا ہوں‘۔

مکتوب ۲۵ رستمبر ۱۹۸۵ء)

اسی طرح خاکسار کے نام حضور رحمہ اللہ تعالیٰ ایک خط محررہ ۵۱ رجون ۱۹۹۲ء میں اپنی اس کیفیت کا نقشہ یوں کھینچتے ہیں:

’آپ کو صرف یہ بتانے کے لئے دوحرف لکھ رہا ہوں کہ آپ کے دورِ یوسفی میں ایک دن بھی مجھے ایسا یاد نہیں کہ آپ یاد نہ آئے ہوں۔ بارہا آستانہءالوہیت پر اِس گداز دعا سے میرا دل پگھل پگھل کر بہا ہے کہ اے میرے پیارے ربّ مجھے جلدتر اپنے پیاروں کی رہائی دکھا کر اس جان گسل غم سے رہائی بخش جس نے مجھے یرغمال بنا رکھا ہے اور جو میری آزادی کی خوشی میں ایسی تلخی گھولتا ہے کہ یہ آزادی جرم دکھائی دینے لگتی‘۔

آپ کی یہ کیفیت بہرحال بشریت کا تقاضا تھی، اس کی وضاحت بھی آپ ہی کے الفاظ میں ملاحظہ ہو، حضور رحمہ اللہ تعالیٰ نے خاکسار کے نام اپنے خط میں تحریر فرمایا:

’بارہا تمہیں اور تمہارے اسیر ساتھیوں کو خط لکھنے کا ارادہ کیا مگر وفورِ جذبات کے سامنے کچھ پیش نہیں گئی۔ اللہ کی تقدیر اسلام کے احیائے نو کی خاطر ہم سے جو قربانی لینا چاہتی ہے ہم حاضر ہیں، وہی ہے جو ہمیں ہمت اور صبر اور ثبات قدم بھی عطا فرمائے گا۔ لیکن میرا دل، دل ہی تو ہے نہ سنگ وخشت۔ اپنے پیاروں کا دُکھ میرے لئے ناقابل بیان اذیّت کا موجب بنتا ہے‘ (03.12.1984)

تجھ سے نہ مانگوں، تو نہ مانگوں گا کسی سے

ہماری اسیری کے حوالہ سے سب سے بڑا واقعہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کا لمبے عرصہ تک اس رنگ میں دعائیں کرنا تھا کہ گویا ساری فضا میں ایک شورِ قیامت برپا تھا اور ان دعاؤں میں آپ کی امامت میں دنیا کے کونے کونے میں بسنے والا ہر احمدی خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا، مرد ہو یا عورت شامل ہو چکا تھا۔ آپ ان دعاؤں میں اپنا خونِ جگر بھر کر ایسی ایسی اداؤں کے ساتھ اپنے خالق و مالک کے حضور گریہ کناں رہے کہ ان کیفیات کا تصور بھی جسم پر کپکپی طاری کر دیتا ہے۔ آپ اس کا نہایت معمولی سا حال یوں بیان فرماتے ہیں کہ:

’بعض اوقات اس درد کے ساتھ دل سے دعا نکلتی ہے کہ یقین نہیں آتا کہ رحمت باری اسے ٹھکرا سکے گی‘۔

(مکتوب 03.03.1985)

آپ کی دعاؤں کا حال پڑھ کر یا سن کر یوں لگتا ہے کہ آپ ہمارے لئے دعائیں کرتے ہوئے کبھی صحراؤں، جنگلوں کی خاک چھانتے پھر رہے ہیں تو کبھی دریاؤں کی تہ میں غوطہ زن ہیں اور کبھی پہاڑوں کی چوٹیوں اور وادیوں میں پھر رہے ہیں کہ کہیں سے تو ان کی رہائی کی خیرات ملے گی ہی!

آپ نے ایک مرتبہ خاکسار کو تحریر فرمایا:

’میرے پیارے رب کی جو تقدیر بھی تمہارے حق میں جاری ہو وہ فضل ہی فضل اور رحمت ہی رحمت ہے مگر میرا بھکاری دل اس سے دونوں جہان کی حسنات مانگ رہا ہے۔ یہ عارضی زندگی بھی مانگ رہا ہے اور وہ لافانی زندگی بھی۔ اپنے مولا کی شان کے نثار اس کے قدموں میں ایسے ایسے گنہگار اور پاگل دل بھی پڑے ہیں اور وہ انہیں ٹھکراتا نہیں رہا۔ (مکتوب 31.05.1986)

مکرم محمد نثار صاحب کے نام حضور رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی اس کیفیت کو یوں بیان فرماتے ہیں:

’بعض دفعہ دل سے ایسے درد کے ساتھ دعا نکلتی ہے کہ یقین نہیں آتا کہ رحمت باری اسے ٹھکرا سکے گی لیکن وہ حکمت کُل ہے اور ہم نادان جاہل بندے۔ وہ ہماری فلاح اور بہبود کو ہم سے بہتر سمجھتا ہے۔ اگر اسلام کے احیائے نو کے لئے وہ ہم ناکارہ بندوں کو قربانی کی سعادت بخشنا چاہتا ہے تو ہم بسروچشم حاضر ہیں لیکن بڑے خوش نصیب وہ جنہیں اس کی نظر عنایت پھولوں کی طرح چُن لے لیکن اُن بےکسوں کا کیا حال ہوگا جن کے دل کے نصیبے میں اپنی محرومی کا احساس اور اپنے پیاروں کی یادوں کے کانٹے رہ جائیں۔

جب یہ باتیں سوچتا ہوں تو دل سے بڑی بےقرار آواز اُٹھتی ہے کہ اے حکمتِ بالغہ اور عقلِ کُل کے مالک تو قدرت کاملہ کا بھی تو مالک ہے۔ ہم پر رحم فرما اور ہمیں دُکھ کی ہر آزمائش سے نجات بخش اور دنیا اور آخرت کی حسنات سے نواز اور اپنے پیاروں کے دُکھ میں مبتلا نہ فرما۔ اے ارحم الراحمین! رحم فرما۔ اے ارحم الراحمین! رحم فرما۔

اے ارحم الراحمین! رحم فرما‘

(مکتوب 03.03.1985)

ہمارے لئے حضور رحمہ اللہ تعالیٰ کی اس دعائیہ کیفیت کا احباب جماعت کو اس وقت پوری طرح علم ہؤا جب حضور رحمہ اللہ تعالیٰ نے 1991ء میں وہ تاریخی دعائیہ نظم کہی جسے بلاشبہ آپ کی دعاؤں کا معراج کہا جاسکتا ہے اور جس کا مطلع ہے:

جو دَرد سسکتے ہوئے حَرفوں میں ڈَھلا ہے
شاید کہ یہ آغوشِ جُدائی میں پلا ہے

یوں تو اس نظم کا ایک ایک شعر، ایک ایک لفظ بلکہ حرف حرف حضور رحمہ اللہ تعالیٰ کی دلی کیفیت کی عکاسی کر رہا ہے مگر جب حضور یہ شعر کہہ رہے ہوں گے تو اللہ ہی جانتا ہے کہ حضور کا کیا حال ہوگا۔

کیا تُم کو خبر ہے رَہِ مَولا کے اَسیرو!
تُم سے مُجھے اِک رِشتہ جَاں سب سے سوا ہے
کس دِن مُجھے تُم یاد نہیں آئے مگر آج
کیا روزِ قِیامت ہے! کہ اِک حَشر بَپا ہے

حضور رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ نظم خصوصی طور پر اپنی آواز میں ریکارڈ کرواکے بھی ہمیں جیل میں بھجوائی تھی۔

ایک کروڑ دل اور دو کروڑ نمناک آنکھیں

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کو ہمارے لئے اس طرح تڑپتے دیکھ کر ساری جماعت بھی اسی کیفیت میں ڈوب گئی اور حضور رحمہ اللہ تعالیٰ کی اقتداء میں چہاردانگ عالم میں پھیلے ہوئے احباب جماعت نے اس درد والحاح اور تضرع کے ساتھ دعائیں مانگیں کہ عرش کے خدا نے ان کی قبولیت کے نظارے دکھا کر اپنی حیّ وقیّوم اور سمیع ذات کا ایسا نشان عطا فرمایا جو رہتی دنیا تک ہمارے لئے ازدیادِ ایمان ویقین رہے گا۔ انشاء اللہ العزیز۔ ہماری اس اسیری کے دوران اس عالمگیر جماعت کے افراد کی جو حالت رہی اس کا بیان بھی حضور رحمہ اللہ تعالیٰ ہی کے الفاظ میں ملاحظہ ہو۔ حضور محترم پروفیسر ناصر قریشی صاحب مرحوم کے نام ایک خط میں فرماتے ہیں کہ:

’آپ کے بندِ غم نے تو ہزاروں کو اسیر بنا رکھا ہے، بہت ہیں کہ آپ کی اسیری کا خیال ان کی خوشیوں سے زکوٰۃ لیتا ہے اور اپنی آزادی انہیں جرم دکھائی دینے لگتی ہے، ان مجبوریوں کو فراموشی کا دوش تو نہ دیں۔‘

(مکتوب 26.1.1991.)

خاکسار کے نام خطوط میں حضور رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ مضمون یوں بیان فرمایا:

’اپنے دل کی کیفیت مزید کچھ نہیں لکھتا کہ تم بےچین نہ ہو جاؤ۔ کیا تمہیں علم نہیں کہ کروڑوں احمدیوں کے دلوں کا چین تم چند مظلوم احمدیوں کے دلوں سے وابستہ کردیا گیا ہے۔‘ (مکتوب 01.05.1986)

پھر فرماتے ہیں:

’دنیا والوں کی تو زندگی بھی موت اور موت بھی موت ہوتی ہے مگر میرے خوش نصیب اسداللہ الغالب تمہاری تو زندگی بھی زندگی اور موت بھی زندگی ہے۔ تم خاک بسر تھے میرے مولا کی رضا نے تمہیں عرش نشین بنادیا، مسیح کی غلامی میں تم بھی زمین کے کناروں تک شہرت پا گئے۔ آج ایک کروڑ احمدیوں کے دھڑکتے ہوئے دل تمہیں دعائیں دے رہے ہیں اور دوکروڑ نمناک آنکھیں تم پر محبت اور رشک کے موتی نچھاور کررہی ہیں۔ میرا دل بھی اُن دلوں میں شامل ہے، میری آنکھیں بھی اُن آنکھوں میں گھُل مِل گئی

ہیں۔(مکتوب(31.05.1986)

میرے جیسے،معتبر اس کی گواہی سے ہوئے
جیسا وہ تھا ناتواں پرور ، زمانے میں نہیں

تربیت کا سنہری انداز

آپ نے دورانِ اسیری ہماری تربیت کا پہلو بھی ہمیشہ مدنظر رکھا، چنانچہ ابتداء سے ہی اپنے خطوط اور پیغامات میں ایسا انداز اختیار فرمایا کہ نہایت خاموشی کے ساتھ ہمیں آنے والے حالات کے لئے تیار فرمادیا۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب ہمارے مقدمہ کی سماعت تو ہوچکی تھی مگر ابھی فیصلہ محفوظ تھا کہ ہمیں حضور رحمہ اللہ تعالیٰ نے پیغام بھجوایا کہ ہم سب حضرت مسیح موعودؑ کی تصنیف تذکرۃ الشہادتین کا بکثرت مطالعہ کریں، اسی طرح ہمارے اعزہ واقرباء کو بھی یہی نصیحت فرمائی۔ حضور رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اِس پیغام کے ذریعہ نہایت عمدگی کے ساتھ نہ صرف آئندہ آنیوالے حالات کی نشاندہی فرمادی تھی بلکہ ہمیں ان کے لئے تیار رہنے کے لئے نہایت مؤثر طریق تجویز فرمادیا تھا۔ چنانچہ ہم اس کتاب کا مطالعہ کرتے رہے اور حضرت مسیح موعودؑ کی اس تڑپ کو سامنے رکھ کر اپنے جسم وروح کو ہر قسم کی صورت حال کے لئے تیار کرتے رہے:

’اے عبداللطیف تیرے پر ہزاروں رحمتیں کہ تو نے میری زندگی میں ہی اپنے صدق کا نمونہ دکھایا، اور جو لوگ میری جماعت میں سے میرے بعد رَہیں گے مَیں نہیں جانتا کہ وہ کیا کام کریں گے۔‘ (تذکرۃ الشہادتین صفحہ 59 طبع اوّل)

اس طرح حضور رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہر خط میں ہمیں ہر حال میں اپنے خالق و مالک ربّ کے ساتھ وفا کرنے کی تلقین ہوتی، چنانچہ یہی وجہ تھی کہ ساری اسیری کے دوران کبھی کسی انسان کے سامنے سر جھکانے کا خیال تک نہ آیا، بڑے بڑے افسر ہمیں آ آ کر ڈراتے رہے کہ تم رحم کی اپیل صدرِ پاکستان کے سامنے کروگے تو بچ جاؤ گے مگر حضور رحمہ اللہ تعالیٰ کے اِن ولولہ انگیز الفاظ کے سامنے جو آپ نے خاکسار کے ابّا جان محترم محمد اسمٰعیل منیر صاحب کے نام ایک خط میں رقم فرمائے، ان باتوں کی کیا وُقعت ہوسکتی تھی:

’بہت دعا کریں کہ میرا اور خدا کی اس پیاری جماعت کا سر ہر ابتلاء میں بلند رہے اور کبھی غیر اللہ کے سامنے نہ جھکے۔ خدا حافظ!‘ (خط مؤرخہ 19.02.1986)

اسی طرح ایک خطبہ جمعہ میں حضور رحمہ اللہ نے واشگاف الفاظ میں فرمایا:

’ہم تو اس صاحب جبروت خدا کو جانتے ہیں کسی اور کی خدائی کے قائل نہیں اسلئے احمدیوں کا سر ان ظالمانہ سزاؤں کے نتیجہ میں جھکے گا نہیں بلکہ اور بلند ہوگا یہاں تک کہ خدا کی غیرت یہ فیصلہ کرے گی کہ دنیا میں سب سے زیادہ سربلندی احمدی کے سر کو نصیب ہوگی۔ کیونکہ یہی وہ سر ہے جو خدا کے حضور سب سے زیادہ عاجزانہ طور پر جھکنے والا سر ہے۔

‘(رجسٹر غیر مطبوعہ خطبات 1986ء مرتبہ مکرم نصیر احمد قمر صاحب)

نیز حضور رحمہ اللہ تعالیٰ نے میرے ابا جان کے نام اسی خط میں جان کا نذرانہ پیش کرنے کا انداز بھی سکھا دیا:

’میرے پیارے عزیزم محمد الیاس منیر اور نعیم الدین تک میرے دل کا حال پہنچادیں اور بتادیں کہ یہ چار دن کی زندگی تو بہت سخت ناقابل اعتبار ہے اور یہ بھی پتہ نہیں کہ کیسے انجام کو پہنچتی ہے۔ ہم ہرگز نہیں چاہتے کہ وہ ہم سے اتنی جلد جدا ہوں مگر مرضیِ مولا اگر یہی ہے تو اے خوش نصیبو! جو رضائے باری تعالیٰ کی لافانی زندگی پانے والے ہو اور آسمانِ احمدیت کے درخشندہ ستارے بن کر چمکنے والے ہو اور جو تاریخِ احمدیت میں ہمیشہ محبت اور عظمت اور پیار اور احترام کے ساتھ یاد کئے جاؤ گے، دمِ واپسیں احمدیت یعنی حقیقی اسلام کی فتح اور غلبہ کی دعاء کرنا اور اس عاجز ناکارہ انسان کی بخشش کی بھی دعاء کرنا۔ تم تو ہر امتحان میں کامیاب و کامران ٹھہرے اور ہر ابتلاء سے سرخرو ہو کر نکلے، کاش میری بھی یہ فریاد قبول ہو کہ ربّنا و توفّنا مع الابرار۔

(خط، مؤرخہ 19.02.1986)

’’زندگی کی بقعۂ نور کوٹھڑی‘‘

سزائے موت سنائے جانے کے بعد ہم نے حضور رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں دعائیہ خط لکھا تو ابتداء میں ’پھانسی کوٹھڑی‘ لکھ دیا۔ اس پر حضور کا اپنے دست مبارک سے لکھا ہوا جو جواب آیا وہ کچھ یوں تھا:

میرے پیارے عزیزم نعیم الدین،

اسیر راہ مولا۔ مجاہد احمدیت

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

’تم تو ’’کال کوٹھری‘‘ کے نہیں حجرۂ نور کے مکین ہو۔ یہ تم نے کیا لکھ دیا۔ رضائے باری تعالیٰ کے قیدی تو جس زنداں میں بھی رہیں اُسے بُقعۂ نور بنادیتے ہیں۔ ایک اور بات بھی تم نے اپنے خط میں غلط لکھ دی، تم تو لافانی زندگی کے سزاوار ٹھہرائے گئے ہو، کون ہے جو تمہیں ’’سزائے موت‘‘ دے سکے۔ وہ تو خود مردہ ہیں۔ کبھی مُردوں نے بھی زندوں کی شہ رگ پر پنجہ ڈالا ہے۔ اگر شہادت تمہارے مقدر میں لکھ دی گئی ہے تو کسی ماں نے وہ بچہ نہیں جنا جو تمہیں مار سکے۔ شہادت کی دائمی زندگی موت کی منزل سے ہو کر نہیں گزرتی‘ (خط، مؤرخہ 31.03.1986)

حضور رحمہ اللہ تعالیٰ نے خاکسار کے نام ایک خط میں ہماری ان بظاہر تاریک کوٹھڑیوں کو ’’زندگی کی بقعۂ نور کوٹھری‘‘ کا نام عطا فرمایا، چنانچہ اس کے بعد ہم نے ہمیشہ اپنے خطوط میں اپنا یہی پتہ درج کیا۔

حوصلہ افزائی کا بے مثال انداز

آنیوالی ہر ممکنہ صورت حال کے لئے ہمیں تیار کرنے کے ساتھ ساتھ پیارے آقا ہمارے حوصلوں کے دل بھی ایمان ویقین سے پُر ہو کر بڑھاتے رہے، یہ بھی ایک لمبی تفصیل ہے تاہم اس کے چند نمونے پیش خدمت ہیں۔ آپ نے محترم پروفیسر ناصر قریشی صاحب مرحوم کے نام ایک خط میں لکھا:

’میرے پیارے بھائیو! آپ مجھے بے حد عزیز ہیں اور آپ کا غم ہر لحہ میرے دل میں جاں گزیں ہے اگرچہ جانتا ہوں کہ اگر خدا کی تقدیر آپ کو ایک عظیم شہادت کا مرتبہ عطا کرنے کا فیصلہ کرچکی ہے تو یہ ایک سعادت ہے جو قیامت تک آپکا نام دین ودنیا میں روشن رکھے گی اور آپ ہمیشہ زندہ رہیں گے اور کوئی نہیں جو آپ کو مار سکے، قیامت تک آنیوالی نسلیں آپ کے ذکر پر روتے ہوئے اور تڑپتے ہوئے آپ کے لئے دعائیں کیا کریں گی اور حسرت کیا کریں گی کہ کاش آپ کی جگہ وہ ہوتے۔

میرے اپنے دل کا یہ حال ہے کہ آپ کے گزشتہ خط کو پڑھ کر جس میں اپنی اور اپنے بچوں کی دل گداز حالت کا دردناک بیان تھا، میں نے اپنے دل کو ٹٹولا تو یہ معلوم کرکے میرا دل حمد اور شکر سے بھر گیا کہ اگر آپ کو بچانے کے لئے مجھے تختہ دار پر لٹکا دیا جاتا تو میں بخوشی اپنے آپ کو اس کے لئے تیار پاتا‘ (11.03.1986)

یہی بات حضور رحمہ اللہ تعالیٰ نے خاکسار کے نام خط میں ایک اور انوکھے انداز میں یوں بیان فرمائی:

’میں جانتا ہوں کہ شہادت اور پھر ایسی عظیم شہادت ایک قابل صد رشک سعادت ہے لیکن میں یہ بھی جانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ظاہری جان لئے بغیر بھی لازوال زندگی عطا کرسکتا ہے۔ وہ مالک اور قادر اور قدیر اور مقتدر ہے۔ اسمٰعیلی قربانی اپنی آن بان اور شان میں اس بنا پر کم تو نہیں ہوگئی کہ ”قد صدّقت الرؤیا“ کی پر شوکت آواز نے اسمٰعیل کی گردن پر چلنے والی چُھری کی حرکت سلب کر لی۔ پس میرا بھکاری دل اگر مالک کون ومکان سے اپنے پیارے الیاس اور نعیم اور ناصر اور رفیع کے لئے اس دنیا کی بھیک بھی مانگتا ہے اور آخرت کی بھی تو تعلیم قرآن کے منافی تو نہیں۔ ہم تو گداگر ہیں، راہ مولا کے گداگر۔ جب تک ہمارا آقا آخری تقدیر ظاہر نہیں فرماتا ہم ربّ انّی لما انزلت الیّ من خیرٍ فقیر کی صدا بلند کرتے رہیں گے اور جب وہ تقدیر خیر کو ظاہر فرمادے گا تو وہ جس بھیس بھی آئے ہم حمد وشکر کے ترانے گاتے ہوئے اس کا خیر مقدم کریں گے۔ مؤمن کا تو کوئی سودا بھی نقصان اور خوف اور حزن کا سودا نہیں۔ ہمیں لاخوف علیھم ولاھم یحزنون کی معرفت کا جام لبالب پلایا گیا ہے۔ (31.03.1986)

برادرم حاذق رفیق صاحب کے نام اپنے ایک خط میں حضور ہمیں یوں حوصلہ دلاتے ہیں:

’اس میں کوئی شبہ نہیں کہ آپ سب بلاقصور پکڑے گئے لیکن اس سے قبل اللہ تعالیٰ کے بزرگ تر بندوں پر بھی تو اس سے بڑھ کر ناحق مظالم توڑے جاتے رہے ہیں۔ اور سید المعصومین حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ سے بڑھ کر تو کوئی معصوم نہیں ہوسکتا۔ لیکن سب سے بڑھ کر دُکھ آپ کو ہی دیئے گئے۔ پس جہاں ایک طرف آپ سخت مظلوم ہیں اور دردناک مصائب کا شکار ہیں وہاں خوش نصیب بھی تو اتنے ہیں کہ لاکھوں آزادیاں آپ کی اس قید پر نثار آپ تو ان خوش نصیبوں میں جا ملے جن پر ہمیشہ خدا تعالیٰ انعام فرماتا رہا‘۔ (24.12.1984)

حضور رحمہ اللہ تعالیٰ نے مؤلف تاریخ احمدیت مولانا دوست محمد شاہد صاحب کی گوجرانوالہ جیل میں اسیری کے دوران ان کے بیٹے کے نام ایک خط میں مندرجہ ذیل ولولہ انگیز مضمون تحریر فرمایا:

’شیر پنجرے میں بھی شیر ہی رہتا ہے اور زندان میں یوسف کی بوئے یوسفی نہیں جاتی۔ اللہ کے شیروں سے ملنے جاؤ تو میرا محبت بھرا سلام اور پیار دینا، یہ شیر عصائے موسیٰ کی صفات بھی رکھتے ہیں، صاحب عصا کو ان کی طرف سے کوئی خوف نہیں۔ یہ شیر والذین معه کا پرتو بھی ہیں کہ ان کے جلال کا چہرہ صرف حملہ آور دشمن کی طرف کھلتا ہے، جب کہ اپنوں کے لئے رحماء بینھم ہو کر اپنے جمال کی نرم چاندنی ان پر نچھاور کرتے ہیں۔ سلاخوں سے چار بازو تو جا ہی سکتے ہوں گے، دلوں کی راہ میں تو کوئی آہنی دیوار بھی حائل نہیں ہوسکتی۔ پس بن پڑے تو سلاخوں میں سے گلے لگا کر، دل سے دل ملا کر میرا محبت بھرا سلام اور پیار بھرا عید مبارک کا تحفہ پیش کرنا، پھر اس چہرہ کی کیفیت لکھنے کی کوشش نہ کرنا، میں اس وقت بھی تمہارے ابّا کا وہ کھلا ہوا چہرہ دیکھ رہا ہوں اور ان کی خوشیوں کی چاندنی میری آنکھوں کی شبنم بن رہی ہے۔ خدا حافظ!‘

خطوط دیکھ کر عالمِ وارفتگی

اسیران راہ مولا کے خطوط حضور رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت اقدس میں پہنچنے کا لحہ بھی بڑا درد انگیز لحہ ہوتا۔ بعض اوقات حضور نے اس لحہ طاری ہوجانے والی کیفیات کا کچھ کچھ اظہار بھی فرمایا ہے۔ حضور محترم پروفیسر ناصر قریشی صاحب مرحوم کے نام ایک خط میں فرماتے ہیں کہ:

’میرے پیارے عزیزم ناصر! آپ جانتے ہی ہیں کہ محبت جب عقل وذہن کو مغلوب کرلیتی ہے تو ایک پختہ کار انسان بھی بچوں کی سی حرکتیں کرنے لگتا ہے، یہی حال میرا ہؤا جب میں نے آپ کا زندگی کی کوٹھری سے لکھا ہؤا خط دیکھا، بے اختیار اسے چوما، اس کی پیشانی کے بوسے لئے اور اسے سر آنکھوں سے لگا کر ایک عجیب روحانی تسکین حاصل کی اور یہ دعا کی کہ اللہ میرے پیارے ناصر اور رفیع کی قربانیوں کو قبول فرما اور انہیں موت کی تنگ راہ سے گزارے بغیر ابدالآباد کی زندگی عطا فرما اور اسی دنیا میں انہیں اہلِ بقا میں شمار فرمالے اور مجھے یہ خیر کی بھیک عطا کر کہ میں انہیں اپنے سینہ سے لگا کر ان کی پیشانی کو بوسہ دوں اور اپنے دل کی پیاس بجھاؤں‘

(31.03.1986)

ہمارے ساتھی اسیر ساہیوال برادرم نثار احمد صاحب کا خط ملا تو حضور رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کیفیت یوں بیان فرمائی:

’آپ کا جیل سے لکھا ہوا محبت بھرا پرخلوص خط اس وقت میرے سامنے ہے اور وفورِ جذبات سے آنکھیں ڈبڈبائی ہوئی ہیں۔ یوں تو ہر دم آپ بھائیوں کا خیال دل میں پھانس کی طرح اٹکا رہتا ہے مگر جب کسی کے خط میں آپ کا ذکر آئے یا کسی اسیر راہ مولا کے اپنے ہاتھ کا لکھا ہوا خط ملے تو دل میں ایک طلاطم بپا ہوجاتا ہے۔‘ (03.03.1985)

خاکسار کے نام حضور رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دل کا حال ان الفاظ کا لبادہ اوڑھ کر بیان فرمایا:

’راہِ مولا کے اسیروں کے خطوط میرے دل پر اتنا گہرا اثر کرتے ہیں کہ جواب دینا مشکل ہوجاتا ہے۔ میرا دل آپ سب کے لئے بہت زخمی ہے اور جان کو فکر لگا رہتا ہے۔ آپ کے مجبور، غمزدہ، ترساں عزیزوں کے خیال سے اور بھی زیادہ غمناک ہوجاتا ہوں اور آپ سب کے لئے اور آپ کے سب عزیزوں کے لئے دل کی گہرائیوں سے دعائیں نکلتی ہیں۔

اللہ مجھے آپ کی طرف سے کوئی مزید صدمہ نہ دکھائے اور پہلے غموں کو بھی اس طرح زائل فرمادے گویا وہ کبھی نہ تھے۔ اللہ ہر آن آپ پر اپنے فضلوں اور رحمتوں کی بارشیں برساتا رہے اور آپ کے کانوں میں ’’نہ ڈر۔ قریب ہوں مَیں‘‘ کی پیار بھری سرگوشیوں کے رس گھولتا رہے۔‘ (06.01.1984)

مکرم رانا نعمت اللہ صاحب اسیر راہ مولا ضلع ہزارہ کو لکھا:

’مکرم مرزا صاحب کا خط پڑھتے پڑھتے دل پر جو گذری وہ ناقابل بیان ہے۔ ایک طرف ربّ کریم کے اس احسان عظیم پر دل میں حمد وشکر کے جذبات طلاطم برپا کرنے لگے۔ دوسری طرف آپ کی تکالیف کا احساس میرے دل پر درد کے برچھے چلانے لگا۔ اپنے مولا کے حضور بہت تڑپنے اور بہت دعائیں کرنے کی توفیق ملی، بہت ہی دل چاہا کہ راہ مولا میں دُکھ اُٹھانے والوں کو، ان میں سے ایک ایک کو گلے لگا کر ان کی پیشانیوں پر للّٰہی محبت کے بوسے دوں اور میری آنکھیں ان کے دیدار سے خیرہ ہوں۔ (08.11.1984)

جب حضور کے خطوط ہمیں ملتے

جب حضور رحمہ اللہ تعالیٰ کے خطوط ہمیں ملتے تو قلب و روح اور دل ودماغ کے علاوہ جسم میں بھی بے پناہ قوت اور توانائی کا احساس ہوتا چنانچہ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ 3 جنوری 1985ء کو مجھے حضور رحمہ اللہ تعالیٰ کا اپنے دست مبارک سے لکھا ہؤا سب سے پہلا خط موصول ہؤا۔ حضور رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہ نامہ مبارک پڑھ کر طبیعت میں ناقابل بیان اِضطراب پیدا ہوگیا اور اس خط کی سطروں میں، اس کے الفاظ

باقی صفحہ نمبر ۳۰ پر ملاحظہ فرمائیں

مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ (MTA) انٹرنیشنل

اور

حضرت خلیفۃ المسیح الرّابع رحمہ اللہ

(سید نصیر احمد۔ چیئرمین ایم ٹی اے انٹرنیشنل)

جب خاکسار کو حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ پر ایم ٹی اے کے حوالہ سے کچھ لکھنے کے لئے کہا گیا تو ذہن ایک عجیب کشمکش میں مبتلا رہا۔ بارہا خیالات کو مجتمع کر کے کوئی ترتیب دینے کی کوشش کی، کسی حد کے اندر سمیٹنے کی ترکیبیں سوچیں۔ کسی قاعدے، کسی ایک نہج میں لانے کی سعی کی مگر ہمارے بہت ہی پیارے آقا، کروڑوں احمدیوں کی آنکھوں کی ٹھنڈک، حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کے بابرکت و پُرشفقت وجود کا ہر ہر پہلو ایک ضخیم کتاب کا متقاضی نظر آیا۔

جب قبولیت دعا با اعجاز خلافت کا خیال آیا تو ایم ٹی اے کی ساری کی ساری سنہری اور شاندار تاریخ حضور انور کی پُرسوز دعاؤں کی تاثیر کا نتیجہ لگی۔ جہاں تک نظر دوڑائی قدم قدم پر، ہر لحظہ، ہر مرحلہ پر محض ان کی آسمان کو چیر دینے والی دعاؤں کے اثر میں خدائے سمیع وعلیم کے واضح فضل اور رحمتوں کے سوا کچھ نظر نہ آیا۔

کارکنان ایم ٹی اے سے شفقت

جب شفقت کے سلوک کے متعلق سوچا تو پیارے آقا سے زیادہ دنیا میں کوئی اور مشفق اور مہربان نظر نہ آیا۔ ایم ٹی اے کا ایک ایک فرد حضورؒ کی بے پناہ شفقتوں کے زیر بار یوں نظر آیا کہ انسان یہ سوچنے پر مجبور ہو جائے کہ ایک شخص کس طرح بغیر اکتائے اتنی زیادہ دلی شفقتوں اور محبتوں کا بے پایاں اظہار کر سکتا ہے اور پھر مسلسل کرتا چلا جائے۔

جب حضور ریکارڈنگ کے لئے سٹوڈیو میں تشریف لاتے تو واپسی پر ضرور کنٹرول روم میں جھانک کر دیکھتے، اپنی دل موہ لینے والی مخصوص مسکراہٹ کے ساتھ ایک ہی نظر میں سب سٹاف کو دیکھ لیتے اور اتنے پیارے انداز میں السلام علیکم کہتے جیسے سارے جہان کی حلاوتیں ان الفاظ میں سما گئی ہوں۔ اور ہم سب گواہ ہیں کہ یہ سلسلہ ایم ٹی اے کے اجراء سے لے کر آخر دم تک چلتا رہا۔

حضور انورؒ ان تمام کارکنان کے آرام اور طعام کا بذات خود یوں خیال رکھتے تھے جیسے انہیں دنیا میں اس کے علاوہ اور کوئی مصروفیت نہیں ہے۔ بارہا حضور انور نے ایم ٹی اے کے مختلف کارکنان کو ذاتی طور پر کھانا بھجوایا، ان کی رہائش وغیرہ کے بندوبست کی ہدایات بغیر کسی کی درخواست کے دیں۔

جب ''ملاقات'' پروگراموں میں کھانے وغیرہ کی چیزیں آتیں تو خصوصی طور پر یہ استفسار فرماتے کہ لڑکوں کو کھانا ملا ہے یا نہیں۔ کئی دفعہ ایسا بھی ہوا کہ رات گئے حضور اپنی رہائشگاہ سے نکل کر ایم ٹی اے میں تشریف لے آئے اور کارکنان سے ان کے کھانے وغیرہ کے متعلق استفسار فرمایا، پھر خود ہی گھر سے کھانے کی اشیاء منگوا کر کارکنان کو عطا کیں۔

۱۹۹۷ء کے جلسہ جرمنی میں ہمارا ایم ٹی اے کے ٹرک سے LIVE نشریات کا انتظام تھا۔ ایک روز دوپہر کے وقت پیغام آیا کہ خاکسار اور ملک اشفاق صاحب کو حضور نے یاد فرمایا ہے۔ ہم لوگ کچھ پریشان بھی ہوئے کہ خدا خیر کرے کوئی غلطی نہ سرزد ہو گئی ہو۔ وہاں پہنچے تو حضور انور نے اپنی مخصوص مسکراہٹ کے ساتھ کھانے کے کمرے میں بلوا لیا جہاں میز پر کھانا لگا تھا۔ حضور نے فرمایا: ''کھانا کھائیں''۔ جھجک اور مقام خلافت کے ادب اور رعب سے کچھ کھایا نہ جا رہا تھا۔ حضور انور کی اس بے انتہا شفقت پر آنکھیں پرنم ہوئی جا رہی تھیں۔ جب حضورؒ نے دیکھا تو فرمایا: ''اور کھائیں...... اچھا کھانا ہے صرف آپ کی بیگم ہی اچھا کھانا نہیں بناتیں''۔ اور حضور کمال شفقت سے ہلکی پھلکی باتیں کرتے رہے تاکہ ہم تکلف سے کام نہ لیں۔

ایم ٹی اے میں بیشتر طوعی کام کرنے والے طالب علم ہوتے ہیں اور یہ وہ لوگ ہیں جو ڈگری کورسز اور پروفیشنل امتحانات میں بیٹھتے ہیں جن کے لئے عام طور پر طلباء کو سر کھجانے کی فرصت نہیں ہوتی۔ کجا یہ کہ ہر روز کئی کئی گھنٹے ایم ٹی اے کی خدمت میں گزار دینا۔ اس کے باوجود یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ تمام کے تمام طلباء جو ایم ٹی اے کے لئے وقت دیتے وہ حضورؒ کی خصوصی دعاؤں کے مستحق بنتے اور نتیجۃً ہر امتحان میں بہترین پوزیشن حاصل کرتے۔ اور یہ سلسلہ خدا کے فضل سے مسلسل جاری ہے۔

چھوٹے بچوں سے محبت اور بے پناہ شفقت کا ڈھنگ تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ جیسے حضورؒ نے یہ ہمیں عین سنت رسول ﷺ کے مطابق سکھایا ہے۔ ''اردو کلاس'' اور ''چلڈرن کلاس'' پروگرام حضور انور کی بچوں سے بے انتہا شفقت و محبت کا ہمیشہ کے لئے ایک مثالی نمونہ بن کر رہ گئے ہیں۔ مسجد میں آتے جاتے، ریکارڈنگ کے لئے تشریف لاتے ہوئے، ہر جگہ جہاں بھی کوئی بچہ نظر آیا حضور بے اختیار اس طرف توجہ فرماتے اور عجب لطف و کرم سے نوازتے۔ یوں کہ دیکھنے والوں کو رشک آنے لگتا کہ کاش ہم بھی بچے ہوتے۔ محبتیں نچھاور کرنے کا مفہوم اپنے حقیقی معنوں میں حضورؒ کے یہی انوکھے پیارے انداز دیکھ کر سمجھ میں آیا کہ خدا تعالیٰ نے اس شفاف سینے میں کیسا پیارا دل ڈالا تھا۔ سبحان اللہ۔

اسی حوالے سے مکرم ملک اشفاق احمد صاحب حضور انور کی کارکنان جماعت سے بے پناہ شفقت کے سلوک کے بارہ میں بتاتے ہیں جو ان کے اپنے الفاظ میں یوں ہے کہ:

''حضور انورؒ کے دورہ امریکہ اور گوئٹے مالا کے دوران جب حضور کا قافلہ ٹرانزٹ میں شکاگو ائرپورٹ پر پہنچا تو حضور نے مجھے فرمایا: 'اشفاق صاحب تولیہ لے لیں، ہم وضو کر کے آتے ہیں'۔ شکاگو ائرپورٹ کا شمار دنیا کی مصروف ترین ائرپورٹس میں ہوتا ہے۔ وہاں اس دن بھی معمول کے مطابق اژدحام تو تھا ہی لیکن پبلک باتھ رومز میں کچھ زیادہ ہی رش تھا۔ حضور نے وہاں پہنچ کر عمامہ مبارک اور شیروانی اتار کر مجھے تھما دئے اور خود وضو فرمانے لگے۔ وضو کے بعد مَیں نے تولیہ پیش کیا، حضور نے چہرہ مبارک خشک فرمایا۔ مَیں نے شیروانی پیش کی۔ حضور نے زیب تن فرمائی اور جب واپس چلنے لگے تو فرمایا: ''اشفاق صاحب آپ بھی وضو کر لیں''۔ مَیں نے کسی قدر جھجک محسوس کی اور سوچ میں پڑ گیا کہ کیا کروں۔ آیا حضور کی خدمت میں بصد ادب عرض کر دوں کہ جب حضور قافلے میں تشریف لے جائیں گے تو مَیں واپس آ کر وضو کر لوں گا یا ارشاد کی تعمیل میں اس ہجوم میں حضور کو اکیلا چھوڑ کر وضو کرنے چلا جاؤں۔ مَیں ابھی اسی کیفیت میں ہی تھا کہ حضور نے نہایت پُرشفقت لہجہ میں دوبارہ فرمایا: ''آپ وضو کر لیں''۔ اس لہجے میں کچھ ایسی محبت اور پیار تھا کہ مَیں نے بلا تاخیر اپنا کوٹ اتار کر کندھے پر رکھا اور وضو کرنے لگا۔ لیکن حالت یہ تھی کہ میرے ہاتھ کانپ رہے تھے۔ ایک تو یہ فکر دامنگیر تھا کہ حضور اکیلے کھڑے ہیں اور دوسرے یہ کہ حضور انور مجھے دیکھ رہے ہیں جس کی وجہ سے میرے تن بدن پر ایک کپکپی سی طاری تھی۔ اور کوٹ بار بار کندھے سے سرک جاتا تھا۔ اس حالت میں مَیں بمشکل ہاتھ ہی دھو پایا۔ پھر مَیں نے کوٹ کو کندھے سے اتار کر بغل میں دبا لیا اور باقی وضو کرنے لگا۔ حضور انور یہ سب کچھ دیکھ رہے تھے۔ آپؒ نے پُرشفقت لہجے میں فرمایا ''یہ کوٹ مجھے دے دیں اور آپ آرام سے وضو کریں''۔

مَیں حد درجہ متذبذب ہو گیا کہ کیا کروں۔ ایک طرف ہچکچاہٹ اور شرم تھی تو دوسری طرف حضور کا حکم تھا لیکن کیسا شفیق اور پیار کرنے والا تھا میرا آقا کہ آپ نے میری کیفیت بھانپ لی اور خود ہی آگے بڑھ کر مجھ سے کوٹ لے لیا۔ مَیں نے وضو کیا اور حضور واپس قافلے میں تشریف لے آئے۔

مَیں آج تک سوچتا ہوں کہ کہاں حضور کا عالی مقام اور کہاں حضور کی جوتیاں اٹھانے والا یہ حقیر غلام۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ حضور کی شفقتوں، رحمتوں اور عطاؤں کا سمندر اس قدر تلاطم خیز تھا کہ اس میں سے مجھ جیسے حقیر اور ناچیز کو بھی اس قدر مل گیا کہ جس کا شمار نہیں اور درحقیقت یہی مایۂ خویش ہے جس کی یادیں شمع نور بن کر قلب و دماغ میں روشنیاں بکھیر جاتی ہیں''۔

جب حضورؒ کی علمی قابلیت کی طرف دھیان گیا تو یوں محسوس ہوا جیسے وہ وجود آج کی دنیا میں علم و عرفان کا ایک سرچشمہ تھا۔ حضور رحمہ اللہ کے روحانی اور دینی علم کے بارہ میں ایک عالم گواہ ہے کہ وہ اپنی ذات میں علوم ظاہری و باطنی کا ایک خزانہ تھے۔ مگر مجھ جیسے لوگوں کے لئے یہ بات نہایت حیران کن تھی کہ دنیاوی علم میں بلا مبالغہ کوئی ایسا میدان، ایسا موضوع یا مضمون نہیں تھا جس کے بارہ میں حضور کوئی بات فرماتے اور سننے والے کو یہ احساس نہ ہوتا کہ حضور اس علم میں مکمل دسترس رکھتے ہیں۔ مجھے آج تک یہ بات سمجھ نہیں آ سکی کہ ٹیلی ویژن اور سیٹلائٹ انڈسٹری کے تمام پہلوؤں کو حضور کیونکر اتنی گہرائی میں سمجھتے تھے۔ نہایت ٹیکنیکل معاملات میں بھی حضور رحمہ اللہ ہمیشہ دو قدم آگے ہی ہوتے تھے۔ ایک مرتبہ حضور نے ڈش انٹینا پر سیٹلائٹ سگنل کو ریسیو کرنے کے مکمل تکنیکی عمل اور Parabola کے مفہوم کو باقاعدہ خاکہ بنا کر خاکسار کو سمجھایا جیسے کسی ماہر انجینئر کی ڈگری رکھتے ہوں۔

بارہا ایسا ہوا کہ خاکسار کوئی پیچیدہ معاملہ لے کر بڑی مفصل تیاری کے ساتھ حضور کی خدمت میں پیش ہوا کہ شاید مدعا صحیح بیان نہ ہو پائے۔ مگر حضور انور نے پہلے چند الفاظ میں ہی سارے معاملے کو یوں بھانپ لیا کہ حاصل مطلب نکتہ خود ہی بیان فرما دیا اور بغیر کسی مزید تفصیل کے یوں ہدایت فرمائی کہ اس مسئلے کا اس سے زیادہ مناسب اور حل ہو ہی نہیں سکتا تھا۔

پھر یہ بھی دیکھا گیا کہ بعض مرتبہ حضور انور رحمہ اللہ کی ہدایات عام انسانوں کو بظاہر یوں محسوس ہوتیں جیسے شاید اس موقعہ کے لئے مناسب نہ ہوں اور خاکسار سوچتا کہ شاید مَیں حضور کی خدمت میں معاملہ صحیح پیش نہیں کر سکا۔ لیکن یہ ایک اٹل حقیقت تھی کہ بلاشبہ ہر ایسی ہدایت جو بظاہر غیر منطقی لگتی بعد میں وہی مکمل طور پر اس معاملے میں موزوں، معقول اور مناسب بیٹھتی یہ ایک ایسا الٰہی تصرف تھا جس کے ہم سب عینی گواہ ہیں۔

اور پھر ذہن واپس منصب خلافت اور قبولیت دعا کے مضمون کی طرف چلا جاتا کہ ضرور حضور انور نے دعا کی ہوگی کہ بظاہر جو معاملہ کچھ اور نظر آتا تھا حضور کے فیصلے کے مطابق اندر سے کچھ اور تھا۔

اس سلسلہ میں یہ بات تو قطعی ناممکن ہے کہ ان تمام واقعات اور قبولیت دعا کے بے شمار معجزات کو یہاں دمِ تحریر میں لایا جا سکے لیکن محض چند ایک چیدہ چیدہ کا ذکر کرنا ضروری ہوگا جو آگے چل کر آئے گا۔

ایم ٹی اے کے بابرکت سفر کا آغاز

مکرم ندیم کرامت صاحب لکھتے ہیں:

''ایم ٹی اے کی Archives پر نظر دوڑاتے ہوئے میری نگاہ دسمبر ۱۹۲۸ء کی اس فلم پر ٹھہر گئی جو قادیان ریل گاڑی کی آمد پر فلمائی گئی تھی۔ خدائی تصرف دیکھیں کہ یہ وہی وقت تھا جب ہمارے مشفق و مہربان امام حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کا وجود اس دنیا میں آیا اور جشن کا جو سماں قادیان میں برپا تھا وہ ہمیشہ کے لئے محفوظ ہو کر بعد میں ایم ٹی اے کی زینت بنا۔ آپ کی بابرکت پیدائش کے ساتھ جماعت کی ترقی میں ریل کی قادیان آمد سے کمیونی کیشنز نے جو کردار ادا کرنا شروع کیا اس کی انتہا آپ کے بابرکت دور خلافت میں ایم ٹی اے کے باقاعدہ اجراء پر ہوئی۔ فاصلے گھٹ گئے اور جماعت کا آپؒ سے قرب کا وہ تعلق پیدا ہوا جو رہتی دنیا تک ایم ٹی اے کے توسط سے قائم رہے گا اور آپؒ کی وفات کے بعد بظاہر فاصلے بڑھ گئے پر قرب تو سارے ہیں وہی۔ ایم ٹی اے اور ایم ٹی اے کی ٹیم سے آپؒ کا قرب کا جو تعلق تھا وہ وہی تعلق تھا جو ایک گاڑی کا انجن کے ساتھ ہوتا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ فرماتے ہیں:

''تم اپنے آپ کو امام کے ساتھ ایسا وابستہ کرو جیسے گاڑی انجن کے ساتھ۔ پھر ہر روز دیکھو کہ ظلمت سے نکلتے ہو یا نہیں''۔ (خطبات نور جلد اول صفحہ ۱۶۳)

چنانچہ ایم ٹی اے کی تمام تر قوت آپؒ کا بابرکت وجود ہی تھا اور اسے آپؒ بنفس نفیس آگے بڑھا رہے تھے۔ حضورؒ نے اپنے ایک خطبہ جمعہ میں فرمایا:

''جب تک خلافت جاری ہے میرا یہ ایمان ہے کہ جو خلیفہ بھی دو صدیوں کے سنگم پر موجود ہوگا اللہ تعالیٰ اس سے تجدید دین کا کام لے گا اور آنحضرت ﷺ کا فرمان کہ خدا تعالیٰ ہر صدی کے سر پر مجدد بھیجے گا پورا ہوتا رہے گا''۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۱/اکتوبر ۱۹۸۸ء بمقام مسجد فضل لندن)

آپؒ نے ایم ٹی اے کے قیام سے تجدید دین کا جو عظیم الشان کام کیا وہ آپ کے اس قول کی صداقت کا منہ بولتا ثبوت ہے جس کا ایک عالم گواہ ہے۔

گو کہ حضور کی خلافت کے آغاز سے ہی تجدید دین کے اس نظام کی داغ بیل آڈیو ویڈیو ریکارڈنگز کے ذریعہ پڑ گئی تھی لیکن اگر تاریخ پر غور کیا جائے تو ایم ٹی اے کے موجودہ نظام کی کڑیاں ہمیں احمدیت کی اس صدی کے سنگم پر لے جاتی ہیں جب آپؒ نے اس صدی کا پہلا خطبہ جمعہ ۲۴/مارچ ۱۹۸۹ء کو ارشاد فرمایا اور پہلی مرتبہ بذریعہ فون یہ خطبہ جرمنی اور ماریشس کی جماعتوں نے براہ راست سنا۔ گویا کہ احمدیت کی نئی صدی کا پہلا دن ایم ٹی اے کے اجراء کی جانب پہلا قدم ثابت ہوا اور اس طرح دونوں صدیوں کے سنگم پر تجدید دین کی ایک نئی بنیاد ڈال دی گئی۔

فون کے ذریعہ حضورؒ کے یہ خطبات سننے کا یہ سلسلہ آہستہ آہستہ بڑھتا گیا اور برطانیہ بھر کی گیارہ جماعتوں کے علاوہ چوبیس دوسرے ممالک اس نظام سے فیضیاب ہونے لگے جن میں پاکستان، ہندوستان، نیوزی لینڈ، فجی، سنگاپور، جاپان، کوریا، انڈونیشیا، ماریشس، گھانا، ساؤتھ افریقہ، عمان، سپین، فرانس، ہالینڈ، ڈنمارک، ناروے، آئرلینڈ، جرمنی، بلجیم، سویڈن، کینیڈا، امریکہ اور تنزانیہ شامل ہیں۔ پہلے پہل تو ایک عام فون کے ذریعہ خطبہ سنوانے کا انتظام کیا گیا تھا لیکن بعد میں British Telecom کی ملٹی لائن (Multi Line) کے ذریعہ خصوصی آلات کی مدد سے حضورؒ کے خطبات ان مقامات تک پہنچائے جانے لگے۔ خطبہ اس طرح سے بروقت احباب جماعت تک پہنچنے کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ آپؒ نے اپنے خطابات میں اکثر ان مقامات کا تذکرہ بھی فرمایا جو بذریعہ فون اس وقت وہ خطبہ سنتے تھے۔ اس دور میں جلسہ سالانہ برطانیہ سے حضورؒ کے خطابات بھی بذریعہ فون سنوائے گئے۔

ایم ٹی اے کے اس سفر میں ایک نیا موڑ اس وقت آیا جب خدائی تصرف کے ماتحت ایک بار رکنے کے بعد قادیان تک ریل کا اجراء دسمبر ۱۹۹۱ء میں ایک بار پھر ہوا۔ اور اس بار ریل گاڑی قادیان گئی تو آپؒ کی اس سفر میں شمولیت نے اسے ایک انتہائی بابرکت تاریخی سفر میں بدل دیا۔ یہ سفر بھی بعد میں

ایم ٹی اے کی زینت بنا اور اس کے بعد ہونے والا تاریخی جلسہ قادیان تو بذریعہ سیٹلائٹ فون براہ راست سنوایا گیا ۔یہ جماعت کی تاریخ میں بذریعہ سیٹلائٹ پیش کی جانے والی پہلی نشریات تھیں اور وہ آواز جو سو سال قبل قادیان سے اٹھی تھی حضرت مسیح موعودؑ کی نمائندگی میں آپؒ کو اسے پھر اسی سرزمین سے ایک نئی شان سے دنیا تک پہنچانے کی سعادت ملی۔اس بابرکت آغاز کے بعد تو یہ ایک نہ رکنے والا سلسلہ بن گیا اور ایم ٹی اے کے اس بابرکت سفر کی یہ ریل گاڑی جس نے آہستہ آہستہ اپنے سفر کا آغاز کیا تھا پوری برق رفتاری سے آگے بڑھتے ہوئے تمام عالم کو اپنے نور سے منور کرنے لگی۔

آپ کی زیر ہدایت جب خطبات جمعہ کو بذریعہ سیٹلائٹ ٹی وی پر دکھانے کے لئے کوشش شروع کی گئی تو مختلف سیٹلائٹ کمپنیوں اور اداروں کی جانب سے کوئی مثبت ردعمل نہ ملنے پر بعض اوقات ٹیم کے اراکین ناامیدی کا اظہار کرتے یا اپنی کوششوں میں تھک کر ہمت ہار دیتے مگر آپؒ مسلسل دن رات اس سلسلہ میں کام کرتے اور بڑی بشاشت اور ذاتی توجہ سے رہنمائی فرماتے جو پھر ان میں ایک نیا جوش اور ولولہ پیدا کردیتی۔اس طرح آپؒ کی ہدایات اور اصولوں پر جب کام کیا جاتا تو کامیابی سے ہمکنار ہو کر اگلا قدم بڑھاتے۔

آپ کی شب و روز کی دعاؤں کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے آپ کی تمام کوششوں میں برکت ڈالی اور ۳۱؍جنوری ۱۹۹۲ء سے MTA کا باقاعدہ آغاز آپؒ کے خطبہ جمعہ سے ہوا جس سے ہماری ہفتہ وار سروس شروع ہوگئی ۔ اس مقام تک جماعت کو پہنچانے کے تمام کام کی نگرانی آپؒ نے بنفس نفیس فرمائی اور یہ اسی کا نتیجہ تھا کہ جماعت کے پاس اس سلسلہ میں ضروری وسائل کی غیر موجودگی کے باوجود نشریات کا آغاز ممکن ہوسکا۔

اسی سال مارچ ۱۹۹۲ء میں رمضان المبارک کے درس القرآن بذریعہ سیٹلائٹ نشر کئے گئے اور اس طرح آپؒ نے گھر گھر قرآن کریم کے فیض کے چشمے جاری کردئے اور اپنوں اور غیروں کو قرآن کریم سے عشق کے اسلوب سکھائے ۔اس رمضان المبارک کی اجتماعی دعا میں ایم ٹی اے کے ذریعہ پہلی مرتبہ یورپ بھر کے احبابِ جماعت شامل ہوئے۔

۳؍اپریل ۱۹۹۲ء کو حضرت سیدہ آصفہ بیگم صاحبہؒ کی وفات پر جماعت کی تاریخ میں پہلی مرتبہ کسی کی نماز جنازہ براہ راست اسلام آباد ٹلفورڈ سے نشر کی گئی اور آپؒ کی حسب ہدایت مقامی امام کی اقتداء میں مختلف مقامات پر بیک وقت بیگم صاحبہؒ کی نماز جنازہ ادا کی گئی۔اس طرح آپؒ ہمیں ان جدید ترقیات کو اپنانے کے نئے اسلوب سکھا گئے ۔یہ بھی خدائی تصرف تھا کہ اس وقت یہ طریق جماعت میں رائج ہوا جس کو مدنظر رکھتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی زیر ہدایت تمام دنیا نے بیک وقت اپنے اپنے مقام پر حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی نماز جنازہ ادا کی۔

اس کے بعد اپریل ۱۹۹۲ء میں حضورؒ نے خطبہ عیدالفطر ارشاد فرمایا جو بذریعہ سیٹلائٹ براہ راست نشر کیا جانے والا پہلا خطبہ عید تھا۔ پھر جون ۱۹۹۲ء میں حضور کا خطبہ عیدالاضحیہ بھی یورپ بھر میں ایم ٹی اے کے ذریعہ براہ راست نشر کیا گیا۔

جولائی ۱۹۹۲ء میں جلسہ سالانہ برطانیہ پہلی مرتبہ MTA کی زینت بنا اور یورپ کے علاوہ براعظم ایشیا میں بھی حضورؒ کے جلسے کے تمام خطابات براہ راست دکھائے گئے ۔ پاکستان میں ۱۹۸۴ء سے جو جلسے بند کردئے گئے تھے اس جلسے سے ایم ٹی اے کے ذریعہ انہیں جلسوں کا اجراء ایک نئی شان سے ہوا اور یہ عالمی نوعیت اختیار کرگئے ۔۱۹۸۹ء میں آپؒ کی زبان مبارک سے نکلی ہوئی یہ بات کہ ؎

ہم آن ملیں گے متوالو بس دیر ہے کل یا پرسوں کی
تم دیکھو گے تو آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی دید کے ترسوں کی
(الفضل ربوہ، صدسالہ جشن تشکر ۱۹۸۹ء)

بڑی شان سے پوری ہوئی اور پاکستان بھر میں ایم ٹی اے کے اس روحانی نظام کے ذریعہ ہمارا یہ محبوب امام گھر گھر پہنچ گیا اور دید کے ترسے ہوئے سیراب ہوگئے۔

۱۶؍اکتوبر ۱۹۹۲ء کو بیت السلام،ٹورانٹو ، کینیڈا کا افتتاح کینیڈا سے براہ راست پہلی مرتبہ تین براعظموں میں نشر کیا گیا۔

۲۱؍اگست ۱۹۹۲ء کا خطبہ جمعہ پہلی مرتبہ ایشیا اور یورپ کے علاوہ امریکہ اور افریقہ کے ممالک میں بھی دکھایا گیا۔ چاروں براعظموں میں ایم ٹی اے کی ہفتہ وار نشریات شروع ہوگئیں۔

دسمبر ۱۹۹۲ء میں حضورؒ کے جلسہ سالانہ قادیان سے افتتاحی اور اختتامی خطاب براہ راست نشر کئے گئے ۔یہ بھی ایک خدائی تصرف تھا کہ لندن وہ جماعت ہے جو قادیان سے باہر کسی بیرونی ملک میں قائم ہونے والی پہلی جماعت ہے اور آج جب کہیں باہر سے قادیان تک خلیفۂ وقت کی آواز پہنچانے کا وقت آیا تو ایم ٹی اے کے ذریعہ لندن وہ مقام بنا جہاں سے قادیان تک واپس وہ آواز پہنچی جو حضرت مسیح موعودؑ کے ذریعہ قادیان سے اٹھی تھی۔

فروری ۱۹۹۳ء میں ایم ٹی اے پر جلسہ سالانہ برطانیہ سے حضور کے خطابات براہ راست نشر کئے گئے ۔ اس عالمی جلسہ کے دوران تاریخ عالم کا ایک اور انقلاب انگیز تاریخ ساز واقعہ رونما ہوا یعنی ایم ٹی اے کے ذریعہ پہلی عالمی بیعت کی تقریب منعقد ہوئی۔ جس میں مختلف خطہ ہائے ارض سے ۲۰۴،۳۰۸ سعید روحیں جماعت میں شامل ہوئیں۔

خدائی تصرف کے ماتحت دسمبر ۱۹۹۳ء میں جلسہ سالانہ قادیان سے حضور نے ماریشس کی سرزمین سے خطاب فرمایا جو کہ قادیان سے بیرون ہندوستان قائم ہونے والا دوسرا بیرونی مرکز ہے۔ ماریشس سے ہی اپنے اس خطاب میں حضورؒ نے ایم ٹی اے کی باقاعدہ روزانہ نشریات کے ۷؍جنوری ۱۹۹۴ء سے شروع ہونے کا اعلان فرمایا۔

اور پھر ۷؍جنوری ۱۹۹۴ء کا وہ مبارک اور بابرکت دن آ پہنچا جب حضور انورؒ کے خطبہ جمعہ سے MTA کی روزانہ کی نشریات کا آغاز ہوا جس سے دنیا بھر میں جماعت میں ایک عظیم بیداری اور ہیجان کا عالم پیدا ہوگیا۔اسی روز جماعت کی اپنی پہلی براڈ کاسٹ وین کا افتتاح عمل میں آیا۔ اسی دن حضورؒ انور کے ساتھ ملاقات کا پروگرام بھی شروع ہوا۔اس مقصد کے لئے محمود ہال سے ملحق ایک چھوٹے سے کمرے کو سٹوڈیو میں تبدیل کیا گیا جس میں ایم ٹی اے کی لائبریری قائم تھی۔ اتنی سی جگہ میں جب سٹوڈیو کی لائٹیں جلائی جاتیں تو سٹوڈیو بہت گرم ہو جاتا۔لیکن ہمارے اس اولوالعزم خلیفہ نے ایم ٹی اے کو کامیاب بنانے کے لئے ہر قسم کی تکلیف کو بالائے طاق رکھ کر وہاں بعض اوقات ڈیڑھ سے دو گھنٹے کے پروگرام بھی ریکارڈ کروائے۔

روزانہ کی ان نشریات کا دورانیہ بارہ گھنٹے تھا جن میں سے لندن سے تین گھنٹے کا پروگرام تمام دنیا کے لئے نشر کیا جاتا تھا اور ایشیائی ممالک کے لئے Russia سے ۹ گھنٹے کا اضافی پروگرام نشر ہوتا تھا۔

لندن سے نشر ہونے والے پروگرام میں روزانہ ملاقات پروگرام میں ہمارے قادر الکلام امام نے جماعت کی روحانی، جسمانی ، تعلیمی و تربیتی ترقی کے لئے فیضان کی ایسی نہریں جاری کیں جو رہتی دنیا تک بہتی رہیں گی اور پیاسی روحوں کو سیراب کرتی رہیں گی۔ انشاءاللہ

حضور کی زیر ہدایت کام کرنے والی یہ ٹیم مٹھی بھر افراد پر مشتمل تھی اور ہم ٹیلیویژن اور براڈ کاسٹنگ کے اسرار و رموز سے کلیۃً ناآشنا تھے۔آپ نے اپنی ذاتی توجہ سے ہم سب کی لمحہ بہ لمحہ تربیت و رہنمائی فرمائی اور پروگراموں کی ریکارڈنگ سے لے کر ترتیب و تدوین تک ہر قدم پر سب کو انگلی پکڑ کر چلنا سکھایا۔

شروع میں جب آپؒ ریکارڈنگ کے لئے تشریف لاتے تو خود کیمروں کے Shorts درست کرواتے اور ہدایات ارشاد فرمایا کرتے ہیں ۔اس مقصد کے لئے آپؒ نے سٹوڈیو میں بھی ایک ٹی وی مانیٹر رکھوایا جس پر آپؒ کو فائنل پروگرام جس طرح نشر ہو رہا ہوتا ہے نظر آتا تھا۔آپؒ نے کیمروں پر کام کرنے والوں کے ساتھ خصوصی اشارے مقرر کئے ہوئے تھے جن کے ذریعہ آپ ساؤنڈ اور ویژن مکسنگ کے لئے ساتھ ساتھ ہدایات دیتے تھے۔یہ آپ کی کمال مہارت تھی کہ جو مضمون آپؒ بیان فرما رہے ہوتے اس کا تسلسل بالکل نہ ٹوٹتا اور ریکارڈنگ کے سلسلہ میں آپ کی ہدایات بھی جاری رہتیں۔مختلف پروگراموں کے لئے ریکارڈنگ کے بعد ایڈیٹنگ کے لئے بھی ہدایات عطا فرماتے ۔آپ نے ایڈیٹنگ کے لئے ایسے عظیم الشان اصول بیان فرمادئے ہیں جن میں آپ کی سیرت کے بہت سے پہلو جھلکتے ہیں۔آپؒ بہت ستّار تھے ۔اگر کسی وجہ سے تربیت کی غرض سے پروگرام کے دوران کسی کی سرزنش فرماتے تو بعد میں اسے ایڈٹ کرنے کا حکم بھی دے دیتے تا کہ لوگوں کی نظروں میں اس شخص کی وقعت کم نہ ہو۔اسلامی اقدار و روایات کا بہت خیال رکھتے تھے۔مثلاً مئی ۱۹۹۳ء میں کبڈی کا میچ جب پہلی مرتبہ دکھایا گیا تو کھلاڑیوں کے لباس سے متعلق تفصیلی ہدایات دیں اور کھیلوں کو عمومی طور پر ریکارڈ کرنے کے اصول بیان فرمائے ۔اسی طرح ریکارڈنگ میں اسلامی شعار مثلاً سر ڈھانکنے اور پردہ کا خیال رکھنے سے متعلق بھی متعدد ہدایات عطا فرمائیں۔

پروگراموں کی ترتیب کے سلسلہ میں بھی تفصیلی ہدایات عطا فرماتے اور شروع میں جب تک Scheduling کا کام ایک معیار تک نہیں پہنچ گیا بنفس نفیس روزانہ کے پروگرام کا شیڈیول ملاحظہ فرماتے اور منظور فرماتے تھے۔اس سلسلہ میں ایسے رہنما اصول بیان فرمادئے جن کے ذریعہ شیڈیولنگ کا کام بہت آسان ہوگیا۔

لائبریری میں ویڈیو ٹیپس کو ترتیب سے رکھنے اور پرانی ریکارڈنگز کو محفوظ کرنے کے سلسلہ میں واضح ہدایات دیں۔ اس کے علاوہ MTA کی جو لائبریریاں بنیں ان کی جگہ کے تعین سے لے کر Shelves کی ترتیب اور ان جگہوں پر کولنگ وغیرہ کے نظام کے سلسلے میں بھی رہنمائی فرمائی۔

اناؤنسمنٹ کے سلسلہ میں مختلف اناؤنسرز کو وقتاً فوقتاً اناؤنسمنٹ کے اصول سمجھائے اور متعدد بار یہاں تک رہنمائی فرمائی کہ کس پروگرام کو کن الفاظ میں متعارف کروایا جانا چاہئے۔

ترجمانی کے کام میں بھی ذاتی دلچسپی لیتے تھے ۔ آپ کے زیادہ تر پروگرام بغیر کسی قسم کے نوٹس (Notes) کے ہوتے تھے مگر بعض دفعہ خطابات و خطبات جمعہ وغیرہ کے لئے نوٹس تیار فرماتے تو اس کی کاپی ترجمانوں کی رہنمائی کے لئے بھی بھجوادیتے ، اس طرح جس حد تک ممکن ہوتا ان کی مدد فرماتے تھے۔

ٹرانسمیشن کے متعلق بھی قدم بہ قدم مختلف تکنیکی وانتظامی امور پر روشنی ڈالتے ۔جن میں ایم ٹی اے کے Logo سے لے کر پروگراموں کی تفصیل دکھانے اور آغاز و اختتام سے متعلق ضروری ہدایات شامل ہیں۔

۷؍جنوری ۱۹۹۴ء سے روزانہ کی نشریات کے آغاز کے بعد شروع کے چند روز آپؒ کے ساتھ ملاقات کا پروگرام عمومی بات چیت پر مبنی رہا جس میں آپ نے بے شمار ایمان افروز واقعات بیان فرمائے۔ اور پھر روزانہ کی یہ ملاقات کئی مختلف سلسلوں میں تقسیم ہوگئی۔ان مقبول سلسلوں میں مندرجہ ذیل سلسلے شامل ہیں:

☆......اعتراضات کے جواب:

۱۸؍جنوری ۱۹۹۴ء سے آپ نے معاندین کے اعتراضات کے جواب دینے کا سلسلہ شروع فرمایا جس میں اسلام اور احمدیت پر کئے گئے اعتراضات کے منہ توڑ مدلّل جواب دے کر مخالفوں کے منہ ہمیشہ کے لئے بند کردئے اور شیروں کی طرح جماعت کا دفاع فرما کر ساری جماعت کو اس کے گُر سکھا گئے ۔یہ کل ۷۳ پروگرام ہیں۔

☆......انگریزی ملاقات:

۵؍فروری ۱۹۹۴ء کو انگریزی دان دوستوں کے ساتھ سٹوڈیو ملاقات کے پروگرام کا آغاز فرمایا جس میں مختلف قومیتوں کے افراد کو شمولیت کا شرف عطا فرمایا۔ان میں سے بہت سے پروگرام غیر مسلموں کے ساتھ بھی ہوئے جن کے ہر قسم کے سوالات کے کافی وشافی جوابات دئے۔ کل ۱۵۰ پروگرام ہوئے۔

☆......اردو ملاقات:

۹؍فروری ۱۹۹۴ء کو اردُو دان دوستوں کے ساتھ سٹوڈیو میں عمومی سوال و جواب کا پروگرام شروع فرمایا جس میں سوالوں کے جواب دیتے ہوئے مضمون کو اس گہرائی سے بیان فرمایا کہ ہر سننے والا یہی محسوس کرتا کہ اسی کے حسب حال جواب بیان کیا جا رہا ہے۔کل ۱۶۰ پروگرام ہوئے۔

☆......ہومیوپیتھی کلاس:

۲۳؍مارچ ۱۹۹۴ء کو آپؒ نے اپنی ہومیوپیتھی کی شہرہ عالم کلاس کا آغاز فرمایا اور روحانی علاج کے ساتھ ساتھ جسمانی علاج کے سامان بھی پیدا فرمادئے ۔ایم ٹی اے کے ذریعہ اس سادہ اور سستے طریق علاج کو آپؒ نے دنیا بھر میں رائج فرمایا اور ہر رنگ و نسل اور ہر قوم و مذہب کے افراد نے اس سے استفادہ کرتے ہوئے معجزانہ شفا کے نمونے دیکھے۔کل ۱۹۸ پروگرام ہوئے۔

☆......ترجمۃ القرآن کلاس:

۱۵؍جولائی ۱۹۹۴ء کو آپؒ نے ترجمۃ القرآن کا آغاز فرمایا۔ اس پہلی کلاس کے ساتھ ہی آپؒ نے ایم ٹی اے کے نئے سٹوڈیو کا افتتاح بھی فرمایا۔اس عالمگیر کلاس کے ذریعہ آپ نے دنیا بھر میں پھیلے ہوئے اپنے شاگردوں کو عشق قرآن اور فہم قرآن کے اسلوب سمجھائے ۔آپ کی یہ کلاس قرآنی علوم و عرفان کا ایک چشمۂ فیض ہے جو جاری و ساری ہے۔کل ۳۰۵ پروگرام ریکارڈ ہوئے۔

☆......لِقَاء مَعَ الْعَرَب:

۱۷؍جولائی ۱۹۹۴ء کو اہل عرب کے لئے لِقَاء مَعَ الْعَرَب کا پروگرام شروع کیا۔جس کے ذریعہ صرف اہل عرب ہی نہیں بلکہ ہر قوم کی تسکین کے سامان کئے اور بڑی فصاحت و بلاغت سے از روئے قرآن و حدیث عربوں کو انہیں کی زبان کے درست معنے بھی سمجھائے۔کل ۲۷۴ پروگرام ہوئے۔

☆......اردو کلاس:

۲۱؍جولائی ۱۹۹۴ء سے آپؒ نے اردو زبان سکھانے کے لئے اردو کلاس کا اجراء فرمایا تا کہ سب قوموں کے لوگ اردو سیکھ کر ایک ہاتھ تلے جمع ہونے کے ساتھ ساتھ ایک زبان تلے بھی جمع ہو جائیں۔اور حضرت مسیح موعودؑ کی کتب کا خود مطالعہ کرکے علم و عرفان کے اس خزانے سے مستفیض ہوسکیں۔ اردو زبان پر آپؒ کا یہ بہت بڑا احسان ہے۔کل ۴۶۰ پروگرام۔

☆......بچوں کی کلاس:

۲۳؍جولائی ۱۹۹۴ء کو آپؒ نے بچوں کے ساتھ کلاس شروع فرمائی۔آپؒ بچوں سے بے انتہا محبت کرتے تھے اور ہمہ وقت ان کی تربیت کا خیال آپ کو رہتا تھا۔ اس عالمی کلاس کے ذریعہ باتوں باتوں میں آپؒ نے تربیت کے وہ نکات بیان فرمائے اور وہ گر سکھائے جس نے دنیا بھر کے احمدی بچوں کو اللہ تعالیٰ اور خلافت احمدیہ کے بہت قریب کردیا۔کل ۳۰۰ پروگرام ہوئے۔

☆...... اس کے علاوہ فرنچ ملاقات کا آغاز ۱۳ر جولائی ۱۹۹۷ء سے ہوا اور کل ۲۰۹ پروگرام ریکارڈ ہوئے۔

☆...... بنگلہ ملاقات کا آغاز ۱۹ر اکتوبر ۱۹۹۹ء سے ہوا اور ۱۲۸ پروگرام ہوئے۔

☆...... جرمن ملاقات کا آغاز ۶ر نومبر ۱۹۹۹ء سے ہوا اور ۱۳۰ پروگرام ریکارڈ ہوئے۔

☆...... لجنہ ملاقات کا پروگرام ۲۴ر اکتوبر ۱۹۹۹ء سے شروع ہوا اور ۱۳۰ پروگرام ہوئے۔

☆...... اطفال ملاقات کا آغاز ۳ر نومبر ۱۹۹۹ء سے ہوا اور کل ۴۵ پروگرام ریکارڈ ہوئے۔

جولائی ۱۹۹۴ء کا جلسہ آپؒ کے دور کا پہلا جلسہ سالانہ تھا جو اپنی مکمل صورت میں براہ راست نشر کیا گیا۔ اس جلسے کے اختتام پر تاریخ روحانیت میں ایک اور ایمان افروز واقعہ رونما ہوا اور جماعت احمدیہ کی عالمی برادری کے ذریعہ یکجا ہونے کے عظیم الشان نظارے جلسہ کے آخری روز نظر آئے۔ حضورؒ نے اختتامی دعا کے بعد چند ملکوں کے نام گنوائے جو ایم ٹی اے کے ذریعہ جلسہ میں شامل تھے۔ اس پر ان ملکوں سے جن کے نام نہیں لئے گئے تھے فون موصول ہونے لگے کہ ہم بھی آپ کے ساتھ شامل ہیں۔ ایم ٹی اے کے فون پر پیغامات کا تانتا بندھ گیا۔ آپؒ نے اس وجد آفریں نظارے کو دیکھ کر فرمایا کہ ''یہ محمد مصطفیٰ ﷺ کا اعجاز ہے جو آج ظاہر ہو رہا ہے''۔ اختتامی دعا کے بعد ایم ٹی اے کے تمام اراکین کو فکر تھا کہ دعا سے جلسہ تو اپنے اختتام کو پہنچ گیا اب باقی Air Time کیسے پورا کریں۔ لیکن خدا تعالیٰ کو یہ نشان دکھلانا مقصود تھا جو بڑی خوبی سے بقیہ رہ جانے والے وقت میں سما گیا اور خوب سمایا۔ الحمدللہ۔

آپؒ کے بابرکت دَور میں MTA کا ایک اور سنگ میل ۱۴ر اکتوبر ۱۹۹۴ء کو ظہور پذیر ہوا جب آپؒ نے واشنگٹن کی مسجد ''بیت الرحمٰن'' کا افتتاح فرمایا۔ اس کے ساتھ ہی MTA کے واشنگٹن Earth Station کا افتتاح بھی فرمایا۔ یہ تقریب ہمارے ارتھ سیٹلائٹ سے ہی سارے شمالی امریکہ میں براہ راست نشر کی گئی۔ گو کہ امریکہ میں ۱۹۹۳ء سے ہی ایم ٹی اے کی لندن سے ہونے والی نشریات دیکھی جا رہی تھیں لیکن اس افتتاح کے بعد لندن سے جانے والی نشریات اسی سٹیشن کے ذریعہ سے شمالی امریکہ میں نشر ہونے لگیں۔

اس عرصہ کے دوران متعدد بار یورپ کے مختلف ممالک سے ایم ٹی اے کی نشریات حضورؒ کے دورہ جات کے دوران براہ راست نشر کی گئیں۔

یکم اگست ۱۹۹۵ء سے ایم ٹی اے کا پروگرام تین گھنٹے سے بڑھ کر پانچ گھنٹے روزانہ ہو گیا اور اس سال کے دوران بھی تمام جلسے اور دیگر پروگرام نشر کئے جاتے رہے اور ایک معمول کی صورت اختیار کر گئے۔

آپؒ اپنے خدام سے بے اندازہ شفقت اور محبت کا سلوک فرماتے تھے۔ بذات خود مختلف ذرائع سے معلوم کرواتے رہتے تھے کہ کام کرنے والوں کو کسی قسم کی کوئی تکلیف تو نہیں۔ مثلاً شروع شروع میں ایک مرتبہ آپؒ کو علم ہوا کہ ایم ٹی اے پر کام کرنے والے وقت پر کھانا نہیں کھا پاتے تو ازراہ شفقت اپنے گھر سے ایم ٹی اے کے سٹاف کے لئے کھانا تیار کر کے بھجوانا شروع کر دیا۔ اور یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہا جب تک کہ آپ کو یقین نہیں ہو گیا کہ اب مناسب انتظام ہو گیا ہے۔ یہ شفقت کسی کے تکلیف کے اظہار کی بنا پر ہرگز نہیں تھی بلکہ آپ کی ذاتی توجہ کا نتیجہ تھا۔ آپ کی شفقت و محبت کے ایسے بے شمار واقعات ہیں جن کا حسین تجربہ ہم میں سے ہر ایک نے ذاتی طور پر بار بار کیا۔

مکرم ندیم کرامت صاحب لکھتے ہیں کہ ''۱۹۹۵ء میں جب عید اسلام آباد میں منعقد ہوئی مجھے MTA کی نشریات چلانے کے لئے مسجد فضل لندن میں تنہا رکنا تھا۔ چنانچہ ایک رات قبل ہی چلا آیا تا کہ اگلے روز صبح دیر نہ ہو جائے۔ پھر صبح ابھی سوچ ہی رہا تھا کہ جا کر ناشتے کا کچھ انتظام کروں کہ دروازے پر دستک ہوئی۔ دروازہ کھولا تو حضورؒ کے خادم شیر محمد صاحب کو دروازے پر ایک بڑا تھال تھامے کھڑے پایا۔ انہوں نے میرا نام لے کر کہا کہ آپ چونکہ یہاں ٹھہر رہے ہیں اس لئے حضورؒ نے آپ کے لئے کھانا اور مٹھائی وغیرہ بھجوائی ہے۔ یہ سُن کر مَیں حضور کی شفقت پر حیران رہ گیا کیونکہ میرا خیال تھا کہ سوائے ایم ٹی اے کے چند دوستوں کے کسی کو علم نہیں کہ مَیں باقی سب کے ساتھ اسلام آباد نہیں گیا۔ ایم ٹی اے پر گزرنے والا ہر لحہ اور ہر دن ہمیں آپ کی شفقتوں اور محبتوں کی یاد دلاتا ہے۔ اور یہ ممکن ہی نہیں کہ ان بے بہا نوازشوں کا مکمل تذکرہ کیا جائے۔

ورق تمام ہوا اور مدح باقی ہے
سفینہ چاہئے اس بحر بیکراں کے لئے

یہ اور اس قسم کے بے شمار ایمان افروز واقعات ایم ٹی اے کے سٹاف اور بورڈ ممبران کے سینوں میں دفن ہیں۔ یہ وہی دن تھے جب حضورؒ نے فیصلہ فرمایا کہ اب وقت آ گیا ہے کہ مسیح محمدی کی اس نوبت کی گونج کو دن رات چوبیس گھنٹے اس روئے زمین کے کناروں تک پہنچا دیا جائے۔ تب حضور نے خاکسار کو مکرم رفیق احمد حیات صاحب کے ساتھ اس خدمت پر مامور فرمایا کہ دنیا کی بہترین اور بڑی سیٹلائٹ کمپنیوں کے ساتھ ایسے معاہدے کئے جائیں جس کے نتیجہ میں ایم ٹی اے دنیا کے دیگر بڑے بڑے ٹیلی ویژن سٹیشنوں کے شانہ بشانہ کھڑا ہو جائے اور ہماری نشریات مکمل سالمیت اور خاطر جمعی سے ہر وقت، ہر لحہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا پیغام وحدانیت دنیا کے کونے کونے تک پہنچاتی رہیں اور وہ آواز جسے دشمن نے زمین کے ایک چھوٹے سے خطے میں دبانے کی کوشش کی تھی وہ شش جہات میں خدا کی آواز بن کر پھیل جائے۔

آخر وہ دن، وہ مبارک دن آیا جب یکم اپریل ۱۹۹۶ء کو حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کے ایک غلام مہدیٔ دوراں کا وہ تاریخی الہام ایک مرتبہ پھر اپنی پوری شان و شوکت سے پورا ہوا کہ: ''مَیں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا''۔ اس تاریخی لمحے کو حضورؒ نے اپنے ایک تاریخی خطاب سے شروع کیا جو ایم ٹی اے کی تاریخ کے ایک سنہری باب کا آغاز تھا۔ یہ قریباً دو گھنٹے کا خطاب براہ راست ساری دنیا میں نشر کیا گیا۔ اَلْحَمْدُلِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔

ایم ٹی اے کے تمام آپریشنز ہمیشہ سے ہی حضورؒ کی براہ راست نگرانی و ہدایت کے تحت چلتے رہے ہیں۔ چھوٹے سے چھوٹے اور بڑے سے بڑے کام کی منظوری حضورؒ خود فرماتے۔ کئی معاملات آپؒ بورڈ کو مشورہ کے لئے بھیجتے۔

بورڈ کی تشکیل میں بھی حضور انورؒ نے کمال ذہانت اور دور اندیشی سے کام لیتے ہوئے ایک ایسا توازن قائم رکھا کہ مشاورت کے دوران ہر ممکن نقطہ نظر زیر غور رہے اور ہر پہلو سے متوازن تجاویز پیش ہوں۔

اگست ۱۹۹۸ء میں حضورؒ نے مکرم رفیق احمد حیات صاحب کو چیئر مین مقرر فرمایا جو پھر فروری ۲۰۰۱ء تک اس عہدہ پر فائز رہے اور اس دوران بہترین خدمت کی توفیق پائی۔ مکرم حیات صاحب کے امیر .U.K مقرر ہونے پر حضورؒ نے دوبارہ خاکسار (سید نصیر احمد) کو خدمت کی توفیق بخشی اور نئے بورڈ میں مکرم اشفاق ملک صاحب ڈپٹی چیئر مین اول اور مکرم ندیم کرامت صاحب کو ڈپٹی چیئر مین دوم اور مکرم محمد ناصر خان صاحب کو بطور سیکرٹری، بورڈ میں شامل فرمایا۔

قبولیت دعا کے نشان

قبولیت دعا کے مضمون کی طرف واپس آتے ہوئے اور ایم ٹی اے کے غم میں پگھلنے کے حوالے سے یاد آیا کہ جس دن اس عاجز کو مکرم رفیق احمد حیات صاحب کی معیت میں حضور رحمہ اللہ کی پر شفقت رہنمائی کے زیر سایہ کچھ تھوڑی بہت خدمت کی توفیق ملی اس دن سے قبولیت دعا کے عجیب عجیب نظارے دکھائی دیتے چلے گئے۔ اعجاز خلافت کی ایسی ایسی مثالیں دیکھنے میں ملیں کہ انسانی عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ حضور کا ہر فیصلہ اور ہر قدم مکمل توکل علی اللہ کی ایک زندہ مثال تھا۔ کئی مرتبہ ایسی مشکلات، ایسی رکاوٹیں راستے میں حائل ہو جاتیں کہ ہم جیسے کمزور ایمان ہمت ہار بیٹھتے مگر عین اس وقت حضور انورؒ کامل اعتماد اور خدائے ذوالجلال پر مکمل توکل کرتے ہوئے دعاؤں کی لڑی میں پرو کر ایسا مشورہ دیتے کہ تمام رکاوٹیں خود بخود دور ہوتی نظر آتیں اور بظاہر ناممکن کام ممکن ہو جاتے۔ یوں جیسے خدا تعالیٰ نے فرشتوں کی ایک فوج اپنے مسیح کی جماعت کی اعانت کو بھیج دی ہو۔

ایم ٹی اے کے تمام کارکنان پیشہ ورانہ لحاظ سے ناتجربہ کار تھے اور سب لوگوں نے محض حضور رحمہ اللہ کی دعاؤں اور اس کے نتیجہ میں خدا تعالیٰ کے فضل سے یہ سب کام سیکھے۔ اور ہم لوگ بھی اس میدان میں اناڑی تھے اور جب پیارے آقاؒ نے حکم دیا کہ ایم ٹی اے کی نشریات کو ساری دنیا میں پھیلانا ہے، جاؤ اور سیٹلائٹ کے رستے تلاش کرو، تو دل میں ایک واضح خوف تھا کہ ہم کس قابل ہیں، ہمیں تو اس تمام سلسلے کا کچھ علم ہی نہیں نہ ہم کسی سیٹلائٹ والوں کو جانتے ہیں۔ اور اگر وہ مل بھی جائیں تو ان سے کہیں گے کیا؟ کیا مانگیں گے؟۔ حضور انور نے اس خوف کو خوب بھانپ لیا اور چند نہایت ہی مفید نصائح سے نوازا اور رہنمائی کی اور فرمایا ''اللہ ہماری مدد کرے گا انشاء اللہ، دعا کے ساتھ کام شروع کریں''۔ ان چند الفاظ نے جیسے جسم میں بجلی بھر دی۔ ایک مصمم عزم جس کا انحصار مکمل طور پر حضور انور کے دعائیہ ارشاد پر تھا کے ساتھ کام شروع کیا گیا تو عجیب معجزانہ رنگ میں جیسے دروازے خود بخود کھلتے چلے گئے۔ اوّل روز سے یہ ایسے شریف النفس لوگوں سے واسطہ پڑا کہ جیسے خدا نے انہیں محض سلسلہ عالیہ کے لئے ہی فرشتہ بنا کر ہماری اعانت کو بھیجا ہو۔

ایک بہت بڑی انٹرنیشنل سیٹلائٹ کمپنی سے کافی معاملات طے ہو گئے اور معاہدوں کا آخری مرحلہ آیا تو سلسلہ کچھ آگے بڑھتا نظر نہ آتا۔ کسی پراسرار وجہ سے معاہدے کی آخری سٹیج مکمل نہ ہونے پا رہی تھی۔ کچھ تفتیش کے بعد احساس ہوا کہ اس کمپنی کی ایک ڈائریکٹر جو ہمارے کیس کی انچارج تھی وہ بلا وجہ رکاوٹیں کھڑی کر رہی تھی۔ اور محسوس ہوتا تھا کہ وہ کسی طرح بھی یہ معاہدے مکمل نہ ہونے دے گی۔ فکر مندی کے احساس تلے حضور انورؒ کی خدمت میں پریشانی کا اظہار کیا تو حضور نے محض اتنا فرمایا: ''اچھا اللہ فضل کرے گا''۔

باقی صفحہ نمبر ۲۰ پر ملاحظہ فرمائیں

مائدے جتنے ثریّا سے اتارے دے گیا

(خلافت رابعہ ۔ عہد اور کارنامے)

چشم بینا کے لئے کیا کیا نظارے دے گیا
اُس کے دامن میں تھے جتنے پھول سارے دے گیا

آنسوؤں سے کر رہی ہے ہر نظر دل کا حساب
کیسے کیسے وہ سبھی کو گوشوارے دے گیا

مَیں وہ خوش قسمت کہ جس کا ہم زبان و ہم سخن
اپنی یادوں کے خزانے ڈھیر سارے دے گیا

منتشر ذہنوں کو یکسو کر گئی اُس کی صدا
ہر بھٹکتی ناؤ کو سمت و کنارے دے گیا

مفلسوں کو زندگی میں سر چھپانے کے لئے
وہ 'بیوت الحمدؑ' کے تحفے نیارے دے گیا

ریڈیائی لہر کے تختِ رواں پر جلوہ گر
مائدے جتنے ثریّا سے اتارے دے گیا

تشنگانِ معرفت کی اس نے کی ساقی گری
ظرف کی نسبت سے مَے وہ سب کو پیارے دے گیا

علم کی ہر یک گرہ کو ناخنِ دانائی سے
اس طرح کھولا سمجھنے کے اشارے دے گیا

سلکِ جاں ٹوٹی تو دیکھا دیکھنے والوں نے پھر
آفتاب اپنے عوض کتنے ستارے دے گیا

وقتِ رخصت رکھ گیا بنیاد مریم فنڈ کی
بیٹیوں بہنوں کو جینے کے سہارے دے گیا

واقفین نو کے پیکر میں زمانے کو جمیلؔ
وہ نئی صبحوں کے زندہ استعارے دے گیا

(جمیل الرحمن ۔ ہالینڈ)

مُحسن و شفیق آقا

(ڈاکٹر شمیم احمد انچارج شعبہ وقفِ نو مرکزیہ لندن)

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کی حیاتِ طیّبہ پر لکھنے کے لئے قلم اٹھایا تو بے شمار یادیں قوس قزح کے رنگوں جیسی ذہن میں اُمڈ آئیں۔آپ کو جس عالم میں دیکھا اک عالمِ نو دیکھا۔یوں تو پیارے آقا کی سیرت ،حیاتِ طیّبہ اور کارناموں پر کئی کتب لکھی جاسکتی ہیں مگر ذیل میں صرف چند واقعات جن کا خود مشاہدہ کیا، پیش ہیں۔اگر کوئی آپ کی مقدس ذات کا خلاصہ پوچھے تو یہی کہا جاسکتا ہے کہ آپ شفقتوں کا ایک بحرِ اعظم تھے آپ تمام عمر کمال سخاوت کے ساتھ شفقتیں لٹاتے رہے اور اس میں ذرہ بھر کمی نہ آئی۔جو خوش نصیب بھی کسی رنگ میں آپ کے قریب آیا آپ نے اسے اپنے ربِ رحیم وکریم کی طرح بغیر حساب اپنی شفقتوں سے نوازدیا کہ پھر کوئی تشنگی نہ رہی۔

خاکسار کو خلافت سے قبل پہلی بار ملاقات کی سعادت وقفِ جدید کے دفتر میں حاصل ہوئی۔خاکسار اور عزیزم طاہر محمود زیروی ابن ثاقب زیروی صاحب امتحانوں کے بعد دعا کی درخواست لئے حاضر خدمت ہوئے۔اس وقت خیال تھا کہ حضرت میاں صاحب کی مصروفیات کے پیشِ نظر دعا کی درخواست کے بعد اجازت لے لیں گے۔جب اٹھنے لگے تو بڑی محبت اور شفقت کے ساتھ مسکراتے ہوئے فرمایا ”آپ اتنی جلدی کیسے جاسکتے ہیں میں نے تو آپ کے لئے چائے منگوائی ہے“اس دوران بے حد شفقت کے ساتھ گفتگو فرماتے رہے۔جب رخصت ہوئے تو آپ کی حسین وجمیل اور شفیق شخصیت کا ایک ایسا پرلطف احساس تھا جو آج بھی ذہن پر نقش ہے۔

دوسری ملاقات کا شرف خلافت کے بعد حاصل ہوا جب حضور رحمہ اللہ تعالیٰ سپین کے کامیاب دورہ کے بعد انگلستان تشریف لائے۔اس وقت ایک نمایاں تبدیلی کا احساس ہوا جس کا تعلق منصبِ خلافت کے ساتھ ہے۔آپ کے حسن و جمال میں بے پناہ اضافہ اور اس کے ساتھ رعب اور جلال کا ایک عجیب امتزاج کہ نظریں خیرہ ہو کر رہ جائیں۔اس وقت آپ کو دیکھ کر مجھے پہلی دفعہ ان احادیث کا صحیح ادراک حاصل ہوا جن میں ذکر آتا ہے کہ سیّدنا حضرت محمدؐ رسول اللہ ﷺ کو کئی کوس کی مسافت تک رعب عطا فرمایا گیا تھا یا یہ کہ دشمن بھی آپؐ کے خداداد رعب اور جاہ وجلال کے سامنے کانپنے لگتے تھے۔خیال آیا کہ غلام ابنِ غلام ابنِ غلام کے رعب اور حسن و جمال کا یہ عالم ہے تو ان کے آقا و مولا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے حسن وجمال اور جلال کا کیا عالم ہوگا۔اک عجب خوش نصیبی کہ بارہا ذاتی، دفتری اور جماعتی ملاقاتوں کا شرف حاصل ہوا، بے شمار شفقتوں کا مورد رہا مگر ہمیشہ نظر بھر کر دیکھنا مشکل لگا۔

حوصلہ افزائی وقدردانی

آپ کی مقدس ذات یوں تو ہر صفت سے منور تھی مگر ایک وصف جس میں آپ اکمل ترین تھے یہ تھا کہ جس نے بھی معمولی سے معمولی کام بھی خدمتِ دین کی خاطر کیا اس کی ایسے رنگ میں حوصلہ افزائی کی اور قدر کی نگاہ سے دیکھا کہ ناکارہ سے ناکارہ آدمی بھی نافع اور قابلِ افتخار وجود بن گئے۔یہ آپ کی عظیم قائدانہ صلاحیتوں کا اعجاز تھا کہ ہجرت کی وجہ سے مرکز سے جدائی کے بعد بے شمار طوعی خدمت کرنے والوں کی ایک فوج تیار کر گئے اور انہیں خدمتِ دین کی ایک چاشنی عطا کر گئے کہ دمِ آخر تک وہ دل و جان کے ساتھ خدمتِ دین میں مصروف رہیں گے اور ان کاموں سے جدا ہونا انہیں گوارا نہ ہوگا۔حضور جود وسخا کا ایک بے کنار سمندر تھے اور اپنے خدام کے لئے ابرِ سخاوت۔ادنیٰ سے ادنیٰ خادم کو بھی ایسے نوازہ کہ ان کی روح تک سیراب ہوگئی۔مجھ جیسے نالائق ترین کی ایک رپورٹ کو ملاحظہ فرمانے کے بعد دستِ مبارک سے تحریر فرمایا ”آپ خدا کے فضل سے بہت مستقل مزاجی اور سلیقے سے عمدہ کام کررہے ہیں ماشاءاللہ چشمِ بد دور جزاکم اللہ احسن الجزاء فی الدنیا والآخرۃ“ پھر ایک موقع پر دستِ مبارک سے یوں حوصلہ افزائی فرمائی ”آپ کا کام خدا کے فضل سے بہت اچھا ہے اور ہمیشہ مجھے آپ کے کام پر تسلی ہوئی ہے اَللّٰھُمَّ زِدْ وَبَارِکْ جَزَاکُمُ اللہ اَحْسَنَ الْجَزَاء فی الدنیا والآخرۃ“۔جب محبوب آقا کی طرف سے معمولی سی خدمت پر نالائق ترین آدمی کے لئے اتنی حوصلہ افزائی اور قدردانی ہو تو پھر خدمت سے پیچھے رہنا کیسے ممکن ہوسکتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے فضل سے دنیا بھر میں بے شمار ایسے لوگ ہیں جنہیں ایسے اعلیٰ کام کرنے کی توفیق ملی ہے کہ جن کا وہ تصور بھی نہ کرسکتے تھے۔

جماعتی اموال کی حفاظت کا خیال

حضور کو جماعتی اموال کی حفاظت اور کفایت شعاری کا بہت خیال تھا۔ہجرت کے بعد بعض امور کے متعلق ایک رپورٹ پیش کرنے کا ارشاد فرمایا جسے خاکسار نے پریس اینڈ پبلیکیشن ڈیسک کے تحت کام کرتے ہوئے مرتب کیا۔رپورٹ موٹے قلم کے ساتھ لکھے جانے کی وجہ سے چار صفحات پر مشتمل تھی تاکہ حضور کو پڑھنے میں آسانی رہے۔ملاحظہ فرمانے کے بعد ارشاد فرمایا:”رپورٹ بہت اچھی تیار کی گئی ہے مگر یہی کام دو صفحات میں ہوسکتا تھا اور جماعت کے دو صفحے بچ سکتے تھے آئندہ اس بات کا خیال رکھا کریں“۔جماعت کے دو صفحات ضائع ہوں حضور کو یہ بھی گوارا نہ تھا۔اس بات میں ہم سب کارکنان کے لئے ایک اہم ہدائت ہے جسے ملحوظ رکھنا چاہئے۔لیکن جہاں جماعتی کاموں میں ترقی، سہولت اور تیز رفتاری کا معاملہ ہوتا تھا وہاں جس چیز کی ضرورت ہوتی اس کی بخوشی اجازت فرمادیا کرتے تھے۔ایک دفعہ ایک کام خاکسار کے سپرد فرمایا اور ساتھ شعبہ مال کو ہدائت فرمائی کہ اس کو اس کام کے سلسلہ میں جس چیز کی ضرورت ہو مہیا کردی جائے۔

حیرت انگیز یادداشت

حضور رحمہ اللہ تعالیٰ کی یادداشت حیرت انگیز تھی۔جب خاکسار اپنی اہلیہ کے ساتھ پہلی بار ملاقات کے لئے حاضر ہوا تو ان کا تعارف کروانے پر فرمایا کہ آپ کی ہمشیرہ کا میں نے علاج کیا تھا حالانکہ اس بات کو بیس سال گزر چکے تھے مگر حضور کو بیماری کی تفصیل تک یاد تھی۔اسی طرح خاکسار کی ایک عزیزہ جب پہلی دفعہ ملاقات کے لئے حاضر ہوئیں تو ان کا خیال تھا کہ ان کے خاندان کے غیر معروف ہونے کی وجہ سے حضور انہیں نہ جانتے ہوں گے مگر جیسے ہی انہوں نے اپنے والد کا نام لیا تو وہ حیران رہ گئیں کہ حضور نہ صرف ان کے والد بلکہ ان کے دیگر عزیزوں کو بھی جانتے تھے اور ان کے حالات سے بھی بخوبی واقف تھے۔حضور رحمہ اللہ تعالیٰ کی ڈاک میں روزانہ ہزاروں خطوط آتے تھے مگر یاد ہوتا تھا کہ کس کا خط کب گزر چکا ہے۔ایک دفعہ ایک خط کسی غیر معروف دوست کا تھا جس میں وقفِ نو میں شمولیت کی اور نام تجویز فرمائے جانے کی درخواست تھی اسے ملاحظہ فرمانے کے بعد خط پر تحریر فرمایا یہ پہلے ہو چکا ہے جو نام تجویز کر چکا ہوں وہی دوبارہ بھجوا دیں۔جب ان کا پہلے والا خط تلاش کیا گیا تو قریباً تین ہفتے پہلے اس پر نام تجویز فرمائے گئے تھے۔حضور رحمہ اللہ تعالیٰ وقت کے بہت پابند تھے۔جب بھی دفتری ملاقات کے لئے حاضر ہوتے تو عین وقت پر شرفِ باریابی کے لئے بلالیا جاتا۔ایک دفعہ خاکسار کی وقفِ نو کے ضمن میں ملاقات کا وقت شام پانچ بجے تھا مگر اس وقت حضور ڈاک ملاحظہ فرما رہے تھے۔عین پانچ بجے مکرم عیسیٰ صاحب مرحوم (اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے) نے فون پر اطلاع کردی،فرمایا اندر بھجوا دیں۔جب خاکسار حاضرِ خدمت ہوا تو فرمایا ”میں ڈاک دیکھ رہا ہوں آپ اجازت دیں میں اس سے فارغ ہولوں“ میرے لئے اس سے زیادہ خوشی کی اور کیا بات ہوسکتی تھی کہ محبوب آقا کے پاس یوں بیٹھنے کا موقعہ مل جائے۔حضور نے ایک دفعہ فرمایا تھا کہ آپ کے مطالعہ کی رفتار بہت تیز ہے اس کا ذاتی مشاہدہ کا موقعہ مل گیا۔میز پر خطوط کا ایک انبار لگا ہوا تھا۔حضور حیرت انگیز تیز رفتاری کے ساتھ خطوط ملاحظہ فرمارہے تھے اور ہر خط پر مختلف ہدایات بڑی تفصیل کے ساتھ نصیر احمد قمر صاحب کو دیتے جارہے تھے اور ان پر بھی رشک آیا کہ وہ بھی اسی تیز رفتاری کے ساتھ پتہ نہیں کیسے نوٹ لئے جارہے تھے۔جب ڈاک سے فارغ ہوئے تو بہت خوشگوار موڈ میں فرمایا ”ہاں جی اب بتائیں“۔

دل کا حلیم

حضور رحمہ اللہ دل کے بڑے حلیم تھے کسی کوتاہی پر ناراض بھی ہوتے تو فوراً شفقت بھرے سلوک کے ساتھ دل جوئی بھی فرمادیا کرتے تھے اور بعد میں ایسے کہ جیسے کوئی بات ہی نہ ہوئی ہو۔حضور نے ایک دفعہ زبانوں کی تعلیم کے لئے پروگرام تیار کرنے کا کام خاکسار کے سپرد فرمایا اور چار ملاقاتوں میں بڑی تفصیل کے ساتھ سمجھایا کہ کس طرح پروگرام تیار کرنا ہے۔بعض وجوہات کی بناء پر کام حضور کے منشاء مبارک کے مطابق نہ ہوسکا اور جب ملاحظہ فرمایا تو بہت ناراضگی کے آثار چہرہ مبارک پر تھے مگر ضبط بھی کمال کا تھا۔بہت ناراضگی کے ساتھ فرمایا آپ اس وقت چلے جائیں میں یہ کام خود کرلوں گا۔اس وقت معذرت کی بھی ہمت نہ ہوسکی۔دو دن بہت برا حال کہ اٹھنا بھی مشکل ،افسوس اپنی ناکامی کا نہیں تھا بلکہ حضور انور کی توقعات پر پورا نہ اتر سکنے کا تھا۔غالبًا حضور کو بھی احساس ہوگیا ہوگا کہ اس کا برا حال ہوگا۔مکرم منیر احمد جاوید صاحب کے ذریعہ پیغام بھجوایا کہ میں آپ سے ناراض نہیں ہوں اور اس کے ساتھ تسلی کے الفاظ تھے۔بالآخر حضور نے خود ایم ٹی اے پر اردو کلاس کا آغاز فرمایا تو اس میں ایک دفعہ مجھے بھی بلایا اور اس کے بعد ایسے کہ جیسے مجھ سے کبھی کوئی نالائقی کی بات ہوئی ہی نہ ہو۔بعد میں اردو کلاس کو دیکھ کر اپنی ناکامی کا افسوس بھی ختم ہوگیا کیونکہ جو انداز دلبری اور ادائیں حضور کی تھیں وہ کسی اور کو کہاں نصیب اور جو لطف جماعت نے اردو کلاس سے اٹھایا وہ کیسے ممکن تھا کہ کسی اور کے پروگرام میں اتنی دلکشی ہوتی۔

اصولوں کی پابندی

حضور رحمہ اللہ تعالیٰ اصولوں کے پابند اور ان کے معاملہ میں کسی سے رعائت نہیں کرتے تھے اور توقع کرتے تھے کہ دوسرے بھی ایسا ہی کریں۔وقفِ نو کے لئے اصولی ہدایات میں وقت کے ساتھ اور ضرورت کے مطابق تبدیلیاں ہوتی رہیں مگر جو ایک ہدائت ہوتی تھی اس پر یہ ارشاد ہوتا تھا کہ ہر ایک کے ساتھ یکساں معاملہ ہو اور مساوات کو ملحوظ رکھا جائے۔ایک دفعہ مرزا غلام قادر صاحب شہید کی بیگم صاحبہ نے جو حضور کی بھانجی بھی ہیں اپنے بچوں کے وقف کے متعلق تحریر فرمایا۔محترم غلام قادر صاحب شہید کے مرتبہ اور مقام کے پیشِ نظر خاکسار نے ایک ملاقات کے دوران خود ان کی درخواست پیش کی اور دل میں خواہش تھی کہ کاش حضور اسے قبول فرمالیں۔درخواست کے ملاحظہ کے بعد ارشاد فرمایا ”انہیں لکھیں کہ آپ مجھے بہت عزیز ہیں اور آپ کے بچے بھی مجھے بہت عزیز ہیں۔میں انہیں وقفِ نو میں ضرور قبول کرلیتا مگر جہاں اصول کا معاملہ ہے وہاں میں کسی کے ساتھ رعائت نہیں کرسکتا۔بچوں کی تربیت واقفین کے رنگ میں کریں جب بڑے ہوں تو اعلیٰ تعلیم کے بعد خود کو وقف کریں تو اس وقت فیصلہ ہوگا“۔

شگفتہ دلی

حضور کی شگفتہ دلی کو دیکھ کر ہمیشہ حیرت ہوتی تھی صبح سے رات تک لگاتار کام کرنے کے باوجود ہمیشہ تازہ دم لگتے اور شگفتہ دل سے ملتے اور مسکراتے ہوئے باتیں کرتے۔باتوں میں ایک پرلطف مزاح بھی شامل ہوتا۔

ایک دفعہ ایم ٹی اے پر ایک مجلس میں خاکسار نے ہومیوپیتھی کے بارے میں ایک سوال کیا اور کہا کہ حضور از راہِ ذرہ نوازی اس کے بارے میں کچھ فرمائیں تو مسکراتے ہوئے فرمایا:”آپ خود از راہِ ذرہ نوازی میری ہومیوپیتھی کی کلاس میں آکر یہ سوال کریں“۔ایک دفعہ خاکسار کو چند دوسرے دوستوں کے ساتھ حضور کے دفتر میں تصاویر بنانے کا شرف حاصل ہوا جو پریس کے لئے درکار تھیں۔فرمایا تصویر کیسے بنائیں گے۔عرض کی کہ حضور اپنے کام میں مصروف رہیں اور ہم تصاویر بناتے رہیں گے۔اس دن حضور نے براؤن رنگ کی اچکن زیب تن فرمائی ہوئی تھی جس میں رنگوں کا تناسب درست نہیں بن رہا تھا فکر تھی کہ شائد اچھی نہ بنیں۔جب کافی تصاویر بنا چکے تو فرمایا اب بس؟ میں نے ہمت کرکے عرض کی کہ حضور کی نیلی اچکن میں تصویر بہت اچھی آتی ہے اگر ممکن ہو تو تصویر اس میں بنائی جائے۔فرمایا بہت اچھا۔اوپر تشریف لے گئے اور نیلی اچکن پہن کر تشریف لائے۔جب کام ختم ہوگیا تو فرمایا آپ لوگ تو بہت سہولت کے ساتھ تصویریں بنالیتے ہیں کل جو باہر سے فوٹوگرافر آیا تھا اس نے تو مجھے بٹھا بٹھا کر اکڑا دیا تھا۔میری خوش نصیبی کہ میری تصویر کا انتخاب ہوا۔

اپنوں کے تو حضور دلبر اور محبوب تھے ہی غیروں کے بھی چند لمحوں میں دل موہ لیا کرتے تھے۔ایک جادو کا سا رنگ ہوتا تھا کہ گردنیں جھک جاتی تھیں اور نظروں میں پیار اور احترام جھلکنے لگ جاتا تھا۔پریس اینڈ پبلیکیشن ڈیسک میں کام کرتے ہوئے کئی بار اخبارات اور ریڈیو کے نمائندگان کے ساتھ انٹرویو کے دوران حاضر رہنے کے مواقع ملتے رہے۔بعض نمائندگان شروع میں کچھ تیزی دکھاتے یا مشکل سوال کرتے مگر چند منٹوں میں حضور کے خوبصورت اندازِ گفتگو اور مدلل جواب سے ان کی حالت یکسر بدل جاتی۔ایک دفعہ ایک ملک کے وزیر انگلستان تشریف لائے تو انہوں نے حضور انور سے ملاقات کی درخواست کی جسے قبول فرماتے ہوئے حضور انور نے انہیں رات کے کھانے پر مدعو فرمالیا۔حضور کی تشریف آوری سے قبل ان کا انداز وزیروں والا ہی تھا مگر یہ کیفیت زیادہ دیر برقرار نہ رہ سکی۔جب حضور انور نے ان کے ملک کی سیاست اور اکنامکس پر گفتگو شروع کی افریقہ کی معاشی حالت کو بہتر بنانے اور اس ضمن میں جماعت کی مساعی کا ذکر کیا تو ان کی حالت ایک طالبعلم کی سی ہوگئی اور بے حد احترام کے ساتھ باتیں کرتے رہے اور درخواست کی کہ انہیں دوبارہ ملاقات کی اجازت دی جائے۔

حضور رحمہ اللہ تعالیٰ کی وفات پر مجھے ایک پرانی بات یاد آگئی۔حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال پر جب میں ربوہ میں اپنے ایک دوست کے پاس ٹھہرا تو ان کے بوڑھے والد زاروقطار رو رہے تھے اور اپنے گردو پیش سے بے خبر بار بار کہتے جارہے تھے مجھے ایسا شفیق باپ کہاں سے ملے گا، مجھے ایسا مہربان آقا پھر کہاں سے ملے گا۔مجھے وہ بوڑھے شخص بہت یاد آئے کیونکہ میری بھی کچھ ویسی ہی کیفیت تھی۔

دعوت الی اللہ کی عالمگیر تحریک اور عہد خلافت رابعہ

(حافظ مظفر احمد۔ ربوہ)

سیدنا حضرت مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابع کو دعوت الی اللہ سے ایک فطری لگاؤ تھا۔ خلافت سے قبل بھی دعوت الی اللہ کے سلسلہ میں آپ کی کاوشیں غیر معمولی تھیں (جن کا ذکر اس مضمون میں ’’حضرت میاں صاحب‘‘ کے حوالے سے ہوگا۔) غالباً اسی طبعی مناسبت کی بناء پر سیدنا حضرت مصلح موعود نے انجمن وقف جدید کی نگرانی حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب کے سپرد فرمائی جس کی ذمہ داری دیہات میں اصلاح و رُشد کا کٹھن کام تھا۔ اس منصب سے حضرت میاں صاحب خوب عہدہ برآ ہوئے۔ پاکستان میں حتی الوسع قریہ قریہ اور بستی بستی کا دورہ کیا۔ بعد میں خدام الاحمدیہ اور انصار اللہ کی تنظیموں کے صدر کے طور پر بھی اپنے تفصیلی دورہ جات میں دعوت الی اللہ ہی آپ کا نصب العین ہوتی تھی اور تنظیموں کو اس کی خصوصی تحریک فرماتے تھے۔ مجھے یاد ہے بطور صدر خدام الاحمدیہ ایک دفعہ ہمارے شہر خوشاب تشریف لائے تو موضوع خطاب دعوت الی اللہ ہی تھا۔

صدارت انصار اللہ کے زمانہ میں حضرت میاں صاحب نے مجالس سوال و جواب کا دلچسپ سلسلہ شروع فرمایا جو اپنی ذات میں دعوت الی اللہ کا شاندار جہاد تھا۔ یہ مجالس ایسی کامیاب اور مقبولِ عام ہوئیں کہ جماعتوں کے دعوت الی اللہ کے شوق بیدار ہونے لگے اور حضرت میاں صاحب کی ایسی مجالس میں شرکت کے تقاضے بڑھ گئے۔

اسی زمانہ میں ایک دفعہ خاکسار نے عرض کیا کہ یہ مجالس ریکارڈ کرنے کی ہدایت فرمادیں تو ہم مربیان بھی بعد میں استفادہ کرلیا کریں۔ تب آپ نے مکرم منصور بشیر صاحب مربی سلسلہ کو (جو دوروں میں ساتھ جاتے تھے) ریکارڈنگ کی ہدایت فرمائی۔ انہوں نے بعض مجالس ریکارڈ بھی کیں۔ دوسری درخواست خاکسار نے حضرت میاں صاحب سے یہ کی کہ نئے مربیان کو سوال و جواب کے لئے تیار کرنا بھی جماعت کی ضرورت ہے۔ اس سلسلہ میں جہاں ممکن ہو خاکسار بھی آپ کی مجالس میں شریک ہوکر استفادہ کر سکے تو خوب ہوگا۔ یہ درخواست بھی آپ نے قبول فرمائی اور تین مقامات پر ایسی مجالس میں خاکسار کو رفاقت کی سعادت نصیب ہوئی۔ ایک چک 37 جنوبی سرگودھا میں، دوسرے وہاڑی شہر اور تیسرے ہمارے علاقہ خوشاب کے گاؤں احمد آباد میں۔

مجھے یاد ہے ان مقامات پر حضرت میاں صاحب کے خطابات خاص طور پر دعوت الی اللہ کے بارے میں تھے۔ خوشاب کے گاؤں میں رات کو مجلس سوال و جواب تھی۔ حضرت میاں صاحب کو اسی روز واپس ربوہ آنا تھا۔ آپ نے اس عاجز پر کمال اعتماد کرتے ہوئے وہاں اعلان فرمادیا کہ رات حافظ مظفر احمد میری نمائندگی میں سوال و جواب کی مجلس کریں گے۔ یہ بھی دراصل عاجز کی علمی تربیت کا ایک طریق تھا۔ الحمدللہ کہ وہ مجلس بہت کامیاب رہی۔ اور حضرت میاں صاحب بھی رپورٹ سن کر بہت خوش ہوئے۔

حضرت میاں صاحب کی دعوت الی اللہ سے دلچسپی اور شوق کا عالم بھی عجب تھا۔ 1982ء کی بات ہے مجھے فرمانے لگے کہ تم بھی سوال و جواب کی مجالس کرنے لگے ہو، میں بھی کرتا ہوں، اگر کسی روز اکٹھے ہوکر ہم دونوں یہ جائزہ لے لیا کریں کہ آج کل مخالفین کی طرف سے نئے سوال کون سے ہو رہے ہیں نیز پرانے سوالات کے جوابات کی بہتر حکمت عملی پر بھی غور ہو جایا کرے تو کیسا رہے گا۔ اندھے کو اور کیا چاہئے؟ دو آنکھیں۔ فوراً حامی بھرلی۔ چنانچہ حضرت میاں صاحب کے مسند خلافت پر متمکن ہونے سے قبل ایسی ایک مجلس ہوسکی۔ مجھے یاد ہے وہ موسم سرما کے ایام تھے، جمعہ کا مبارک دن تھا۔ پروگرام کے مطابق خاکسار دفتر وقفِ جدید میں گیارہ بجے حاضر ہوا تو حضرت میاں صاحب شدید نزلہ میں مبتلا ہونے کے باوجود سورج کی طرف رخ کر کے بیٹھے کام کر رہے تھے۔

اس پہلی مجلس میں تو مختلف سوالات کا ہی جائزہ لیا جاسکا اور اہل شیعہ کی طرف سے ہونے والے بعض سوالات زیر بحث آئے۔ اس کے بعد حضرت میاں صاحب نے ازراہ شفقت جمعہ سے قبل دوپہر کے کھانے کیلئے گھر چلنے کا ارشاد فرمایا اور آپ کے گھر سرحد کے ایک اور مہمان کے ساتھ کھانے میں شریک ہوکر آپ کی مہمان نوازی کا لطف اُٹھایا۔ جمعہ میں وقت کم تھا سو اپنی سائیکل کے پیچھے بٹھا کر لے گئے۔ مسجد اقصیٰ میں داخل ہوئے تو حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ خطبہ شروع فرما رہے تھے۔

کچھ عرصہ بعد ہی اپریل ۱۹۸۲ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی منظوری سے خاکسار کا تقرر بطور مربی ضلع ملتان ہوا تو وقفِ جدید میں ملاقات کے لئے حاضر خدمت ہوا۔ فرمانے لگے ’’تمہاری ضرورت تو مرکز میں بھی تھی لیکن خلیفۃ المسیح کے فیصلہ میں ہی برکت ہے۔ اب اس عزم سے وہاں جاؤ کہ ملتان کو جا کر فتح کرنا ہے‘‘۔ اس سے خلافت کے ساتھ حضرت میاں صاحب کی روح اطاعت کے علاوہ دعوت الی اللہ کے غیر معمولی جذبہ کا اظہار بھی صاف ظاہر ہے۔

ملتان میں ابھی تین ماہ ہی گزرے تھے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی وفات ہوگئی اور حضرت مرزا طاہر احمد صاحب 10 جون 1982ء کو مسند خلافت پر بیٹھے۔ ۱۹۸۲ء کے سال کا بقیہ حصہ دورہ یورپ، سپین کی مسجد کے افتتاح اور نظام جماعت کی بحالی وغیرہ میں صرف ہوا۔ خلافت کے صرف چھ ماہ بعد ۱۹۸۳ء کے آغاز سے ہی حضرت خلیفۃ المسیح الرابع نے جس اہم تحریک کے لئے جماعت کو پورے اہتمام سے تیار کرنا شروع کیا وہ دعوت الی اللہ کی تحریک ہے۔ اس کے لئے حضور نے دعوت الی اللہ کے موضوع پر خطبات جمعہ کا ایک سلسلہ شروع فرمایا۔

۲۸/جنوری ۱۹۸۳ء سے فروری ۱۹۸۳ء تک تین خطبات جمعہ اس پر وقف ہوئے۔ پھر مارچ ۱۹۸۳ء کے مسلسل دو خطبات اور اگست کا ایک خطبہ خالصتہً دعوت الی اللہ کے موضوع پر تھا۔ اس کے بعد ۱۹۸۴ء کے آرڈیننس کا بحران آیا جس میں حضور کو لندن ہجرت کرنا پڑی۔ وہاں از سر نو ایک نیا نظام قائم ہوا۔ ایک سال بعد جولائی ۱۹۸۵ء میں پھر حضور نے خطبات جمعہ کے ذریعہ دعوت الی اللہ کی تحریک کی طرف جماعت کو توجہ دلانے کا سلسلہ شروع کیا لنڈن میں جولائی میں مسلسل دو خطبات اور اکتوبر ۱۹۸۵ میں ایک خطبہ اس موضوع پر دیا گیا۔ ایک سال کے وقفہ کے بعد ۱۹۸۷ء میں جنوری اور فروری میں دو اہم خطبات دعوت الی اللہ کے بارہ میں ارشاد فرمائے اور جماعت کو دعوت الی اللہ کے لئے تیار کرنے کی تحریک کی۔ ان خطبات کی بعض اہم باتیں قابلِ ذکر ہیں۔

دعوت الی اللہ کا نذرانہ

دعوت الی اللہ کے سلسلۂ خطبات میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع نے ایک بہترین ماہر علم النفس کی طرح تدریجاً جماعت کو اس میدان میں اترنے کیلئے بلایا۔ خلیفۂ وقت کے وجود میں جماعت احمدیہ کی جان ہے اور حضور نے پہلے خطبہ میں ہی خلافت سے محبت کے جذباتی پہلو کے حوالہ سے جماعت کو تحریک کی کہ وہ حضور کی خدمت میں کسی اور تحفے اور نذرانے کی بجائے دعوت الی اللہ کا نذرانہ پیش کریں۔ آپ نے فرمایا:۔

’’جہاں تک میرے دل کا تعلق ہے میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اس سے زیادہ پیارا اور اس سے زیادہ عزیز نذرانہ میرے لئے اور کوئی نہیں ہوگا کہ احمدی خواہ وہ مرد ہو یا عورت، بچہ ہو یا بوڑھا مجھے دعا کے ساتھ یہ لکھے کہ میں خدا کے فضل کے ساتھ ان لوگوں میں داخل ہوگیا ہوں جو اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتے ہیں جن کا عمل صالح ہے۔‘‘

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۸/جنوری ۱۹۸۳ء)

دعوت الی اللہ عالمگیر سطح پر

حضور نے ابتدائی خطبات میں ہی تحریک دعوت الی اللہ کو عالمگیر سطح پر شروع کرنے کیلئے جماعت کو نہایت ولولہ انگیز رنگ میں دعوت دی۔ فرمایا:۔

’’پس میں تمام احباب جماعت کو توجہ دلاتا ہوں کہ تمام دنیا کے انسان کو خدائے حیّ و قیّوم کی طرف بلائیں۔ مشرق کو بھی بلائیں اور مغرب کو بھی بلائیں۔ کالے کو بھی بلائیں اور گورے کو بھی بلائیں۔ عیسائی کو بھی بلائیں اور ہندو کو بھی بلائیں۔ بھٹکے ہوئے لوگوں کو بھی بلائیں اور دہریوں کو بھی بلائیں۔ مشرقی بلاک کو بھی بلانا آج آپ کے سپرد ہے اور مغربی بلاک کو بلانا بھی آج آپ کے ذمہ لگایا گیا ہے۔ یہ آپ ہی ہیں جنہوں نے دنیا کو موت کے بدلہ زندگی بخشنی ہے۔ اگر آپ نے یہ کام نہ کیا تو مرنے والے مرجائیں گے اور اندھیروں میں بھٹکنے والے ہمیشہ بھٹکتے رہیں گے۔ اس لئے اے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلامو! اور اے دین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے متوالو! اب اس خیال کو چھوڑ دو کہ تم کیا کرتے ہو اور تمہارے ذمہ کیا کام لگائے گئے ہیں۔ تم میں سے ہر ایک داعی الی اللہ ہے اور ہر ایک خدا تعالیٰ کے حضور جواب دہ ہوگا۔ تمہارا کوئی بھی پیشہ ہو کوئی بھی تمہارا کام ہو، دنیا کے کسی خطہ میں بس رہے ہو، کسی قوم سے تمہارا تعلق ہو، تمہارا اوّلین فرض یہ ہے کہ دنیا کو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے رب کی طرف بلاؤ اور ان کے اندھیروں کو نور میں بدل دو اور ان کی موت کو زندگی بخش دو۔‘‘

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۵/فروری ۱۹۸۳ء)

پنجوقتہ دعا کی تحریک

ایک کامیاب جرنیل کی طرح جہاد دعوت کے میدان میں داخل ہوتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ اس کی تمام مشکلات سے بخوبی آگاہ تھے اور خوب جانتے تھے کہ یہ سفر دعاؤں کے بغیر طے ہونے والا نہیں۔ چنانچہ آپ نے پوری جماعت کو اس دعا میں شامل ہونے کی تلقین فرمائی تاکہ اللہ کی مدد و نصرت بھی اس اہم کام میں شامل حال ہو۔ یہ دعا خود دوا بن کر دعوت الی اللہ کی یاددہانی بھی کرواتی رہے اور دعوت الی اللہ سب کا سانجھا درد بن جائے۔ آپ نے فرمایا:۔

’’ہر احمدی بہر حال اس بات سے اپنی دعوت الی اللہ کا آغاز کردے کہ فوری طور پر نہایت سنجیدگی سے دعا کرے اور روزانہ پانچوں وقت اس کو اپنے اوپر لازم کرے۔ وہ خدا سے یہ التجا کرے کہ اے خدا ہمیں یہ توفیق عطا فرما کہ ہم اپنی ذمہ داریوں کو ادا کرسکیں اور تیری نظر میں داعی الی اللہ بننے کا جو حق ہے اس کو ادا کرنے لگ جائیں۔‘‘

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۴/مارچ ۱۹۸۳ء)

نیز فرمایا: ’’اگر ساری جماعت یہ دعائیں شروع کردے تو دیکھتے دیکھتے اللہ تعالیٰ کے فضل سے دنیا میں عظیم الشان انقلاب برپا ہونے لگیں گے۔ پس دعا پر بہت زور دیں۔ دعا پر بہت زور دیں کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم کا خلاصہ بھی یہ ہے کہ اول بھی دعا ہے اور آخر بھی دعا ہے۔ اگر داعی الی اللہ بننا ہے تو اللہ سے دعائیں کرنی ہوں گی۔‘‘

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۴/مارچ ۱۹۸۳ء)

بے اولاد ماؤں کی سی بے چینی

حضور ہر فرد جماعت میں یہ روح پھونکنا چاہتے تھے کہ وہ بے اولاد ماؤں کی طرح بے چین ہوکر دلی درد کے ساتھ دعوت الی اللہ کریں۔ چنانچہ اکتوبر ۱۹۸۵ء کو خطبہ جمعہ سپین میں آپ نے فرمایا:۔

’’میں نے جماعت کو متعدد مرتبہ توجہ دلائی ہے کہ تبلیغ کا فریضہ روحانی اولاد کے حاصل کرنے کے نقطہ نگاہ سے ادا کریں۔ اپنے اندر وہ رجحان اور تڑپ پیدا کریں جو ایک ماں کو بچے کی خواہش کے لئے ہوتی ہے۔...... یہ ہے وہ اصل تڑپ۔ جب تک یہ تڑپ صحیح معنوں میں تبلیغ میں منتقل نہ ہوجائے اس وقت تک آپ کی دعاؤں میں جان پیدا نہیں ہوگی۔‘‘ (خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۴-۱۰/اکتوبر ۱۹۸۵ء)

ہر فرد جماعت کو داعی الی اللہ بنانے کا عزم

۱۹۸۷ء سے خطبات دعوت الی اللہ کا وہ اہم دور شروع ہوا جو حضرت خلیفۃ المسیح الرابع نے دعوت الی اللہ کے کام کی اہمیّت کا احساس اور شعور جماعت میں بیدار کرنے کیلئے بہت جدوجہد فرمائی اور دعوت الی اللہ پر مسلسل چھ خطبات ارشاد فرمائے اور جماعت کو عقلی اور نقلی طور پر قائل کیا کہ ہر فرد نے بہر حال باثمر داعی الی اللہ بننا ہے۔ آپ نے باور کروایا کہ:۔

’’دعوت الی اللہ کا پروگرام کوئی معمولی پروگرام نہیں ہے۔ ہم اگلی صدی کے کنارے پر بیٹھے ہیں اور ساری دنیا کو اسلام میں لانے کا تہیہ کر کے ایک سوسال سے جو کوشش کر رہے ہیں ابھی تک ایک سوسال میں اکثریت حاصل کرنا تو درکنار نصف تک بھی ہم نہیں پہنچ سکے۔ ہمیں ابھی تک کسی ملک میں دسواں حصہ بھی کامیابی نہیں ہوسکی۔ ساری دنیا کو اسلام میں داخل کرنا یہ کوئی معمولی ذمہ داری نہیں ہے جو خدا تعالیٰ نے ہمارے کندھوں پر ڈالی ہے۔ اس کے لئے ہمیں سنجیدگی سے تیاری کرنی ہے اور اس کا اس کے علاوہ کوئی حل ہی نہیں ہے کہ ہم میں سے ہر شخص دعوت الی اللہ کرے اور مؤثر دعوت الی اللہ کرے اور اس وقت تک چین سے نہ بیٹھے جب تک خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ اس کی دعوت الی اللہ کو پھل نہ لگ جائے۔‘‘ (خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۸/اگست ۱۹۸۷ء)

نیز فرمایا:۔ ’’ہر دعوت الی اللہ کرنے والا اگر ایک احمدی بنانے کا تہیہ کرے اور اس کی صحیح راہنمائی ہو اور صحیح طریق پر کام کرے تو ایک سال کے اندر اندر ایک احمدی بنانا ہرگز ناممکن نہیں۔ جو مرضی حالات ہوں، ایک احمدی مخلص ہو، عقل کے ساتھ کام لے، لگن کے ساتھ کام کرے تو وہ سال میں ایک احمدی ضرور بنا سکتا ہے اور اکثر صورتوں میں ایک کے ساتھ اور بھی آتے ہیں۔‘‘

(فرمودہ ۲۴/دسمبر ۱۹۹۱ء قادیان)

(باقی آئندہ انشاءاللہ)

تبرّکات

نومسلموں کی حفاظت اور تعلیم وتربیت کے لئے

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی پر درد نصائح

ذیل میں ہم حضور انورؒ کے اپنے دستِ مبارک سے لکھے ہوئے ایک خط کا عکس شائع کر رہے ہیں جو حضور رحمہ اللہ نے ربوہ سے ۳۱؍جولائی ۱۹۸۲ء کو مکرم سیّد میر محمود احمد صاحب ناصؔر مبلّغ سپین کے نام تحریر فرمایا تھا۔ادارہ مکرم سید میر محمود احمد صاحب ناصر کا ممنون ہے جنہوں نے یہ خط ہمیں اشاعت کے لئے عنایت فرمایا ہے۔یہ خط دنیا بھر میں امراء جماعت، مبلغین اور داعیان الی اللہ کے لئے نہایت درجہ اہمیت کا حامل ہے۔

(ایڈیٹر)

found.

بسم اللہ الرحمن الرحیم   حمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم   وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود

پیارے عزیزم محمود سلمکم اللہ تعالیٰ۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

اللہ تعالیٰ آپ کو بکثرت مسلمان بنانے کی توفیق بخشے۔میری تاکیدی نصیحت یہ ہے کہ نومسلموں کو کبھی سپرداری کے بغیر نہ چھوڑیں ورنہ وہ ضائع ہو جاتے ہیں۔خصوصاً سپین میں تبلیغ اسلام کی گذشتہ تیس چالیس سالہ جدوجہد سے ہمیں یہی سبق ملتا ہے۔کیسا دردناک منظر ہے کہ اندر آنے اور باہر جانے کے دونوں راستے یکساں گزرگاہ بنے ہوئے ہیں۔یوں لگتا ہے جیسے کوئی شکاری خوفناک درندوں سے بھرے ہوئے جنگل میں ہرنوں اور بھیڑیوں کو زیر دام لا لا کر درختوں سے باندھتا ہوا گزرتا چلا جائے اس امید پر کہ بعد فرصت کسی دن ان کے ریوڑ بناؤں گا۔کیا ایسے شکاری کا ماحصل حسرت کے سوا کچھ ہوسکتا ہے۔؟

پس اسلام میں آنے والی کسی معصوم روح کو سپرداری کے بغیر مادہ پرستی کے ہولناک جنگل میں تنہا نہ چھوڑیں۔اور اللہ تعالیٰ سے بہتر اور کس کی سپرداری ہوسکتی ہے۔اس وقت تک اُن کی تربیت کرتے رہیں ،اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا کرنے والے روح پرور واقعات انہیں سناتے رہیں۔آنحضور ﷺ اور دیگر انبیاء کی سیرت کا سب سے نمایاں پہلو یعنی اپنے ربّ کی محبت اُن کے سامنے بار بار پیش کریں۔خود اُن سے دعائیں کروائیں اور ساتھ ہی اُن کے لئے دعاؤں میں لگ جائیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں قبولیت دعا کا چسکا ڈال دے۔وہ اللہ سے محبت اور پیار کی باتیں کئے بغیر رہ نہ سکیں۔دعا اُن کا اوڑھنا بچھونا،ان کی روح کی غذا اُن کا مشرب بن جائے تب آپ سمجھیں کہ سپرداری کا حق ادا ہوا۔

والسلام   خاکسار

مرزا طاہر احمد

ایک تُو ہی نہیں......

بادباں بھی وُہی ،ناؤ بھی ،کنارے بھی وُہی
غم کا ساگر بھی وُہی ،موج کے دھارے بھی وُہی

مہرباں دیکھ! ترستی ہے ترے عکس کو آنکھ
چاندنی رات وُہی ، چاند ستارے بھی وُہی

ایستادہ سرِ راہے ترے مہجور ۔ ہنوز
دیدہ وقلب وُہی ، دید کے ہارے بھی وُہی

ایک تُو ہی نہیں اس کلبہ ٴ احزاں میں ۔ولیک
شیشہ و مَے بھی وُہی ،مَے کے دُلارے بھی وُہی

چوٹ بھی پہلی ، مرے چارہ گراں بھی پہلے
دَرد بھی ویسا ، غمِ دَرد کے مارے بھی وُہی

تُو وُہی ،تیری جدائی ، تری یادیں بھی وُہی
ہم وُہی ،دل بھی وُہی، دل کے سہارے بھی وُہی

لَوٹ کے کوئی نہ آیا کبھی پردیسوں سے
منزلیں بھی وُہی ، رستے بھی ، اشارے بھی وُہی

غیر تبدیل ہے یہ سُنتِ مغروب و طلوع
آمد و رفت وُہی ، نور نظارے بھی وُہی

ذاتِ مولا کے سوا کس کو بقا ہے ؟ ساحؔر!
لائقِ حمد وُہی ، حمد کے و آرے بھی وُہی

(ایچ۔آر۔ساحؔر۔امریکہ)

’’روحانی جلسہ‘‘ کی بہار کے دن آگئے !

(عطاء المجیب راشد۔ افسر جلسہ گاہ)

الحمدللہ کہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے جلسہ سالانہ کے بابرکت دن پھر ہماری زندگی میں آگئے ہیں۔ سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی منظوری سے انشاء اللہ جماعت ہائے احمدیہ برطانیہ کا ۳۷واں جلسہ سالانہ ۲۵،۲۶، ۲۷؍ جولائی ۲۰۰۳ء کو اسلام آباد (ٹلفورڈ) میں منعقد ہوگا۔

امسال جلسہ سالانہ کو یہ خصوصی امتیاز حاصل ہے کہ یہ برطانیہ میں منعقد ہونے والا خلافت خامسہ کا پہلا جلسہ سالانہ ہے اور اس طرح یہ دنیا بھر میں پہلا جلسہ سالانہ ہے جس میں حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ شرکت فرمائیں گے۔اللہ تعالیٰ یہ جلسہ ہر لحاظ سے بہت مبارک کرے اور اسے احمدیت کی تاریخ میں ایک یادگاری سنگ میل بنادے۔آمین

جلسہ میں کیا ہوتا ہے؟ دعاؤں ،ذکرالٰہی اور مومنانہ محبت واخوت کے پاکیزہ ماحول میں منعقد ہونے والے اس جلسہ میں نماز تہجد اور پانچوں نمازوں کا باجماعت اہتمام ہوتا ہے۔سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کے ایمان افروز خطابات سننے اور حضور انور کو دیکھنے کا موقع ملتا ہے۔ درس القرآن اور درس حدیث کے علاوہ علمائے سلسلہ کی پرمغز تقاریر ہوتی ہیں۔عالمی بیعت کی تقریب بھی منعقد ہوتی ہے۔علاوہ ازیں اکناف عالم سے آنے والے ہزارہا مخلصین سے متعارف ہونے اور باہمی محبانہ تعلقات کو استوار کرنے کا موقع ملتا، نئے احمدیوں کو دیکھنے اور دوران سال رخصت ہونے والوں کے لئے دعائے مغفرت کا موقع ملتا ہے۔الغرض بے شمار فوائد ہیں جن سے اپنی جھولیاں بھرنے کا موقع ان تین دنوں میں میسر آتا ہے۔حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے احباب جماعت برطانیہ کو خصوصی طور پر جلسہ میں شمولیت کی تاکیدی نصیحت کرتے ہوئے فرمایا تھا:

’’انگلستان کے احمدیوں کو چاہئے کہ وہ ذوق شوق کے ساتھ اس جلسہ میں شریک ہوں۔بغیر کسی عذر کے کوئی غیر حاضر نہ رہے۔بعض لوگ تین دن کی بجائے صرف دو دن یا آخری دن کے لئے آجاتے ہیں اور ان کے آنے کا مقصد صرف میل ملاقات ہوتا ہے۔اس جلسہ کی برکات کے حصول کے لئے ضروری ہے کہ مقاصد کو مدنظر رکھتے ہوئے تینوں دن حاضر رہیں‘‘۔

اس ارشاد کے مطالعہ کے بعد ہر احمدی کا فرض بنتا ہے کہ وہ بڑے اہتمام کے ساتھ اس جلسہ کے لئے تیاری کریں اور جلسہ کے تینوں دن سارے پروگراموں میں حاضر رہیں اور اس کا سچا عزم اور ارادہ کرلیں۔

احباب کرام سے عاجزانہ درخواست دعا ہے کہ جلسہ کی غیر معمولی کامیابی کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور دعائیں کرتے رہیں۔اللہ تعالیٰ اس جلسہ کو بہت غیر معمولی برکات عطا فرمائے۔آمین

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کے دورِ ہجرت میں جماعتی ترقی اور وسعت پذیری کے چند ایمان افروز کوائف

(عبدالماجد طاہر۔ ایڈیشنل وکیل التبشیر۔ لندن)

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو شخص اللہ کی راہ میں ہجرت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے زمین میں بہت سی وسعتیں عطا فرماتا ہے۔ اس آیت کریمہ کا سب سے عظیم الشان اطلاق تو خود حضرت نبی اکرم ﷺ پر ہوتا ہے جنہیں حق کے دشمنوں نے مکہ مکرمہ سے ہجرت پر مجبور کر دیا تھا۔ اور چونکہ آپؐ کی ہجرت محض اللہ تعالیٰ کی خاطر تھی خدا تعالیٰ نے اس کے بدلہ میں آپؐ کو عظیم الشان عالمی فتوحات و ترقیات عطا فرمائیں۔

آپؐ کے بعد بھی یہ مضمون آپؐ کے غلاموں پر ہمیشہ بڑی شان کے ساتھ صادق آتا رہا۔ جماعت احمدیہ پر بھی یہ آیت کریمہ بڑی عظمت کے ساتھ اطلاق پاتی دکھائی دیتی ہے۔ اس کی تازہ مثال حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کی پاکستان سے ہجرت کے بعد آپ کے ہاتھ پر، آپ کی قیادت و سیادت میں جماعت احمدیہ کو عطا ہونے والی عالمگیر روحانی ترقیات اور فتوحات کی صورت میں دنیا کے سامنے ہے۔ وہ مرد خدا جسے رَبُّنَا اللّٰہ کہنے کے جرم میں وطن سے نکلنے پر مجبور کیا گیا خدا تعالیٰ نے اس کے بدلے بیسیوں نئے ملک عطا فرمائے اور اُس کے دِلی محبوں کے گروہ کو بڑھایا اور اس کے تمام منصوبوں میں حیرت انگیز وسعتیں عطا فرما کر یہ ثابت کر دکھایا کہ آپ کی پاکستان سے ہجرت معاندین احمدیت کی ہرزہ سرائیوں کے مطابق ملک سے فرار نہیں تھا بلکہ اللہ کی خاطر اس کی راہ میں ہجرت تھی۔ اس دورِ ہجرت میں آپ کو عطا ہونے والی عظیم الشان وسعتوں کا احاطہ ممکن نہیں۔

ذیل میں اس دورِ ہجرت میں آپ کی وفات تک کے عرصہ میں ہونے والی عالمی ترقیات کے بعض پہلوؤں کا ایک نہایت مختصر تذکرہ اعداد و شمار کے ساتھ پیش کیا جا رہا ہے۔ یقیناً ہمارا رب اپنے وعدوں کا سچا ہے اور وہ اپنے پیارے بندوں کے حق میں ہمیشہ ہی ایسے عظیم الشان نشانات دکھاتا ہے۔ سبحان اللّٰہ و بحمدہ سبحان اللہ العظیم۔ اللھم صل علی محمد و ال محمد۔

نئے ممالک میں احمدیت کا نفوذ

۱۹۸۴ء میں جب حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے پاکستان سے ہجرت فرمائی تو ایسے ممالک جہاں احمدیت کا پودا لگ چکا تھا کی تعداد (۹۱) تھی۔ حضور انورؒ کے پاکستان سے ہجرت کے ۱۹ سال کے دور میں ۸۴ نئے ممالک میں احمدیت داخل ہوئی اور یہ وہ سال ہیں جب مخالفین احمدیت نے جماعت کو مٹانے کی پوری کوشش کی اور مولویوں نے ملک ملک کے دورے کر کے جماعت کو ناکام کرنے کی کوشش کی لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل سے جہاں جماعت نے ہر میدان میں غیر معمولی عظیم الشان ترقی کی وہاں بڑی تیزی سے نئے ممالک میں بھی احمدیت کا نفوذ ہوا۔ نفوذ کے لحاظ سے سال وار جائزہ پیش ہے۔

۱۹۸۵ء موریطانیہ، روانڈا، برونڈی، موزمبیق۔

۱۹۸۶ء بورکینا فاسو، طوالو، کیری باس، ویسٹرن سموآ، ملاوی، روڈرگ آئی لینڈ، برازیل، تھائی لینڈ، بھوٹان، نیپال، یوگوسلاویہ، زنجبار۔

۱۹۸۷ء کونگو (برازویلیا)، پاپوانیوگنی، فن لینڈ، پرتگال، Nauro اور آئس لینڈ۔

۱۹۸۸ء ٹونگا، ساؤتھ کوریا، جزائر مالدیپ، گیبون، سولومن آئی لینڈز۔

۱۹۹۰ء مارشل آئی لینڈ، مائکرونیشیا، Tokelau، میکسیکو۔

۱۹۹۱ء Ne Caledonia، منگولیا۔

۱۹۹۲ء Chuuk is، Guam، لتھوانیا، بیلورشیا۔

۱۹۹۳ء ہنگری، کولمبیا، ازبکستان، یوکرین، تاتارستان۔

۱۹۹۴ء البانیا، رومانیہ، بلغاریہ، چاڈ، کیپ ورڈ، قازاخستان، Norfolk is۔

۱۹۹۵ء کمبوڈیا، ویتنام، لاؤس، جمائیکا، Grenada، ایکٹوریل گنی، Macedonia۔

۱۹۹۶ء El Salvador، Slovenia، بوزنیا، قرغیزستان۔

۱۹۹۷ء میں کروشیا۔

۱۹۹۸ء Nicaragua، مایوٹی آئی لینڈ۔

۱۹۹۹ء چیک ریپبلک، سلووک ریپبلک، Ecuodor، Lesotho۔

۲۰۰۰ء سنٹرل افریقن ریپبلک، ساؤٹومے، سیشلز، سوازی لینڈ، بوٹسوانا، نمیبیا، ویسٹرن صحارا، جبوتی، اریٹریا، کوسوو، موناکو، اندورا۔

۲۰۰۱ء وینزویلا، سائپرس، مالٹا، آذربائجان۔

۲۰۰۲ء مالدووا۔

مساجد کی تعمیر

دورِ ہجرت کے پہلے سال ۸۴۔۸۵ء میں نئی مساجد (مراکز نماز) جو دنیا بھر میں قائم ہوئیں ان کی تعداد ۳۲ تھی۔

۸۵۔۸۶ء میں یہ تعداد ۳۲ سے بڑھ کر ۲۰۶ ہوگئی۔

۸۶۔۸۷ء میں ۱۳۶ نئی مساجد تعمیر ہوئیں۔

مساجد کی تعمیر اور بنی بنائی مساجد کے عطا ہونے کی رفتار میں بھی حیرت انگیز طور پر اضافہ ہوا جس کا اندازہ مندرجہ ذیل تین سالوں کے جائزہ سے لگایا جاسکتا ہے۔

۱۹۹۹ء میں ۱۵۲۴ مساجد کا اضافہ ہوا۔

۲۰۰۰ء میں 1915 مساجد کا اضافہ ہوا۔

۲۰۰۱ء میں ۲۵۷۰ مساجد کا اضافہ ہوا۔

ہجرت کے ۱۹۔ سالوں میں مجموعی طور پر کل ۱۱۳۶۷ نئی مساجد جماعت احمدیہ کو دنیا بھر میں قائم کرنے کی توفیق ملی۔ الحمدللہ

ان میں سے خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے ۱۰۰۶۵ مساجد اپنے اماموں اور مقتدیوں سمیت گاؤں کے گاؤں احمدی ہونے کی وجہ سے جماعت کو عطا ہوئیں اور ۱۲۹۸ مساجد جماعت نے خود تعمیر کی ہیں۔

مختلف ممالک میں نئی جماعتوں کا قیام

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے دورِ ہجرت میں نئی جماعتوں کے قیام میں غیر معمولی اور حیرت انگیز اضافہ ہوا۔ لندن آنے کے بعد پہلے سال یعنی ۸۴۔۸۵ء میں ۲۸ نئی جماعتیں قائم ہوئیں اور پھر اگلے سال ۸۵۔۸۶ء میں یہ تعداد ۲۸ سے بڑھ کر ۲۵۴ ہوگئی اور پھر اگلے سال ۸۶۔۸۷ء میں یہ تعداد بڑھ کر ۲۵۸ ہوگئی۔ اس کے بعد اس میں سال بہ سال مسلسل حیرت انگیز اضافہ ہوتا رہا۔ اس رفتار کا اندازہ آخری تین سالوں کے جائزہ سے لگایا جاسکتا ہے۔

سال ۲۰۰۰۔۱۹۹۹ میں دنیا بھر میں ۶۱۷۵ مقامات پر نئی جماعتیں قائم ہوئیں۔

سال ۲۰۰۱۔۲۰۰۰ء میں ۱۲۳۴۳ مقامات پر نئی جماعتوں کا قیام عمل میں آیا۔

سال ۲۰۰۲۔۲۰۰۱ء میں دنیا بھر میں ۴۴۸۵ نئی جماعتیں قائم ہوئیں۔

ہجرت کے ۱۹ سالوں میں دنیا بھر میں ۳۵۳۵۸ مقامات پر نئی جماعتیں قائم ہوئیں۔

یورپین ممالک میں تبلیغی مراکز کا قیام

حضور انورؒ کے دورِ مبارک میں یورپ کے درج ذیل ممالک میں پہلی بار مشن ہاؤسز اور تبلیغی مراکز خریدے گئے۔

فرانس، پرتگال، آئرلینڈ، بلجیم، پولینڈ، ترکی، البانیا، بلغاریہ، کوسوو، بوسنیا۔

اور اس وقت اللہ تعالیٰ کے فضل سے ۱۸ یورپین ممالک میں مشن ہاؤسز اور تبلیغی مراکز کی مجموعی تعداد ۱۴۸ ہو چکی ہے جبکہ ۱۹۸۴ء میں یہ تعداد کُل ۸ ممالک میں صرف ۱۶ تھی۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے ۱۹۹۲ء سے جماعت کو پولینڈ میں اپنا خوبصورت اور وسیع رقبہ پر مشتمل مشن ہاؤس خریدنے کی توفیق ملی۔ اس قطعہ زمین کا کل رقبہ ۲۲۴۰ مربع میٹر ہے۔ اسمیں تین منزلہ عمارت بنی ہوئی ہے۔ جس میں آٹھ کمرے، کچن اور باتھ روم وغیرہ شامل ہیں۔ یہ جگہ وارسا شہر کے اندر واقع ہے۔ مشن کے سامنے خوبصورت پبلک پارک ہے۔ سابقہ کمیونزم ایسٹ بلاک میں یہ جماعت احمدیہ کا پہلا باقاعدہ مشن ہاؤس ہے۔

امریکہ کے تبلیغی مراکز

۱۹۸۴ء تک امریکہ میں تبلیغی مراکز کی تعداد صرف ۶ تھی۔ اب اللہ کے فضل سے وہاں تبلیغی مراکز کی تعداد ۳۶ ہو چکی ہے۔

کینیڈا کے تبلیغی مراکز

۱۹۸۴ء میں کینیڈا میں پانچ مشن ہاؤسز تھے۔ دورِ ہجرت میں پانچ نئے مشن ہاؤسز کا اضافہ ہوا۔ وہاں کے بعض پرانے مشن ہاؤسز کو فروخت کر کے ان کی جگہ بیسیوں گنا بڑے مشن ہاؤسز خریدے گئے۔

مثلاً ۱۹۸۴ء تک ٹورانٹو میں ایک تین بیڈ کا مشن ہاؤس تھا۔ اب صورت حال یہ ہے کہ یہاں تین منزلہ مشن ہاؤس ہے جس میں ۱۱ دفاتر، ۲ بڑے ہال اور تین بیڈ روم کا رہائشی یونٹ شامل ہے۔ علاوہ ازیں ۱۲۵ ایکڑ زمین لی گئی ہے اور چار ملین ڈالر کی لاگت سے مسجد تعمیر ہو رہی ہے۔

۱۹۹۹ء میں ''مسی ساگا'' (Missisaga) میں ایک نہایت ہی با موقعہ اور خوبصورت عمارت مناسب قیمت پر خریدنے کی توفیق عطا ہوئی۔ یہ عمارت ۱۶۔۱۵ ایکڑ کے پلاٹ پر تعمیر شدہ ہے۔ مسقّف حصہ ۲۸ ہزار مربع فٹ ہے۔ ۲۱۸ گاڑیوں کی پارکنگ کا انتظام ہے۔ ایک بہت بڑا ہال ہے جس میں ۱۲۰۰ افراد نماز ادا کر سکتے ہیں۔ ۴۰ دفاتر ہیں جن میں ہر قسم کا فرنیچر موجود ہے۔ ساری عمارت ایئر کنڈیشنڈ ہے اور نہایت اچھی حالت میں ہے۔ یہ عمارت ۱۹ لاکھ ۹۵ پچانوے ہزار ڈالر میں خریدی گئی ہے۔ اس عمارت کی خرید کے لئے جماعت احمدیہ کینیڈا نے تین ماہ کے عرصہ میں ۲۰ لاکھ ڈالر سے زائد رقم اکٹھی کی۔ عورتوں نے اپنے زیورات کثرت سے پیش کئے۔

USA اور Canada کے علاوہ برازیل اور گوائیٹے مالا ''میں بھی جماعت کو مشن ہاؤسز بنانے کی توفیق ملی ہے۔ گوائیٹے مالا میں مشن کے علاوہ ایک خوبصورت مسجد اور کلینک بھی تعمیر ہوا۔

افریقہ کے مشن ہاؤسز اور تبلیغی مراکز میں اضافہ:

۱۹۸۴ء تک افریقہ کے ۱۴ ممالک میں مشن ہاؤسز کی تعداد ۶۸ تھی۔ اب افریقہ کے ۲۵ ممالک میں مشن ہاؤسز اور تبلیغی مراکز کی تعداد خدا تعالیٰ کے فضل سے ۶۵۶ ہو چکی ہے۔

الغرض مجموعی طور پر اس وقت دنیا کے ۸۵ ممالک میں تبلیغی مراکز اور مشن ہاؤسز کی کل تعداد ۹۵۸ ہو چکی ہے۔

مجلس نصرت جہاں کے تحت سکولز

۱۹۸۵۔۸۶ء میں درج ذیل ممالک میں ۳۱ ہائر سیکنڈری سکولز تھے۔ سیکنڈری کے علاوہ پرائمری اور نرسری سکولوں کی مجموعی تعداد ۱۷۴ تھی۔

غانا۔ نائجیریا۔ سیرالیون۔ گیمبیا۔ لائبیریا۔ یوگنڈا۔

حضورؒ کے دورِ مبارک میں کانگو اور آئیوری کوسٹ میں بھی سکولز کا قیام عمل میں آیا۔

اس وقت افریقہ کے ۸ ممالک میں ۴۰ ہائر سیکنڈری سکولز، ۳۷ جونیئر سیکنڈری سکولز، ۲۳۸ پرائمری سکولز، اور ۵۸ نرسری سکولز کام کر رہے ہیں۔ کل تعداد ۳۷۳ ہے۔ گویا کہ حضورؒ کے دورِ ہجرت میں ۱۹۹ سکولز کا اضافہ ہوا ہے۔

مجلس نصرت جہاں کے تحت ہسپتالز

سال ۸۵۔۸۶ء میں ۷ ممالک غانا۔ نائجیریا۔ سیرالیون۔ گیمبیا۔ لائبیریا۔ آئیوری کوسٹ اور یوگنڈا میں ۲۴ ہسپتالز کام کر رہے تھے۔ اب اللہ کے فضل سے ان ممالک کے علاوہ درج ذیل ممالک میں اسپتالوں کا اضافہ ہوا ہے۔ بورکینا فاسو، بینن، کانگو، کینیا، اور تنزانیہ۔ اور یوں اس وقت افریقہ کے ان ۱۲ ممالک میں اللہ کے فضل سے احمدیہ کلینکس اور ہسپتالز کی تعداد ۳۶ ہو چکی ہے۔

بقیہ :سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کی اسیرانِ راہِ مولیٰ کے ساتھ بے پناہ محبت و شفقت کا ایمان افروز تذکرہ از صفحہ نمبر۲۲

اورحروف میں پیارے آقا کی دردبھری تصویریں نظر آئیں اور آپ کے جذبات کی موجزن لہریں نظر آئیں،آپ کے تڑپنے اور ہنڈیا کی طرح اُبلنے کی آوازوں نے بے چین کر کے رکھ دیا۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ان تصورات کی وجہ سے اس رات نیند قریب آنے کا نام نہ لیتی تھی اور باوجود جنوری کے جاڑے کے گرمی محسوس ہوتی رہی، میرے تو کبھی تصور میں نہ آیا تھا کہ میں اس لائق ٹھہروں گا کہ خلیفہ وقت اپنے قیمتی ترین لمحات میں سے وقت نکال کر خاص طور پر مجھے اس قسم کے خطوط سے نوازیں گے، ڈھیروں ڈھیر نہایت درجہ پر درد اور پرسوز دعاؤں سے نوازیں گے۔ حضور اقدس کے الفاظ ملاحظہ ہوں جو حضور رحمہ اللہ تعالیٰ کے مکرم تنویر احمد صاحب قریشی ابن مکرم ناصر احمد صاحب قریشی کے نام لکھے ہوئے ایک خط میں سے لئے گئے ہیں:

میرے پیارو! میرے دل کی کیفیت ناقابل بیان ہے۔ مجھ میں طاقت نہیں کہ تم میں سے ہر ایک کو الگ الگ خط لکھوں اور وہ سب کچھ بیان کروں جو میرے دل پر گذر رہی ہے، جیسے تپتے ہوئے لوہے پر گرا ہؤا پانی کا ایک قطرہ ایک عجیب آواز پیدا کرتا اور بھاپ بن کر اُڑ جاتا ہے، آپ کی اور دوسرے راہ مولیٰ میں دُکھ اُٹھانے والوں کی ہر یاد میرے دل سے غبار بن بن کر اُٹھتی ہے۔

(مکتوب 11.03.1986)

خطبات اور خطابات میں تذکرہ

حضور رحمہ اللہ تعالیٰ ہر سال متعدد مرتبہ جلسہ سالانہ کا موقع ہو یا عید کا یا کوئی اور اہم موقع ہو، اسیران راہ مولیٰ کا ذکر فرمایا کرتے تھے اور ایسے پیار سے کہ آپ کے الفاظ سن کر حاضرین تڑپ اٹھتے تھے۔ مثلاً حضرت اقدس نے خطبہ جمعہ فرمودہ 19 جون 1987ء میں اسیران راہ مولیٰ کے حالات بتاتے ہوئے تحریک فرمائی تھی کہ:

’اِن کو دعاؤں میں یاد رکھنا ہمارا فرض ہے، ان کے ذکر کو زندہ رکھنا ہمارا فرض ہے۔ اپنی محافل میں بھی، اپنے دیگر مشاغل میں بھی ذکر کے ذریعہ ان کو زندہ رکھیں اور دعاؤں کے ذریعہ ان کی مدد کرتے رہیں کیونکہ وہ ہم سب کا فرض کفایہ ادا کر رہے ہیں، ہم سب کا بوجھ اٹھا رہے ہیں۔ اللہ ان کی مدد فرمائے اور ان کی مشکلات کو جلد تر دور فرمائے اور ان کے لواحقین کا بھی حافظ و ناصر ہو۔ آمین ثم آمین۔‘

(مکتوب 14.03.1986)

ایک اور موقع پر حضور نے ہمارے حالات بڑی تفصیل سے بیان فرمائے جو رجسٹر غیر مطبوعہ خطبات 1986ء مرتبہ مکرم سید طاہر محمود ماجد صاحب میں محفوظ ہیں، ذیل کے یہ الفاظ اُسی خطبہ میں سے لئے گئے ہیں:

’یہ تو ہیں ہمارے مصیبت زدگان بھائی۔ جن کو عام اصطلاح میں مصیبت زدگان ہی کہا جاتا ہے لیکن مذہبی اصطلاح میں یہ وہ خوش نصیب ہیں جنہیں خدا نے ابدی زندگی کیلئے چن لیا ہے۔ یہ وہ خوش نصیب ہیں جو ارب ہا ارب انسانوں میں قسمت کے ساتھ پیدا ہوتے ہیں اور قسمت کے ساتھ دنیا سے رخصت ہوتے ہیں۔ ان کی پیدائش پر بھی اللہ کے پیار کی نظریں پڑتی ہیں ان کی موت پر بھی اللہ کے پیار کی نظریں پڑتی ہیں جو خود بھی مبارک بنائے جاتے ہیں اور جن کے وجود اپنے ماحول کو بھی مبارک کر دیتے ہیں۔ جن کے خاندانوں پر نسلاً بعد نسلٍ اللہ کے پیار کی رحمتیں نازل ہوتی رہتی ہیں اور خدا کی بیشمار برکتیں ان کے گھر بار پر برستی ہیں۔ یہ وہ خوش نصیب لوگ ہیں جو کامل طور پر رَاضِیَۃً مَّرْضِیَّۃً کی حیثیت سے خدا کے حضور حاضر ہوتے ہیں۔ اس لئے جماعت احمدیہ کو اور ان کی اولادوں کو بھی جہاں تک احمدیت کو توفیق ہے لازماً وہ ان کے تمام پسماندگان کا بہترین خیال رکھے گی۔‘

اسیران کی دلداری

اسیران کی دلداری کی خاطر حضور رحمہ اللہ تعالیٰ طرح طرح سے بہانے ڈھونڈتے رہتے، کبھی اپنے ہاتھ سے خطوط تحریر فرماتے تو کبھی دیار مغرب سے جانیوالوں کو اپنا پیامبر بنا کر ہمارے پاس بھجواتے، کبھی چاکلیٹوں کے تحائف آتے تو کبھی خاص اپنے باغ کے آم اِرسال فرماتے۔ کوئی عید ایسی نہ گزرتی کہ آپ کی طرف سے عیدی نہ آتی، پھر آپ کی یہ عیدی صرف ہمارے لئے ہی نہیں ہوتی بلکہ اس کا فیض عام قیدیوں تک بھی پہنچتا۔ حضور رحمہ اللہ تعالیٰ خوشی کے ان مواقع پر غریب اور بے سہارا قیدیوں کے لئے بنیادی ضرورت کی اشیاء پر مشتمل پیکٹ بنوا کر بھجواتے اور انہیں بھی عید کی خوشی میں شریک کر لیتے۔ غرضیکہ پیارے آقا ہر ممکن طور پر ہماری دلداری کی کوشش فرماتے مگر ایک روز تو عجیب واقعہ ہؤا، اور وہ یہ کہ صبح ہی صبح جب کہ ابھی ملاقات کا سوال ہی پیدا نہ ہوسکتا تھا اچانک ہماری ملاقات کا پیغام آ گیا۔ اس وقت خاکسار اپنے ساتھی مکرم رانا نعیم الدین صاحب کے ساتھ سزائے موت وارڈ میں تھا۔ جہاں پر کہ لواحقین سے ملاقات پر بہت سختی ہوتی ہے۔ ہم اس پیغام کے آنے پر سوچ ہی رہے تھے کہ یہ کون صاحب ہو سکتے ہیں جو اتنی صبح تشریف لے آئے ہیں کہ حضور رحمہ اللہ تعالیٰ کے پرائیویٹ سیکرٹری محترم محمد اسلم منگلا صاحب ایک دو مقامی دوستوں کے ہمراہ ہمارے پاس پہنچ گئے۔ ان کے پاس تلی ہوئی مچھلی کے گرم گرم لفافے تھے۔ انہوں نے بتایا کہ یہ مچھلی حضور رحمہ اللہ تعالیٰ کے خصوصی ارشاد پر ہمیں پہنچانے کے لئے وہ آئے ہیں۔ بعد میں پتہ چلا کہ اس سے پہلی شام حضور اقدس کسی دعوت میں مدعو تھے جہاں دستر خوان پر تلی ہوئی مچھلی بھی چنی گئی تھی، اِسے دیکھ کر پیارے آقا، جن کے دل پر ہر وقت ہمارا خیال قبضہ کئے رہتا تھا، کا دل بھر آیا اور آپ سے رہا نہ گیا۔ آپ نے فوراً بذریعہ فون ربوہ یہ ہدایت دی کہ ہمیں بھی ایسی ہی گرم گرم مچھلی کھلائی جائے جس کی تعمیل میں ہمیں مچھلی پہنچانے حضور رحمہ اللہ تعالیٰ کے پرائیویٹ سیکرٹری صاحب خود تشریف لائے۔

یہ ابتدائے اسیری کی بات ہے کہ حضور رحمہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں نہایت قیمتی، خوبصورت اور مزیدار ٹافیوں کا تحفہ بھجوایا، جس پر خاکسار نے شکریہ کے چند الفاظ لکھے اس کا حضور کی طرف سے نہایت پیار بھرا عارفانہ جواب ملا کہ:

’کبھی کسی نے ’’موت‘‘ کی سزا پانے والوں کو بھی ’’ٹافیوں‘‘ کا تحفہ بھجوایا ہے؟۔ یہ تو دیوانہ پن ہے۔ مگر وہ جو ’’زندگی کی بقعہ نور کوٹھری‘‘ میں مقید ابدی زندگی کے سزاوار ٹھہرائے گئے ہیں میں انہیں کیوں خوبصورت ٹافیوں کا تحفہ بھیج کر اس عزم اور یقین کا اظہار نہ کروں کہ تم موت کے لئے نہیں ہمیشہ کی زندگی کے لئے چنے گئے ہو۔

(31.05.1986)

حضور رحمہ اللہ تعالیٰ ہماری دلداری یوں بھی فرماتے کہ دُنیا بھر میں جماعت کو ملنے والی ترقیات، فتوحات اور کامیابیوں کو اسیران کی قربانیوں کی طرف منسوب فرمادیتے، چنانچہ اس امر کا اظہار آپ نے اپنے متعدد خطبات، خطابات اور خطوط میں فرمایا ہے۔ خاکسار کے نام ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

’آپ اور عزیزم نعیم الدین کے خطوط موصول ہوئے۔ یہاں پر جو فضلوں کی بارشیں ہو رہی ہیں۔ ان میں آپ کی قربانیوں کا بڑا دخل ہے۔ یہ بالواسطہ پھل ہے۔ آپ لوگوں کی جو عمر عزیز ہے۔ ہرگز اس کا لمحہ بھی ضائع نہیں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ جو اجر عطاء فرمائے گا وہ لامتناہی ہوں گے اس کے مقابل پر تکلیف کچھ بھی نہیں ہوگی۔‘ (محررہ: 11.11.86)

اسیران کی رہائی پر جشن تشکر

جوں جوں اللہ کی تقدیر ہماری رہائی کا وقت قریب لا رہی تھی، ہمارے پیارے آقا کو بھی آسمانی اشاروں سے اس کا عرفان ہوتا جا رہا تھا۔ ہماری رہائی سے کچھ عرصہ قبل حضور رحمہ اللہ تعالیٰ نے خاکسار کی ہمشیرہ محترمہ ناصرہ پروین صاحبہ کے نام اپنے خط میں یوں نوید مسرت سنائی کہ:

’آپ نے اپنے بھائی عزیزم الیاس کے بارہ میں جن پرخلوص جذبات کا اظہار کیا ہے خدا ان کو جلد پورا فرمائے اور ایسی صورت نکل آئے کہ آپ سب کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔ اب تو مجھے بھی اپنے یوسف کی تھوڑی تھوڑی خوشبو آنے لگی ہے اور اب اس کی رہائی کا وقت قریب آ رہا ہے۔ خدا ایسا ہی کرے۔‘ (مکتوب :26.2.93)

اور پھر ٹھیک ایک سال کے اندر اندر ہماری رہائی کا خوشیوں سے معمور لمحہ آن پہنچا تو حضور رحمہ اللہ تعالیٰ خوشی سے پھولے نہ سمائے، آپ نے بے اختیار اور دیوانہ وار اس کا اظہار فرمایا۔ کبھی ایم ٹی اے کی کلاسز میں، کبھی مسجد فضل لندن میں نہایت جذباتی خطاب فرما کر اور تمام حاضرین میں اپنے دست مبارک سے مٹھائی بانٹ کر، کبھی اسیران کو براہ راست فون کر کے تو کبھی انہیں اپنے قلم سے مبارکباد کے خطوط تحریر فرما کے، غرضیکہ کئی ہفتوں، مہینوں بلکہ سالوں تک ہر جلسہ، ہر محفل اور ہر موقع پر حضور رحمہ اللہ تعالیٰ وفورِ جذبات اور خوشی سے تمتماتے چہرہ کے ساتھ اللہ کی حمد وثناء کے گیت گاتے ہوئے جشن تشکر مناتے رہے۔ رہائی کے دو روز بعد خاکسار کی اہلیہ کو مبارکباد کا خط لکھتے ہوئے تحریر فرمایا کہ:

’اس دن تم سے اچانک فون پر بات کر کے بہت خوشی ہوئی۔......ہم سب تمہاری خوشیاں اپنے دلوں میں بسائے مزے کر رہے ہیں۔ ایک نشہ کی سی کیفیت طاری ہے۔ وہ دس سال افسانہ ہو گئے جب غموں کو سینے سے لگائے ہوئے تھے۔ فون کے ذریعہ تمہاری گھر لگنے والی مجالس میں شریک ہو کر یوں لگتا تھا کہ میں بھی وہیں تم سب کے ساتھ بیٹھا ہؤا ہوں، لیکن اس طرح کہ تم میں سے کسی کو بھی اُٹھنے کی تکلیف نہیں دی۔

ضروری نوٹ۔ اب جو بیٹا پیدا ہو اس کا نام رستگار احمد رکھنا۔‘ (19.03.1994)

اس عالمگیر جشن تشکر کا مختصر سا حال خاکسار نے حضور رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں لکھا تو حضور رحمہ اللہ تعالیٰ نے اِس پر مہر تصدیق ثبت کرتے ہوئے فرمایا:

’آپ نے جن خیالات کا اظہار اپنے خط میں کیا ہے بعینہٖ یہی کیفیت ہے۔ انسان کے ہاتھوں انسان کے قید ہونے کی تاریخ میں اور پھر اس کی رہائی میں ایسا واقعہ کہیں نہیں ہوا کہ ساری دنیا سے لوگوں کو پہلے قید پر غم لگا ہو اور پھر رہائی کی خوشیاں منائی ہوں۔ یہ سب اللہ کا احسان ہے۔‘

(08.05.1994)

غرضیکہ اسیری کے دس سالوں میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کے احسانات اور الطاف کی فہرست بے حد طویل ہے۔ اور ان میں سے ہر پہلو کا مختصر تذکرہ اس سے بھی طویل تر ہے۔ ان باتوں کا تذکرہ چلتا رہے گا، انشاء اللہ وباللہ التوفیق۔ اس موقع پر اوپر بیان کئے گئے امور کے حوالے سے خاکسار قارئین کی خدمت میں درخواست دعا کرے گا کہ اللہ تعالیٰ ہمارے پیارے آقا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کو اعلیٰ علیین میں اپنے محبوب حضرت اقدس محمد مصطفٰے ﷺ کے خاص قدموں میں جگہ عطا فرمائے اور ہمیں اپنے فضل سے حضور رحمہ اللہ تعالیٰ کے اِن احسانات کا حق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے، جن باتوں کی حضور رحمہ اللہ تعالیٰ نے ہم سے توقع کی تھی ان میں ہم پورا اترنے والے ہوں اور آخری سانس تک خدمت دین کی ایسی توفیق سے سرفراز فرمائے رکھے جو اللہ کے ہاں قبولیت کا درجہ پائے۔ آمین۔

A UNIQUE OPPORTUNITY

TO ADVERTISE YOUR BUSINESS

ON

MTA INTERNATIONAL

Local or Global Reach

LIMITED PRIME SPOTS AVAILABLE FOR

REGULAR ADVERTISING

On first come first serve basis

FOR FURTHER INFORMATION PLEASE CONTACT:

Head of Marketing Department

MTA International

16 Gressenhall Road London SW 18 5QL

TELEPHONE + 44 (0) 208-870- 0922 = Fax + 44 (0) 208 870- 0684

marketing@mta.tv

دیئے جلائے ہوئے ساتھ رہتی ہے
تمہاری یاد ، تمہاری دعا ہمارے لئے

مکرم بشیر احمد صاحب چھوٹی عمر میں ہی حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد (خلیفۃ المسیح الرابعؒ) کے ہاں آگئے تھے اور حضور ہی کے گھر میں پلے بڑھے اور حضور کی تربیت اور شفقتوں سے فیض پایا۔ آپ کو حضورؒ کی علالت کے دوران خدمت کی خاص توفیق ملی۔ ۸ دسمبر ۲۰۰۲ء کو حضورؒ نے علالت کے بعد جو خطبہ ارشاد فرمایا اس میں آپ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ ’’میرے ایک ذاتی خادم ہیں اور وہ جماعتی خادم بھی ہیں، وقف زندگی کی طرح کام کرتے ہیں۔ ان کا نام بشیر احمد ہے...... اس نے بہت خدمت کی ہے جماعتی بھی اور ذاتی بھی...... آج تک مجھے جتنے بھی تحفے ملے ہیں ان میں سے یہ بہترین تحفہ ہے۔‘‘

مکرم بشیر احمد صاحب حضورؒ کے ہاں آنے اور آپ کے ساتھ گزرے ہوئے واقعات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

خاکسار کا تعلق ضلع ڈیرہ غازی خان سے ہے۔ میں اور میری والدہ محترمہ میرے نانا جان مکرم منشی عبدالعزیز صاحب کے پاس رہتے تھے۔ میری نانی فوت ہوگئی تھیں۔ میری والدہ نانا جان کی اکلوتی بیٹی تھیں (اس وجہ سے بھی) وہ مجھے بہت عزیز رکھتے تھے۔ ایک دفعہ وہ بغرض علاج ربوہ جانے کے لئے گھر سے نکلے تو میں اُن کی جدائی کے احساس سے رونے لگا اور والدہ صاحبہ کو بتائے بغیر، ننگے پاؤں بھاگتا ہوا ان کے پیچھے پیچھے گیا اور عین اس وقت جب وہ سواری پر سوار ہونے لگے تو انہیں جا لیا۔ وہ بہت رقیق القلب انسان تھے۔ مجھے روتے ہوئے اس حال میں دیکھا تو رہ نہ سکے اور اپنے ساتھ لے جانے پر رضامند ہوگئے۔ کسی کے ہاتھ والدہ صاحبہ کو پیغام بجھوا دیا کہ بشیر میرے ساتھ ربوہ جا رہا ہے۔ نانا جان مرحوم کا حضرت مرزا طاہر احمد صاحب (خلیفۃ المسیح الرابعؒ) سے بہت تعلق تھا۔ ان دنوں حضورؒ وقف جدید کے ناظم تھے۔ میرے نانا جان ان سے ملنے گئے تو میں بھی ان کے ساتھ تھا۔ میری عمر ان دنوں غالباً ۸/۹ سال تھی۔ حضور نے میرے نانا سے فرمایا یہ بچہ مجھے دے دو۔ میں اسے پالوں گا۔ نانا کہنے لگے یہ تو میرا سہارا ہے اور مجھے اس سے بہت محبت ہے اس کے بغیر رہ نہیں سکتا اس لئے اسے اپنے سے دور کرنا تو بہت مشکل ہے۔ حضور نے بہت اصرار کیا تو میں بھی نانا کی جدائی کے تصور سے اداس ہوگیا۔ نانا جان نے وعدہ کیا کہ وہ اپنے جاننے والوں کا ایک لڑکا جو آجکل ربوہ میں ہی ہے لا دیں گے۔ چنانچہ وہ حسب وعدہ اس بچے کو لائے مگر وہ دو تین ہفتوں کے بعد ہی واپس چلا گیا۔ حضورؒ نے میرے نانا جان کو بلوا بھیجا اور دوبارہ مجھے ان کے پاس چھوڑنے کے لئے کہا۔ بہت دلائل دیئے کہ آپ بوڑھے ہیں اور بیمار ہیں اس کی پرورش اور تعلیم کا بوجھ کیسے اٹھائیں گے۔ میں ذمہ داری لیتا ہوں۔ کافی سمجھانے اور منت سماجت کے بعد بالآخر نانا جان راضی ہوگئے اور مجھے ربوہ چھوڑ کر واپس ڈیرہ غازی خان چلے گئے اور تھوڑے عرصہ کے بعد ہی وفات پاگئے۔ شروع شروع میں مَیں بہت اداس رہا اور واپسی کے لئے اصرار کرتا رہا مگر حضرت بیگم صاحبہؒ نے بہت خیال رکھا اور آہستہ آہستہ میرا دل لگ گیا۔

مجھے دارالرحمت وسطی میں واقع پرائمری سکول جو کچے بازار کے پاس تھا داخل کروایا گیا۔ میں تیسری جماعت کا طالب علم تھا۔ سب بچے کھلے صحن میں بوریوں اور ٹاٹ پر بیٹھ کر پڑھتے تھے۔ صرف چوتھی اور پانچویں کلاس کے لئے کمرے تھے۔ ہم لوگ سردی، گرمی گویا ہر موسم میں باہر درختوں کی چھاؤں میں بیٹھتے۔ بارش ہوتی تو سب مسجد میں جو قریب ہی تھی جا بیٹھتے۔ شروع شروع میں دو تین ماہ تو اچھے گزرے۔ ہمارے ایک استاد بہت سخت طبیعت کے مالک تھے اور طلباء کی ’’خاطر تواضع‘‘ کے لئے ایک چھوٹا سا بید اپنے پاس رکھتے۔ جونہی کوئی سوال غلط ہوتا وہ بید سے پٹائی کرتے۔ سخت سردی کے موسم میں جب ہاتھ برف کی طرح ٹھنڈے ہوتے تھے بید پڑنے سے محسوس ہوتا کہ جسم سے علیحدہ ہوگئے ہیں۔ میرا ایک دوست ان سے خوفزدہ تھا اس نے سکول جانا چھوڑ دیا اور مجھے بھی اپنے ساتھ ملا لیا۔ وہ ہمارے قریب ہی رہتا تھا۔ صبح گھر سے ہم دونوں سکول کے لئے نکلتے مگر راستے میں چھپ کر ’’بنٹے‘‘ کھلتے۔ چھٹی کے وقت گھر آجاتے۔ چند روز تو خیریت سے گزری مگر ایک دن جو شامت آئی کہ حضورؒ نے حضرت سیدہ بیگم صاحبہ کے ساتھ شکار پر جانے کا پروگرام بنایا۔ جیپ لی، کھانے پینے کا سامان اس میں رکھا۔ طے یہ پایا کہ راستے میں مجھے سکول سے لے لیں گے۔ جب سکول پہنچ کر میرا پتہ کیا تو ماسٹر صاحب نے بتایا کہ وہ تو کئی دنوں سے سکول نہیں آرہا۔ یہ سن کر حضورؒ غصے میں مجھے ڈھونڈنے نکلے۔ ادھر ادھر تلاش کرتے نصرت گرلز سکول کے قریب پہنچے تو گیٹ کے پاس ہمیں ’بنٹے‘ کھیلنے میں مشغول پایا۔ غصّہ میں تو تھے ہی جوں پٹائی شروع کی کہ بس خدا کی پناہ۔ بیگم صاحبہ نے بیچ بچاؤ کرایا کہ بس کریں۔ خدا کا واسطہ رحم کریں۔ آخر حضور کا غصّہ ٹھنڈا ہوا۔ مجھے اس حال میں جیپ میں بٹھایا کہ پسلیاں دکھ رہی تھیں۔ لیکن اس مار کا اثر یہ ہوا کہ پھر زندگی بھر کبھی سکول سے بھاگنے کا خیال بھی دل میں نہیں آیا اور میرا شمار بھی لائق لڑکوں میں ہونے لگا۔ الحمدللہ۔

حضور مجھے پڑھائی میں دل لگانے اور اچھا سٹوڈنٹ بننے کے لئے فرمایا کرتے تھے کہ بشیر اگر تم کلاس میں ٹاپ کرو تو میں تمہیں ایئر گن لے کر دونگا۔ اس زمانہ میں لڑکوں کے پاس تو صرف غلیل ہی ہوا کرتی تھی اور اس سے چڑیاں مارا کرتے تھے۔ ایئر گن تو شائد ہی کسی بچے کے پاس ہو۔

جب ہم احمد نگر زمینوں پر جایا کرتے تھے تو خاکسار پیچھے بیٹھا کرتا تھا تو مجھے نظموں کے پڑھنے کی طرف مائل کرتے تھے اور بتاتے کہ اس لفظ کو اس طرح پڑھنے سے بہت سریلی آواز نکلتی ہے مگر میں بہت شرمیلا تھا اور میری آواز نظمیں پڑھنے والوں جیسی نہ تھی۔ اس میں کامیابی نہیں ہوئی۔ حضورؒ نے کئی دفعہ اصرار کر کے ایک شعر پڑھنے کا کہا مگر خاکسار شرمندگی اور جھجھک کی وجہ سے اس طرح سریلی آواز میں نہ کہتا جس طرح حضورؒ پڑھتے تھے۔ پھر حضورؒ مجھے کاشتکاری کے بارہ میں بھی بتایا کرتے کہ اس طرح کرواتے ہیں۔ ایکڑ میں یہ کھاد اور جب فصل ذرا قد نکال لے تو پھر یہ کھاد۔ اتنا پانی دیتے ہیں۔ یہ قسم زیادہ مفید ہے، اسکا جھاڑ زیادہ نکلتا ہے اور منافع بخش ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔

حضور کی توجہ اور دعاؤں سے مَیں نے تعلیم الاسلام ہائی سکول سے میٹرک اور تعلیم الاسلام کالج ربوہ سے ایف اے کیا۔ بی اے کا پرائیویٹ امتحان دیا۔ اسی دوران ٹائپنگ سیکھنی شروع کی، شارٹ ہینڈ کا شوق بھی پیدا ہوگیا۔ حضورؒ کے بھانجے مکرم سید طارق شاہ صاحب جو بی بی امتہ الحکیم صاحبہ مرحومہ کے بیٹے ہیں نے میرے شوق کی تکمیل میں بہت مدد فرمائی۔ میٹرک میں مکرم سید خالد شاہ صاحب نے مجھے محنت کروائی جس کے نتیجے میں میرے انگلش میں بہت اچھے نمبر آئے۔ الحمدللہ۔ خاکسار نے پنجاب کالج انارکلی لاہور سے شارٹ ہینڈ سیکھی اور گورنمنٹ پولی ٹیکنیکل کالج لاہور سے آٹوز ٦ ماہ کا کورس کر کے ڈپلومہ بھی لے لیا۔ یہ سب حضورؒ کی تعلیم و تربیت، پرشفقت رہنمائی، دعاؤں اور توجہات کا نتیجہ تھا جو مجھے اللہ تعالیٰ کے فضل سے آخر تک حاصل رہی۔

حضرت سیدہ بیگم صاحبہ کی شفقت

جب میں حضورؒ کے گھر قیام پذیر ہوا تو میری عمر کافی چھوٹی تھی۔ حضرت بیگم صاحبہ میرا بہت خیال رکھتی تھیں۔ میرے کپڑے پھٹ جاتے یا اکثر دھوبی پھاڑ دیتا تو وہ ازراہ شفقت خود اپنے ہاتھوں سے سی دیتیں۔ ان کی طبیعت بہت صفائی پسند تھی۔ گھر ہمیشہ چمکتا دمکتا رہتا۔ صفائی کروانے والی کے ساتھ خود بھی جھاڑ پونچھ کرتیں۔ میرے کمرے کی صفائی کا بھی خیال رکھتیں۔ ہفتہ وار کمرہ صاف کرواتیں۔ رضائی بستر، چادر ٹھیک کر کے بچھا دیتیں۔ کبھی بھی ایسے کاموں میں عار محسوس نہیں کی۔ ہر وقت لطیف مزاج اور ہلکی پھلکی گفتگو فرماتیں۔ حضورؒ کا بے حد احترام فرماتیں۔ کھانے پر ان کا انتظار کرتیں اگر کبھی حضورؒ دفتر سے لیٹ ہو جاتے تو کبھی خود اکیلی کھانا نہ کھاتیں۔ کبھی کبھی کسی خاص کام کے سلسلہ میں حضورؒ بہت رات گئے گھر تشریف لاتے تو اکثر خود اٹھ کر کھانے کا اہتمام کرتیں۔ میز سجاتیں اور ساتھ دیتیں۔ حضورؒ کے ملنے والے بہت کثرت سے گھر آتے۔ کبھی رات گئے کھانے کا وقت گزر بھی چکا ہوتا مگر حضورؒ کسی مہمان کو بغیر کھانا کھلائے جانے نہیں دیتے تھے۔ بارہا اگر خود گھر نہ آسکتے تو مہمانوں کو تاکید کر کے اپنے گھر آنے کی ہدایت فرماتے کہ وہاں بشیر ہوگا۔ آپ کو کھانا کھِلا دے گا۔ بسا اوقات گھر میں کھانا ختم ہو جاتا اور مہمان آتے تو حضرت بیگم صاحبہ کو فکر ہوتا کہ اب کیا ہوگا۔ باورچی یا کوئی کھانا پکانے والا نہیں تھا۔ صرف خادمہ ایک اماں ہوتیں جو بچیوں کو سنبھالتیں۔ وہ بہت وفادار تھیں مگر بے وقت مہمانوں کو دیکھ کر ضرور سب سے ناراض ہو جاتیں۔ حضرت بیگم صاحبہ خود کھانا تیار کرتیں روٹی بھی بنا لیتیں۔ کبھی کبھی ہم ان بے وقت آنے والے مہانوں کے لئے کھانا بنا کر پلاسٹک کی تھیلی میں ڈال کر فرج کے برف خانے میں رکھ لیتے تا بوقت ضرورت کام آسکے۔

نماز سے محبت

حضورؒ کو شروع سے ہی نماز سے بے حد محبت تھی۔ کوئی بھی موسم ہوتا۔ آندھی، بارش، یا شدید گرمی ہر نماز مسجد مبارک میں ادا کرتے۔ ظہر کی نماز دفتر وقف جدید میں ادا فرماتے۔ سب نمازوں پہ جاتے ہوئے مجھے خاص طور پر مسجد آنے کی تاکید فرماتے۔ ساری نمازوں کی تو حتی المقدور پابندی کرتا لیکن اپنے بچپن اور کمسنی کے باعث فجر کی نماز میں اکثر سستی کر جاتا۔ حضورؒ مجھے اُٹھا کر خود سائیکل پر مسجد تشریف لے جاتے۔ اُن کے جاتے ہی میں دوبارہ بستر میں گھس جاتا۔ جب نماز کے بعد واپس آتے تو دروازے کی آواز سنتے ہی میں بستر سے اچھل کر باہر نکلتا اور چھپ جاتا۔ میرا بستر خالی دیکھ کر حضور سمجھتے کہ میں بھی مسجد گیا ہوں۔ ایک دن انہیں شک گزرا کہ میں مسجد میں کہیں نظر نہیں آتا ضرور کوئی بات ہے۔ چنانچہ وہ حسب معمول مجھے اٹھا کر چلے گئے۔ میں نے بھی داؤ لگا لیا۔ ان کی واپسی پر میں بستر میں نہیں تھا۔ جونہی وہ اندر گئے میں جھٹ بستر میں جا گھسا۔ فوراً واپس پلٹے اور مجھے دیکھ فرمایا بشیر! نماز پر گئے تھے۔ میں نے کہا جی! فرمانے لگے لیکن میں نے تو تمہیں کہیں نہیں دیکھا۔ میں نے پھر اصرار سے کہا کہ جی میں نماز میں تھا اور اپنے مؤقف پر ڈٹا رہا۔ فرمایا اچھا یہ بتاؤ آج امام صاحب نے کونسی سورتیں پڑھائی تھیں۔ اس پر میں ذرا پریشان ہوگیا۔ فرمایا اچھا یہ تو مشکل سوال ہے یہ بتاؤ کہ کس نے نماز پڑھائی تھی۔ اس پر میں نے فوراً مولوی دوست محمد صاحب شاہد یا مولانا عبدالمالک صاحب کا نام لے دیا کیونکہ بالعموم یہی دو احباب نماز پڑھاتے تھے۔ فرمانے لگے دیکھا! پکڑے گئے۔ ان میں سے تو کسی نے بھی نہیں پڑھائی تھی۔ مجھے پہلے ہی تم پر شک تھا۔ خوب ڈانٹا اور آئندہ ہمیشہ اپنے سامنے نماز کے لئے بھجواتے کہ وضو بھی وہیں کر لینا۔ اصل مقصد میری تربیت تھا کہ نماز سے غفلت نہ ہو۔

حضورؒ نماز باجماعت کا اس قدر اہتمام فرماتے کہ جب کبھی لاہور، جہلم، پنڈی، اسلام آباد سفر پر جاتے تو جہاں بھی نماز کا وقت آتا وہیں کار روک کر نماز باجماعت پڑھاتے۔ زمینوں پر جاتے، نماز کا وقت ہو جاتا تو وہیں وضو کر کے نماز پڑھاتے۔ مجھے ساتھ کھڑا کر لیتے۔ بعض اوقات شکار پر جاتے وہیں کھیتوں میں گیلی زمین پر، اس بات سے بے نیاز کہ کپڑے خراب ہو جائیں گے، نماز ادا فرماتے۔ کبھی کبھی سائیکل احمد نگر چھوڑ کر پیلو والی زمینوں پر پیدل جاتے کیونکہ میں سائیکل کے پیچھے بیٹھتا تھا اور جس پگڈنڈی سے گزرتے وہاں سائیکل چلانا بہت مشکل تھا۔ ایک بندوق (ٹوٹو) 22 بور حضور کے پاس ہوتی اور ۱۲ بور والی میں اٹھا لیتا۔ کھیتوں سے شارٹ کٹ لیکر پیدل ہی چلتے۔ وہاں ہل چلنے سے زمین ناہموار ہوتی تھی۔ اگر نماز کا وقت ہوتا تو اس طرح ہی نماز پڑھاتے۔ اس قدر نماز سے عشق تھا کہ عام انسان تصور بھی نہیں کر سکتا۔ ایک دفعہ ہم لاہور گئے جہاں کار خراب ہوگئی۔ ورکشاپ میں لے گئے وہاں نماز کا وقت ہوگیا۔ فرمایا چلو بشیر! نماز پڑھیں۔ مغرب اور عشاء کی جمع کر لیتے ہیں۔ اب وہاں ہر طرف تیل ہی تیل اور گند۔ ایک لکڑی کا بنچ تھا بے حد کھردرا۔ اس پر کھڑے ہو کر نماز پڑھانی شروع کی۔ سجدے اتنے لمبے کہ بنچ کی کھردری لکڑی ماتھے اور گھٹنوں میں کانٹوں کی طرح چھبتی تھی مگر حضورؒ نے انتہائی سکون سے معمول سے بھی زیادہ لمبی نماز پڑھائی۔

حضور ہمیشہ نماز تہجد کا بھی اہتمام فرماتے اس مقصد کے لئے اٹھنے میں آسانی کے لئے الارم لگا لیتے۔ اگر کسی نئی جگہ جاتے اور ٹھیک طرح سے نہ سو سکتے یا پھر خلافت کے دوران حفاظت پر ڈیوٹی دینے والوں کو ہدایت فرماتے کہ اگر میری لائٹ آن نہ ہو تو کھڑکی پہ دستک دے دینا۔ خلافت سے پہلے بھی ہمیشہ تہجد کی نماز ادا فرماتے۔ نمازوں میں اتنی توجہ اور لگن اور خدا سے پیار کا یہ حال تھا کہ بیماری کے دوران بھی کمزوری کے باوجود کھڑے ہو کر نماز ادا کرتے۔ کئی دفعہ کمزوری سے چکر آجاتے۔ میں عاجزی سے منت کرتا کہ کرسی پر تشریف فرما ہو جائیں تو ناراض ہو جاتے کہ تم مجھے اتنی کمزور سمجھتے ہو۔ مجھے اکثر خیال آتا کہ خدا نے کیسا خلیفہ جماعت کو دیا ہے کہ جسے نماز سے اتنا پیار ہے کہ اپنی جان کی بھی پرواہ نہیں۔ نماز پڑھانے کے بعد تشریف لاتے تو بہت تھکن کے آثار ہوتے۔ سنتیں پڑھنے کے لئے کرسی رکھتے تو

فرماتے اسے اٹھالو۔میں کھڑے ہو کر پڑھوں گا۔بعض اوقات سجدے میں گئے ہیں تو سجدہ سے اٹھنا اور کھڑے ہونا مشکل ہوتا تھا مگر اسکے باوجود جتنی بھی کمزوری ہوتی کھڑے ہو کر نماز ادا کرتے ۔اگر طبیعت زیادہ خراب ہوتی یا کبھی میڈیکل چیک اپ کے لئے گئے ہوتے تو جب واپس آتے اور کمزوری زیادہ ہوتی تو میں اور میاں لقمان صاحب کہتے کہ حضور سے درخواست کریں گے کہ نماز کوئی اور پڑھادے ۔آپ آرام فرمالیں اور یہاں گھر میں پڑھ لیں تو فرماتے نہیں ۔مجھے مسجد جانے سے نہ روکا کرو۔بعض اوقات زیادہ کمزوری ہوتی مکرم مرزا لقمان صاحب اور خاکسار آپس میں کہتے کہ اگر میں کہوں کہ نماز گھر پڑھ لیں،تو میرا ساتھ دینا اور اگر مرزا لقمان صاحب کہیں تو میں کہہ دوں کہ حضور کمزوری زیادہ ہے آپ یہاں ہی پڑھ لیں ۔فرماتے کہ تم دونوں منصوبے بنالیتے ہو اور میں تم لوگوں کی پلاننگ جانتا ہوں۔مگر میں نماز کے لئے مسجد ہی جاؤنگا۔نمازوں پر آنے والے احباب جانتے ہیں کہ حضور کمزوری کے باوجود نماز کے لئے آتے رہے۔بیماری کے آخری ایام میں کچھ نمازیں پڑھانی بند کی تھیں وہ بھی آپریشن کی کمزوری کی وجہ سے ۔باقی ہمیشہ حضور انور جو بھی حالت ہو مسلسل باجماعت نمازیں پڑھائیں ۔الحمدللہ۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو بھی ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

شکار

حضور انور کو شکار کا بہت شوق تھا۔صبح صبح مجھے ساتھ لے کر ریکّو والی نہر یا پھر ربوہ سے فیصل آباد کی طرف جانے والی نہر پر چلے جاتے ۔کھانے پینے کی چیزیں، پراٹھے، آلو یا انڈے کی بھجیا یا اسی قسم کی خشک چیزیں ساتھ رکھتے ۔زیادہ تر فاختہ کا شکار کرتے ،حضور کا نشانہ غیر معمولی طور پر اچھا تھا۔ایک دن میں ۸۰/۹۰ فاختائیں شکار کرلیتے ۔ٹوٹو (22) بور رائفل سے شکار کرتے ۔توریا کی فصل کے دنوں میں فاختہ کے ساتھ ساتھ کبوتر بھی مل جایا کرتے تو شارٹ گن کا استعمال بھی کرتے تھے۔خاکسار بھاگ بھاگ کر شکار اٹھالاتا اور حضور ذبح فرماتے ۔کبھی کبھی پرندے کافی دور دور ادھر ادھر فصلوں میں گرتے میں اس معاملہ میں بہت گہری نظر رکھتا تھا اور جہاں بھی پرندہ گرتا فوراً تلاش کر کے لے آتا۔حضور بہت خوش ہوتے کہ بشیر!''تم ڈھونڈنے میں بہت ماہر ہو۔مجھے تو بعض اوقات پتہ ہی نہیں چلتا کہ کہاں گرا ہے،مگر تم ایسی نظر رکھتے ہو کہ فوراً ڈھونڈھ لیتے ہو۔''

بسا اوقات آپ 22 بور کی بندوق سے ایک فائر میں ۲ فاختائیں بھی شکار کر لیتے اور نشانہ ایسا تاک کر لگاتے جو خطا نہ جاتا تھا۔اس معاملہ میں اتنی دلچسپی لیتے کہ کئی دفعہ لیٹ کر نشانہ باندھتے ۔اکثر کپڑوں پر مٹی، کیچڑ وغیرہ لگ جاتا اور میں توجہ بھی دلاتا کہ آپ نے سارے کپڑے خراب کرلئے ہیں لیکن پرواہ نہ کرتے۔

کبھی کبھی ایک، دوماہ کے بعد حضرت بیگم صاحبہ اور بچیوں کو بھی ساتھ لے جاتے ۔ایک پرانی سی جیپ تھی جس کے اگلے دروازے بھی نہیں ہوتے تھے ۔شکار کے دوران وہیں بیٹھ کر کھانا کھاتے ۔حضور کو لسّی پینے کا بہت شوق تھا ۔وہیں گاؤں والوں سے لسّی لے لیتے ۔حضور کو چونکہ چٹ پٹا کھانا پسند تھا۔ ہمیشہ نمک،مرچ بھی ساتھ رکھتے ۔لسّی میں نمک ڈال کر استعمال کرتے ۔دوپہر کے وقت ،شدید گرمی کے موسم میں نہر کے کنارے گھنے درختوں کی چھاؤں میں تازہ ہوا کے جھونکے محسوس ہوتے تو لگتا تھا جنّت میں آگئے ہیں۔اکثر چرواہے بھی اپنے مویشیوں کو وہیں لے آتے ۔خود لمبی تان کے سوجاتے ۔اکثر فاختائیں بھی وہیں گھنے درختوں کے سرسبز پتوں میں آکر پناہ لیتی تھیں۔اور ان میں فاختہ کو تلاش کرنا آسان نہ تھا مگر میں اکثر ان کی نشان دہی کر دیتا اور حضور فوراً نشانہ لے لیتے ۔حیران بھی ہوتے کہ بشیر تمہاری نظر تو دوربین جیسی ہے۔فاختہ کہیں بھی چھپی بیٹھی ہو تم ڈھونڈ لیتے ہو۔ماشاءاللہ حضور کی نظر بھی بہت اچھی تھی،آخر تک سڑکوں پر بورڈ یا TV کی سکرین پر لکھا ہو فوراً پڑھ لیتے تھے۔ بعد میں قریب کی پڑھنے کی نظر کچھ کمزور ہوگئی تھی اور لکھنے پڑھنے کے لئے عینک کا استعمال فرماتے تھے۔ڈاک دیکھتے وقت عینک ضرور لگایا کرتے تھے۔مختلف عینکیں تھیں۔مگر دفتر میں جو تھی وہ سنہری فریم والی تھی۔ جب ڈاک دیکھتے ہوئے سنہری فریم والی عینک لگاتے تو ماشاءاللہ حضور انور کو اتنی اچھی لگتی ،اوپر سے حضور کا نورانی چہرہ کہ دل کرتا تھا کہ بس حضور سے نظر نہ ہٹے اور دیکھتے رہیں۔ یہ عینک حضور کو سفید اور نیلی اچکن پر تو ماشاءاللہ بہت ہی اچھی لگتی تھی۔تحریر ذرا موٹی لکھائی میں ہوتی تو عینک کی ضرورت نہ تھی ۔خطبہ اور تقاریر کے دوران عینک استعمال نہ فرماتے۔

خلافت سے قبل حضور روزانہ اپنی زمینوں پر احمد نگر جایا کرتے تھے۔ چونکہ ایک ہی سائیکل تھا اس لئے اگر سائیکل میں لے جاتا تو پھر خود دفتر سے سیدھے پیدل ہی گھر آجاتے تھے۔لیکن احمد نگر جانے کے لئے خاکسار اور حضور اکٹھے جاتے تھے۔جاتے وقت میں پیچھے بیٹھ جاتا اور واپسی پر دودھ وغیرہ کا ڈبہ سائیکل کے پیچھے کیریئر پر رکھ لیتے اور مجھے آگے سائیکل پر بٹھا لیتے۔

❁❁ ❁❁

مکرم میجر محمود احمد صاحب کو حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کی لندن ہجرت کے کچھ عرصہ بعد سے ہی حضور رحمہ اللہ کے ساتھ بطور افسر حفاظت خدمت کی سعادت حاصل رہی۔آپ حضور رحمہ اللہ کی نہایت قربت میں سفر و حضر میں بہت سی شفقتوں اور عنایات کا خاص مورد رہے۔آپ لکھتے ہیں:

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ جیسی قدآور شخصیت کے بارہ میں کچھ لکھنا سورج کو چراغ دکھلانے کے مترادف ہے۔اُن کی سیرت کے کسی ایک پہلو کے بارہ میں بھی لوگ شاید لکھتے لکھتے تھک جائیں گے مگر ایسے ہی نظر آئے گا جیسے کہ سمندر سے ایک موتی ہی نکل سکا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کی زندگی کے بے شمار سنہری پہلوؤں میں سے اس وقت میں چند ایک ذاتی مشاہدات کا ذکر کروں گا۔

نماز باجماعت اور اسکی اہمیت حضور انور کی نظر میں

پہلی بات نماز باجماعت اور اسکی اہمیت حضور انور کی نظر میں۔ہوا یوں کہ ایک دفعہ حضور کسی جماعتی کام سے سفر سے واپس آرہے تھے تو ظہر کی نماز کا وقت گزر چکا تھا۔فرمایا کہ لندن پہنچ کر پہلے ہم نماز ظہر ادا کریں گے اور پھر نماز عصر۔آپ اعلان کر دینا۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔میں ابھی مسجد کے باہر حضور کے انتظار میں کھڑا تھا کہ ایک دوست اپنا سامان اٹھائے مشن سے باہر جا رہے تھے۔ میرے استفسار پر کہنے لگے کہ ظہر میں نے پڑھ لی ہے میرا سفر لمبا ہے عصر راستے میں پڑھ لوں گا ۔میں نے کہا کہ خلیفہء وقت ابھی دونوں نمازیں پڑھا رہے ہیں آپ کیوں نہیں حضور کے پیچھے پڑھ کر زیادہ ثواب حاصل کرتے ۔کہنے لگے کہ وقت بچ جائے گا۔میں نے کہا کہ دس منٹ سے کیا فرق پڑے گا۔بہرحال میری بات مان کر وہ واپس مسجد میں چلے گئے۔حضور تشریف لائے اور فرمایا کہ میں نے ظہر بھی پڑھنی ہے جو احباب پڑھنا چاہیں وہ میرے ساتھ شامل ہوجائیں۔ چند احباب نے عرض کیا کہ حضور اگرچہ ہم ظہر پڑھ چکے ہیں کیا ہم بھی شامل ہوجائیں۔فرمایا کہ ٹھیک ہے۔چنانچہ عصر کی نماز کے لئے آئے ہوئے احباب دوبارہ صفوں میں کھڑے ہوگئے ۔نماز شروع ہوئی تو چونکہ میں ڈیوٹی پر تھا دیکھا کہ وہی دوست ایک طرف کھڑے ہیں۔میں نے کہا کہ آپ کیوں نہیں نماز میں شامل ہورہے۔ کہنے لگے کہ میں اب عصر ہی پڑھوں گا۔میں نے کہا ظہر بھی پڑھ لیں امام وقت کے پیچھے پڑھنا بہت بڑی سعادت اور ثواب ہے۔مگر وہ نہیں مانے۔چنانچہ وہ کھڑے رہے اور حضور نماز پڑھاتے رہے۔نماز ختم کرنے کے بعد حضور باھر کی طرف چلنے لگے تو احباب نے کہا کہ حضور عصر کی نماز!حضور نے فرمایا میں تو بھول ہی گیا تھا اور میں نے یہ نماز عصر کی نیّت کر کے پڑھائی ہے۔ بہرحال آپ کی نماز اب میرے ساتھ عصر کی ہوگئی ہے۔اب میں ظہر کی جماعت کرواتا ہوں ۔چنانچہ حضور نے ظہر کی نماز شروع کردی۔اب میں نے دیکھا کہ وہی دوست بڑی پریشانی اور شرمندگی سے صف میں کھڑے تھے کہ مسجد میں کھڑے کھڑے عصر چلی گئی۔ میں نے انہیں کہا کہ اب بھی وقت ہے ظہر میں ہی شامل ہوجائیں مگر وہ خاموشی سے باہر نکل گئے۔اگلے روز میں نے حضور انور رحمہ اللہ کو یہ واقعہ بتایا تو حضور نے فرمایا کہ شاید یہی وجہ تھی کہ خدا تعالیٰ نے مجھے بھلا دیا اور عصر کی نماز پڑھائی تا کہ لوگوں کو معلوم ہو کہ خلیفۂ وقت کی نماز باجماعت کی خدا تعالیٰ کی نظر میں کتنی اہمیت ہے۔لوگوں کو شاید سبق دینے کے لئے ہی مجھ سے بھول کروائی تھی۔

نماز ہی کے تعلق میں ایک دوسرا واقعہ ہے اس سے معلوم ہوگا کہ نماز کی پابندی اور نماز باجماعت کی اہمیت حضور رحمہ اللہ کی نظر میں کس قدر تھی ۔ایک دفعہ ہم انصاراللہ کی میراتھن واک سے کار میں واپس آرہے تھے۔مکرم صاحبزادہ مرزا سفیر احمد صاحب گاڑی چلارہے تھے اور ان کے برابر والی سیٹ پر میں ڈیوٹی پر تھا۔ پیچھے مکرم محمد اسلم شاد منگلا صاحب پرائیویٹ سیکرٹری حضور رحمہ اللہ کے ساتھ بیٹھے تھے۔ابھی تھوڑی دور ہی گئے تھے کہ اچانک گہرے بادل اور شدید طوفانی بارش نے آن گھیرا۔یوں لگا کہ سورج غروب ہوگیا ہے اور نماز مغرب کا وقت ہورہا ہے۔ابھی ہم نے عصر بھی ادا نہیں کی تھی۔ایسی صورت کو دیکھ کر حضور نے مجھ سے فرمایا کہ میجر صاحب! آپکا وضو ہے؟ میں نے عرض کیا جی حضور باوضو ہوں۔فرمایا کہ پھر نماز پڑھادیں۔ مجھے تو ایسا لگا کہ جیسے سارے بادل ہی مجھ پر برس رہے ہیں۔پہلے تو کانوں کو یقین نہیں آیا۔ڈرتے ڈرتے مڑ کر پیچھے دیکھا تو فرمایا کہ ہاں ہاں پڑھائیں۔اب تو کوئی گنجائش نہیں تھی۔ ایک دفعہ پھر ڈرتے ڈرتے پوچھا کہ دو یا چار رکعتیں ۔فرمایا کہ چار۔ اور ساتھ ہی مکرم منگلا صاحب نے اقامت کہنی شروع کردی۔ چنانچہ تعمیل ارشاد میں خاکسار کو نماز پڑھانی پڑی اور حضور نے نماز پڑھی۔ یہ نہیں دیکھا کہ کون نماز پڑھا رہا ہے ۔صرف پیش نظر یہی تھا کہ ایک تو نماز ضائع نہ ہو اور دوسرے جماعت کے ساتھ پڑھی جائے۔

گوئٹے مالا کا پہلا دورہ بھی اس سلسلے میں خاص مقام رکھتا ہے۔حضور کے دورے کی وجہ سے گورنمنٹ کی طرف سے خاص دستہ سیکیورٹی کے لئے مقرر تھا۔اگرچہ زبان کا بہت مسئلہ تھا مگر پھر بھی سیکیورٹی کے لئے کام چل جاتا تھا۔ان کا پورا دستہ بہت خاموشی سے ہمارے ساتھ ڈیوٹی کرتا رہا۔ جہاں بھی نمازوں کا وقت ہوتا حضور باجماعت نماز پڑھاتے اور تمام قافلے کے احباب مرد عورتیں حضور کی اقتداء میں باجماعت نمازیں ادا کرتے تھے۔ یہ لوگ ڈیوٹی کرتے ہوئے ہمیں دیکھتے رہتے تھے۔اور حضور رحمہ اللہ کی ہر ایک سے شفقت اور حضور کی مجالس سوال و جواب وغیرہ بھی دیکھتے رہتے تھے۔

ایک دن شام کے وقت جب ہم لوگ ہوٹل میں مغرب اور عشاء کی نماز کی تیاری کررہے تھے کہ سیکیورٹی گارڈ کا جو انچارج کیپٹن تھا وہ کہنے لگا کہ کیا مَیں بھی نماز پڑھ سکتا ہوں۔ وہ عیسائی تھا اور نماز بھی پڑھنی نہیں آتی تھی ۔ چنانچہ جب حضورؒ کی خدمت میں اس کی خواہش عرض کی گئی تو حضورؒ نے فرمایا کہ ضرور۔چنانچہ اس نے ہمارے ساتھ نماز ادا کی ۔ کہنے لگا کہ مجھے آپ لوگوں کو یوں نمازیں ادا کرکے دیکھتے ہوئے بہت دلی اطمینان ملتا تھا۔ چنانچہ میرا بھی دل کرتا تھا کہ مَیں بھی یہ سکون حاصل کروں۔اگلی دفعہ اس کے دو اور ساتھی ہمارے ساتھ نماز میں شامل ہوگئے۔ پھر انہوں نے کہا کہ ہم حضورؒ سے کچھ سوال کرنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ حضور کے کمرے میں سوال و جواب کی محفل دیر تک چلتی رہی اور پھر سیکیورٹی سٹاف کے انچارج اور دو اور ساتھیوں نے احمدیت میں شمولیت اختیار کرلی۔ یہ سارا اثر اور برکت حضورؒ کی نمازوں اور دعاؤں کا اثر تھا جو باجماعت وہاں ادا کی جاتی رہی تھیں۔یادرہے کہ ان افراد کی بیعت سے قبل گواٹے مالا میں مقامی افراد میں سے کوئی بھی احمدی نہ تھا۔ حضور رحمہ اللہ کے قیام کے دوران یہ بیعتیں گواٹے مالا کی پہلی بیعتیں تھیں۔الحمدللہ۔

❁❁ ❁❁

مکرم عبدالباری ملک صاحب صدر جماعت احمدیہ بریڈفورڈ تحریر کرتے ہیں:

خلافت سے پہلے مجھے آپ کو اس وقت قریب سے دیکھنے کا موقع ملا جب آپ صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ تھے۔ان دنوں جلسہ سالانہ کے مبارک ایام میں آپ کچھ عرصہ دارالرحمت غربی میں واقع لنگر نمبر ۲ کے افسر کی حیثیت سے خدمات سرانجام دیتے تھے۔آپ انتہائی محنتی،دعاگو، ہر چھوٹے سے چھوٹے کارکن کا خیال رکھنے والے ،نظام جماعت کے سختی سے پابند،خلافت احمدیہ سے انتہا درجے کی عقیدت اور محبت رکھنے والے اور خلیفہ وقت کی اطاعت کا مثالی نمونہ تھے۔جلسہ سالانہ کے ایام میں آپ ہمہ وقت لنگر میں ڈیوٹی سرانجام دیتے اور عام کارکنان کے ساتھ زمین پر بیٹھ کر مٹی کے برتنوں میں کھانا تناول فرماتے۔افسر ہونے کے باوجود آپ عام کارکن کی طرح کام کرتے ،کبھی دیگوں کا خود معائنہ فرما رہے ہیں تو کبھی تنوروں میں روٹیاں چیک کر رہے ہیں۔نانبائیوں سے،آٹا گوندھنے والوں سے،پیڑے بنانے والیوں سے،ڈیوٹی پر حاضر معاونین سے ہر ایک سے خود بات کرتے اور سارے کام کی خود نگرانی فرماتے۔

اطاعت نظام

ایک دفعہ ایک خادم جس کی ڈیوٹی کسی اور جگہ پر لگی تھی اپنی ڈیوٹی چھوڑ کر لنگر نمبر ۲ میں اپنے دوستوں کے ساتھ ڈیوٹی کرنے کیلئے آگیا۔جب حضرت میاں صاحب کو اس بات کی خبر ہوئی تو آپ نے اس کو اپنے دفتر میں بلایا اور سمجھانے کے بعد حکم دیا کہ فوراً اپنی اصل ڈیوٹی پر حاضر ہو جاؤ اور وہاں کے افسر سے تحریری خط مجھے بھجوانا کہ تم اپنی ڈیوٹی کر رہے ہو۔حضور نے اسے اچھی طرح سمجھایا کہ جو ذمہ داری دی جائے وہ پسند ہو یا ناپسند نظام کی مکمل اطاعت کرتے ہوئے اس کو ادا کرنا چاہیئے۔

غرباء سے ہمدردی

غرباء سے شفقت و ہمدردی اور ان کی مددساری عمر آپ کا خاص اصول رہا۔ایک دفعہ نماز عصر کے بعد آپ اپنی زمینوں سے واپس پیدل ہی رحمت بازار میں واقع

ہمارے کھاد کے گودام میں تشریف لائے اور میرے والد صاحب سے کہا کہ میں نے جلد گھر پہنچنا تھا کچھ لیٹ ہو گیا ہوں ۔آپ نے ہماری سائیکل لی اور میرے والد صاحب کو ساتھ لے کر ریلوے لائن کی طرف رحمت بازار کے راستے چل پڑے۔راستے میں سب لوگ میاں صاحب کو سلام کرتے ۔ ان میں وہ موچی بھی تھے جو رحمت بازار میں سڑک کے کنارے بیٹھے روزی کماتے تھے۔ میاں صاحب نے میرے والد صاحب سے پوچھا یہاں کل کتنے موچی ہیں۔ میرے والد صاحب نے تعداد بتائی تو آپ نے فرمایا کہ واپسی پر ان میں سے ہر ایک کو میری طرف سے کچھ رقم دے دینا۔والد صاحب نے واپسی پر ہر ایک کو محترم میاں صاحب کی طرف سے جب رقم دی تو ان میں سے ایک کی آنکھوں سے آنسو بہنا شروع ہو گئے اور اس نے کہا کہ محترم میاں صاحب تو میرے لئے فرشتہ بن کر آئے ہیں ۔میری بیوی اگلے چند گھنٹوں میں بچے کو جنم دینے والی ہے اور گھر میں کھانے کو بھی کچھ نہیں ہے اور آج گاہک بھی کم ہی آئے ہیں۔

خدام سے شفقت

۱۹۸۷ء میں دورہ یورپ کے موقع پر حضور انور نے انتہائی شفقت سے خاکسار کو بھی قافلے میں شامل ہونے کی اجازت دی۔سوئٹزر لینڈ میں قیام کے دوران ایک شام محترم شیخ ناصر احمد صاحب نے حضور انور اور قافلہ کے اراکین کو اپنے گھر پر کھانے کی دعوت پر مدعو کیا۔ان کے گھر پہنچنے پر حضور نے شیر محمد صاحب (جو حضور انور کے باورچی تھے) کو فرمایا کہ آپ صوفے پر میرے ساتھ بیٹھیں۔ساری شام شیر محمد صاحب حضور انور کے ساتھ صوفے پر بیٹھے رہے اور کھانے کے دوران بھی ان کو یہ اعزاز ملا کہ وہ حضور کے ساتھ بیٹھے۔ شیر محمد صاحب خوشی سے پھولے نہیں سماتے تھے اور ہم سب کو ان پر رشک آرہا تھا۔

ایک اور سفر کے دوران جب خاکسار بھی قافلے میں شامل تھا اور ہم ہالینڈ میں نن سپیٹ میں تھے۔ایک دن پرائیویٹ سیکریٹری صاحب نے مجھے کہا کہ حضور نے تمہیں یاد فرمایا ہے۔میں فوراً حضور کی رہائشگاہ میں گیا اور دروازے پر سلام عرض کی۔حضور انور نے فرمایا اندر آجاؤ۔اندر داخل ہوا تو حضور نے فرمایا کہ ایک سائنس دان ملنے کیلئے آرہے ہیں۔تم نے ہمیں اچھی طرح سے چائے کافی وغیرہ بنا کر دینی ہے۔حضور نے خود خاکسار کو فریج میں کیک وغیرہ اور شیلف پر بسکٹ اور دوسری چیزیں دکھائیں۔مہمان جب آگئے تو خاکسار نے سلیقے سے چائے کافی وغیرہ بنا کر کیک اور بسکٹ ساتھ پیش کیے۔حضور نے ارشاد فرمایا کہ تم بھی اب بیٹھ جاؤ۔ خاکسار اس ملاقات کے دوران بیٹھا رہا۔جب ملاقات ختم ہوئی تو حضور حسب معمول اس کو باہر تک رخصت کرنے گئے۔مہمان کو رخصت کرنے کے بعد حضور اندر تشریف لائے اور خاکسار کو فرمایا کہ تم نے ماشاء اللہ بہت اچھی سروس دی اب تم بیٹھ کر کافی پیو میں برتن دھوتا ہوں۔خاکسار نے عرض کی کہ حضور میں برتن دھولوں گا۔حضور انور خود سنک کی طرف گئے اور برتن دھونے کیلئے اٹھائے۔خاکسار نے حضور سے وہ برتن لے کر عرض کی کہ حضور یہ کبھی نہیں ہوسکتا کہ آپ برتن دھوئیں۔یہ برتن آپ کا یہ خادم دھوئے گا۔تب حضور نے فرمایا اچھا پھر تم برتن دھولو میں تمہارے لئے کافی بناتا ہوں۔پیارے آقا نے اپنے مبارک ہاتھوں سے کافی بنا کر اس میں سے ایک گھونٹ خود پیا اور پھر وہ کپ اور کیک خاکسار کو دیدیا اور خاکسار نے خوب مزے لے کر اس کافی کو پیا اور خدا کا شکر ادا کیا کہ اس نے اتنا پیارا آقا ہمیں دیا۔

......☆......☆......

ایک دفعہ لیک ڈسٹرکٹ میں سیر کے دوران حضور انور کے پاس ایک خوبصورت چھڑی تھی جو حضور کو افریقہ کے ایک بادشاہ نے تحفہ دی تھی۔اس کے نچلے حصے میں پیتل کا خوبصورت خول سا چڑھا ہوا تھا۔وہ پیتل کا خول کہیں گر گیا۔جب حضور کو پتہ چلا تو اس کو ڈھونڈنے کیلئے حضور خود اور جملہ خدام نے سارا علاقہ چھان مارا لیکن کامیابی نہ ہوئی۔کافی دیر تک ڈھونڈنے کے باوجود جب کامیابی نہ ہوئی تو کچھ مایوسی سی محسوس ہوئی۔کیونکہ اس چھڑی کی ساری خوبصورتی اس خول سے تھی۔تب حضور انور نے فرمایا کہ اور سب حیلے تو ہم نے کر لیے لیکن اصل چیز یہ ہے کہ ہم انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھیں۔حضور انور نے یہ پڑھا ہی تھا کہ حضور کے قدموں میں پتوں کے نیچے وہ خول پڑا ہوا نظر آیا۔سبحان اللہ۔

......❀❀......❀❀......

مکرمہ امتہ الباسط ایاز صاحبہ اہلیہ مکرم افتخار احمد ایاز صاحب (لندن)، حضرت خلیفة المسیح الرابع رحمہ اللہ کی شفقتوں کا ذکر کرتے ہوئے اپنے ایک طویل مضمون میں لکھتی ہیں:

شروع ۱۹۸۵ء میں ہی افتخار صاحب کی تقرری سرکاری ملازمت کے تحت طوالو جزائر پیسیفک میں ہو گئی تھی اور مَیں سوائے ایک سال مسلسل وہاں جا کر رہنے کے باقی کا عرصہ لندن میں ہی رہی۔بچوں کی تعلیم اور تربیت نیز بچیوں کی شادیوں کے سلسلہ میں حضور کی دعاؤں سے وافر حصہ پاتی رہی۔حضور انورؒ کے مشورہ سے ہی سب کے رشتے طے ہوئے اور اِس موقع کے ایک خط کے جواب میں حضور نے اپنے ہاتھ سے یہ الفاظ بھی تحریر فرمائے جن میں ساری جماعت کی بچیوں اور ماؤں کیلئے رہنمائی موجود ہے۔

آپؒ نے تحریر فرمایا: ”ماں باپ تو استخارہ کرتے ہی ہیں، بچی خود استخارہ کرے اور اگر شرح صدر ہو تو مان جائے۔“

خدمت دین کرنے والوں کے اہل وعیال سے حسن سلوک

حضور کو نہ صرف دعاؤں سے ہی اپنے خدمت دین کرنے والوں کا خیال تھا بلکہ اُن کے گھر والوں کا بھی بہت خیال رکھتے تھے۔میں طوالو جا کر کچھ عرصہ بعد شدید بیمار ہوگئی اور مجھے ڈاکٹری مشورہ کے بعد حضور کے مشورہ سے فجی اسپتال لایا گیا جہاں اپریشن ہونا تھا۔حضور نے فجی کے امیر صاحب کو خط لکھا جو ان دنوں مکرم عبدالعزیز وینس صاحب مرحوم تھے کہ میری بیماری کے دوران ہر سہولت اور آرام کا خیال رکھیں ۔اللہ اللہ میں تو ناچیز ہوں مگر آپؒ کی اس قدر شفقت اور احساس کہ اتنی دور بیٹھے بھی ہم جیسوں کی فکر کرتے تھے۔میں کن الفاظ میں حضور کے احسانوں اور انعاموں کو یاد کروں۔

وقف نہ ہوتے ہوئے بھی واقف زندگی بننا

مَیں چھوٹی سے چھوٹی بات کے لئے بھی حضور سے مشورہ لیتی تھی۔ایک بار میں نے اپنی زندگی وقف کر کے خدمت دین کے لئے کہیں جا کر تبلیغ کرنے کی خواہش کا اظہار بھی خط میں کر دیا۔اس کے جواب میں خود قلم سے تحریر فرمایا ”بظاہر وقف نہ ہوتے ہوئے بھی عملاً واقف زندگی بن سکتے ہیں آپ سے بھی اگر یہی توقع رکھیں تو مضائقہ کیا ہے۔“

گویا اس میں بھی ایک سبق تھا کہ اگر خدمت دین کا جذبہ دل میں ہو تو باقاعدہ وقف کرنا لازمی نہیں، خدمت دین کو فضل الٰہی سمجھ کر کئے جاؤ۔

سچ جماعت کا امتیازی نشان

طوالو سے لکھے گئے میرے ایک خط کے جواب میں حضور نے تحریر فرمایا ”جھوٹ کے خلاف جو جہاد شروع کیا ہے بہت اچھا قدم اُٹھایا۔سچ جماعت کا امتیازی نشان بن جانا چاہئے اور جماعت کی پہچان اس اعلیٰ خلق سے ہو۔“

ہوا یوں کہ میں نے ایک طوالوئن (Tuwaluan) بچے کی جھوٹ بولنے اور بار بار وعدہ کرنے کے بعد پھر جھوٹ بولنے کی عادت کو دیکھ کر اس کے لئے دعا کی درخواست لکھی تھی۔اس پر حضور نے اوپر والا نوٹ اپنے مبارک ہاتھوں سے تحریر فرمایا۔اللہ کے فضل سے وہ بچہ اس بری عادت کو چھوڑ کر بڑا مخلص بچہ بنا اور اپنے والدین سے اجازت لے کر زندگی وقف کر کے فجی احمدیہ سنٹر میں مزید تربیت اور علوم دینیہ کے لئے بھجوایا گیا۔

تقریب شادی پر نظم

پہلی بیٹی کی شادی کی تقریب پر پڑھی جانے والی نظم کے لئے میں نے درخواست کی کہ حضور پُر نور کو فرصت ہو تو چند شعر تحریر فرمائیں۔حضور نے جو پیارا اور انوکھا تربیتی خط مجھے تحریر فرمایا وہ لکھے دیتی ہوں جو مشعل راہ ہے ساری جماعت کے لئے ۔فرمایا: ”آپکی خواہش کا مجھے بڑا احترام ہے لیکن میری دو بچیوں کی شادی ہوئی میں نے کبھی اس پر نظم نہیں لکھی۔اگر یہ نئی رسم ڈال دوں گا تو ساری عمر سمجھتا رہوں گا۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کلام ہے، حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ کا کلام ہے۔اس لئے اس سے تبرّک حاصل کرنا چاہئے۔“

مبلغین کی بیویوں کے لئے ایک نصیحت

مجھے یہ احساس ہوا کرتا تھا کہ مَیں کوئی خدمت دین نہیں کرسکتی، صرف بچوں کی ہی ذمہ داری کے لئے لندن اپنے میاں سے دور رہتی ہوں۔حضور سے دعا کی درخواست کی تو جواب آیا:

”اگر آپ وہاں نہ بھی ہوں تو خدمت تو کر ہی رہی ہیں اگر ان کے پیچھے ان کے بچوں کا خیال رکھا جائے تو یہ بھی ایک بہت بڑی خدمت ہے“۔

اس مبارک تحریر میں ایک بڑا ہی پیارا تربیتی مضمون مضمر ہے۔ہمارے مبلغین جن کی بیگمات چند سال قبل تو کئی کئی سالوں تک اور اب بھی کچھ تھوڑے عرصہ کے لئے بچوں کے ساتھ پیچھے رہتی ہیں ،ان پر یہ ذمہ داری آتی ہے اور اس خدمت کو ایک پیاری خدمت سمجھ کر ہمیں ادا کرنا چاہئے۔ گویا خاوند کی عدم موجودگی میں اولاد کی صحیح تربیت بہت ہی باعث ثواب ہے۔

معمولی خدمت پر غیر معمولی قدر افزائی

مجھے حضور کی خدمت میں چند ایک مرتبہ پلاؤ پکا کر پیش کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔حضور نے پسند فرمایا اور ایم۔ٹی۔اے والوں کو کہا کہ خانہ داری کے پروگرام ”المائدہ“ میں مجھے شامل کریں کہ میں سب کو پلاؤ بنانے کی ترکیب سکھاؤں۔ایم۔ٹی۔اے والوں نے جب مجھ سے رابطہ کیا تو میں نے کوئی حامی نہ بھری۔اس پر دوبارہ مجھے کہا گیا کہ حضور کا ارشاد ہے کہ آپ یہ پروگرام پیش کریں۔اس پر میں فوری تعمیل کے لئے حاضر ہوگئی لیکن اس ادنیٰ سی بات پر حضور پرنور کا کمال محبت، پیار اور حوصلہ افزائی کا اپنے ہاتھ کا لکھا ہوا خط موصول ہوا جو شامل کر رہی ہوں۔اس خط کے پہلے حصہ سے آپ کے اعلیٰ اخلاق اور چھوٹی چھوٹی باتوں پر ہیجان پیدا کرنے والی قدر افزائی کے پہلو کا ایک دلکش اظہار ہوتا ہے۔اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اس عظیم انسان کے اسوۂ پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔اس خط کا دوسرا حصہ پڑھنے سے تو جذبات قابو میں نہیں رہتے اور دل چاہتا ہے کہ ساری زندگی اس عظیم انسان کے لئے دعاؤں اور گریہ وزاری میں گزرے۔اللہ تعالیٰ کے اتنے قریب ہوتے ہوئے بھی آپکو بخشش کا اتنا فکر تھا۔اس خیال سے تو میرا جسم کانپنے لگتا ہے۔مجھ خاک کے ایک حقیر ذرّے کا کیا ہوگا۔اللہ ہم سب کو توفیق دے کہ حضور رحمہ اللہ کی امّی جان مرحومہ کیلئے اور حضور کے لئے اس جذبہ کے ساتھ دعائیں کرتے رہیں جس کا نہایت دلگداز انداز میں حضور نے اس خط میں ذکر فرمایا ہے۔

آپ تحریر فرماتے ہیں:

”۹۵-۱-۲۷

عزیزہ مکرمہ امة الباسط ایاز

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

کل ایک بات کا دل پر گہرا اثر ہوا جس پر اظہار تشکر کے طور پر یہ چند سطور لکھ رہا ہوں۔

میں نے کچھ عرصہ پہلے ٹی وی پر کھانا سکھانے والے گروپ کو ہدایت کی تھی کہ آپ کا ہاتھ بھی بہت ستھرا ہے خصوصاً پلاؤ بہت اچھا بناتی ہیں اس لئے آپکو بھی ضرور موقع دیں۔کل صبح، شام کو تیار ہونے والے پروگراموں کے تعلق میں جب میں نے پتہ کیا کہ آپ کا مذکورہ پروگرام کیوں پیش نہیں ہوا تو مجھے بتایا گیا کہ آپ کو پیشکش تو کر دی گئی تھی مگر آپ نے غالباً کسی دلچسپی کا اظہار نہیں کیا۔اس پر میں نے اُن سے کہا کہ آپ آج میری طرف سے کہہ کر دیکھیں پھر مجھے بتائیں۔

نعیمہ کھوکھر صاحبہ آپ کا بنا ہوا پلاؤ نمونةً لے کر آئیں اور بتایا کہ بہت معمولی نوٹس کے باوجود پیغام سنتے ہی آپ نے حامی بھر لی تو دل جذبہ شکر سے لبریز ہوگیا اور گو بظاہر یہ چھوٹی سی بات ہے لیکن دل کی گہرائی سے آپ کے لئے دعا نکلی۔حضرت مولوی ابوالعطاء صاحب رحمہ اللہ کی بھی یہی بے سوال اطاعت کی ادا تھی جو دل موہ لیا کرتی تھی۔الحمد للہ کہ اللہ تعالیٰ نے آپکو بھی حضرت مولوی صاحب رحمہ اللہ کا ورثہ عطا فرمایا ہے۔اَللّٰھُمَّ زِدْ وَ بَارِک۔اللہ آئندہ ہمیشہ آپکی نسلوں میں بھی یہ نیکیاں زندہ اور پائندہ رکھے اور اپنی سب اولاد کی طرف سے ہمیشہ آپکی آنکھیں ٹھنڈی رکھے۔

رمضان قریب ہے اپنے لئے بھی ایک خاص دعا کی درخواست کرتا ہوں۔میری امّی مرحومہ اپنے لئے مجھے ہمیشہ ایک ہی دعا کے لئے کہا کرتی تھیں جو بے حساب بخشش کی دعا تھی۔صحت کے زمانہ میں بھی انکا یہی دستور تھا لیکن آخری بیماری میں تو اس درد اور بے قراری سے کہتی تھیں کہ دل گہرائی تک گداز ہو جاتا تھا آج تک میں نے امّیؓ کے لئے اہتمام کے ساتھ یہی دعا کی ہے۔اب جبکہ میں خود یوم حساب کی طرف بڑھ رہا ہوں اور دل اپنے گناہوں اور غفلتوں کے بوجھ تلے پیسا جا رہا ہے۔اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا جو میری حالت ہے تو اس کیفیت سے گزرتے ہوئے مجھ پر دن بدن امّی کی بتلائی ہوئی دعا کی اُن سے بڑھ کر اپنی ذات کے لئے ضرورت محسوس ہو رہی ہے۔

آپ بھی بہت دعا گو ہیں ۔آج میں یہی آرزو لئے حاضر ہوا ہوں کہ میری بے حساب بخشش کی بھی دعا کرتی رہیں۔حضرت اقدس علیہ السلام کا یہ شعر میرے حال پر صادق آرہا ہے کہ ؎

کرمِ خاکی ہوں مرے پیارے نہ آدم زاد ہوں
ہوں بشر کی جائے نفرت اور انسانوں کی عار

اچھا خدا حافظ۔“

سلسلہ کے خدام کی عزت وقدردانی کا منفرد انداز

آپ جماعت کے علماء اور بزرگوں اور خادموں کی بے انتہا قدر کرتے تھے اور آگے اُن کی اولادوں کی بھی۔ حضور نے مجھے جو پیار دیا وہ میں سمجھتی ہوں اُس پیار کا ایک شیریں ثمر تھا جو آپ کو میرے پیارے ابّا جان مولانا ابوالعطاء صاحب مرحوم سے تھا اور اس کا آپ نے ایک دفعہ ایک اپنے ہاتھ سے لکھے ہوئے خط میں ذکر کیا جو پیش خدمت ہے۔

31.1.95’’

پیاری عزیزہ محترمہ امۃ الباسط ایاز

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپکا بہت پیارا پُرخلوص دعائیہ اور دعاؤں کا ملتجی خط ملا۔ میں سمجھتا ہوں کسی مرہم میں خلوص سے بڑھ کر اندمال کی طاقت نہیں۔ آپکے بچے میری دعاؤں کے ’محتاج‘ نہیں اُن پر ’’حق‘‘ رکھتے ہیں۔ آپ دونوں عزیزم افتخار صاحب اور آپ کے ساتھ وابستگی وقت کے ساتھ گہری ہوتی رہی اور یہ وابستگی اُن سب کے لئے بھی جو آپ کو عزیز ہیں دعاؤں کا تقاضہ کرتی ہے۔ اس پر مستزاد حضرت مولوی ابوالعطاء صاحب کی دائمی محبت کی یاد جو حضرت مصلح موعودؓ کی اولاد میں اُن کو حضرت بھائی جان رحمہ اللہ کے بعد سب سے زیادہ مجھ سے تھی ہر اس وجود کے لئے دعا کرواتی ہے جس میں اُن کا خون دوڑ رہا ہے۔‘‘

اب اس مضمون کو اس خاص بات پر ختم کرتی ہوں کہ ایک عرصہ سے جب بھی میں ملاقات کے لئے حاضر ہوتی تو فرماتے کہ میں آپ کے لئے باقاعدگی سے یہ دعا کرتا ہوں۔ ﴿يَآ اَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِیْ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَة فَادْ خُلِیْ فِیْ عِبَادِیْ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ﴾۔

آپ خود تو اپنے رب کی طرف لوٹ گئے اور اللہ نے کتنے پیار سے ان کو گلے لگا کر اپنے پیاروں میں شامل کیا ہوگا۔ اور جنّت کے سارے دروازے ان کے لئے کھول دیئے ہوں گے۔ کاش حضور کی یہ دعا میرے حق میں بھی قبول ہو اور اللہ اپنے رحم وکرم سے مجھ سے اور میرے سب پیاروں سے بھی ایسا ہی سلوک فرمائے۔

❁❁..........❁❁

> مکرم عبدالمومن صاحب طاہر مرکزی طور پر قائم عربک ڈیسک کے انچارج ہیں۔ آپ حضورؒ کے ساتھ اپنی حسین یادوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

عربک ڈیسک

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم سے بے پناہ عشق اور آپ کے ارشاد حُبُّ الْعَرَبِ مِنَ الْاِيْمَان کا طبعی تقاضا تھا کہ حضورؒ عرب دنیا کی طرف سب سے زیادہ توجہ فرماتے۔ اسکا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ جرمنی میں خدام الاحمدیہ کے ایک اجتماع کے موقعہ حضور نے احمدی عرب نوجوانوں کے ایک گروپ کو فرمایا: اس وقت سارا عالمِ اسلام عربوں کی طرف دیکھ رہا ہے کہ احمدیت کے بارہ میں ان

TOWNHEAD PHARMACY

FOR ALL YOUR

PHARMAECUTICALS NEEDS

☆......☆......☆

31 Townhead Kirkintilloch

Glasgow G66 1NG

Tel: 0141-211-8257

Fax: 0141-211-8258

کا کیا ردعمل ہے۔ اگر عرب لوگ کافی تعداد میں احمدیت میں داخل ہو جائیں تو باقی عالم اسلام فوج در فوج احمدیت میں داخل ہو جائے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ اس لئے عربوں میں کامیاب تبلیغ پر بہت زور دینے کی ضرورت ہے۔

یہ آپکی عرب دنیا کی طرف توجہ کا ہی نتیجہ تھا کہ آپؒ نے جماعت کی تاریخ میں پہلی بار جنوری ۱۹۸۶ء میں مرکزی عربک ڈیسک قائم فرمایا۔ اس کا مقصد عرب دنیا میں تبلیغ کو وسیع اور تیز کرنا، عرب احمدی احباب سے رابطہ رکھنا، ان کی تبلیغی، تربیتی اور علمی ضروریات پوری کرنا، اسی طرح عربی زبان میں تراجم، مزید لٹریچر کی تیاری اور عربی زبان میں ایک رسالہ کے اجراء تھا۔ اسی طرح آپ نے مختلف ممالک میں بھی مقامی عربک ڈیسک قائم فرمائے۔ مرکزی عربی رسالہ التقوی کا اجراء فرمایا۔ عربوں کے لئے اتنا لٹریچر تیار کروایا کہ الحمد للہ اب تقریباً ہر موضوع پر کوئی نہ کوئی کتاب دستیاب ہے۔ MTA پر لقاء مع العرب کے مشہور و مقبول عام پروگرام میں قریباً پونے پانچ سو گھنٹوں سے زیادہ ریکارڈنگ کروائی۔ خلیج کے بحران کے دوران خطبات کے ذریعہ عرب اور مسلم دنیا کو مغربی سازشوں اور دجالی خطروں سے خبردار کیا۔ پھر ان خطبات کا (جن کی تعداد بیس ہے) محترم حلمی شافعی صاحب مرحوم سے فوراً عربی ترجمہ کروایا اور عرب ممالک کے حکام، سیاست دانوں، علماء ومشائخ اور مفکرین نیز دنیا کے دیگر خطوں میں بسنے والے عربی دان طبقہ تک پہنچایا۔

کاموں کی تربیت کے لئے حضورؒ کا طریقۂ کار

حضورؒ کا طریق تھا کہ اپنے غلاموں کو جب کوئی کام سپرد فرماتے تو اسکی باریک در باریک جزئیات میں جا کر ہر پہلو کو خوب واضح فرماتے۔ پھر قدم قدم پر راہنمائی، مسلسل نگرانی، بار بار تاکید، یاددہانی اور دعا سے مدد فرماتے۔ اور جب دیکھتے کہ اس نے یہ کام سنبھال لیا ہے اور کام کرنے والا بھی سوچتا کہ چلو اب کام سہل ہو گیا ہے تو آپ کوئی دوسرا کام بھی سپرد فرما دیتے، پھر تیسرا پھر چوتھا۔ انسان تعجب میں پڑ جاتا تھا کہ یہ سارے کام بیک وقت وہ کیسے کر پائے گا مگر اللہ کے فضل سے اور پھر حضور کی دعاؤں، راہنمائی اور شفقت کے نتیجہ میں وہ سب کام ہو جاتے تھے۔

ترجمۃ القرآن

زمانہ کی بدلتی ہوئی ضرورتوں کے مطابق اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہونے والے نئے معارف قرآنیہ کو دنیا میں پھیلانے کی غرض سے حضور نے قرآن کریم کا ایک نیا اردو ترجمہ کرنے کا ارادہ فرمایا جس کی باقاعدہ ابتداء غالباً ۹۳ء کے آخر میں ہوئی۔ حضور کا طریق تھا کہ آپ یہ ترجمہ لکھواتے جاتے تھے۔ اس کارخیر میں شمولیت کی سعادت خاکسار کو اس طرح ملی کہ ایک روز خاکسار کسی کام کے سلسلہ میں رقیم پریس گیا۔ dictation لینے والے دوست ترجمہ صاف لکھ کر حضور انور کے ملاحظہ کیلئے تیار کر رہے تھے۔ ترجمہ پر نظر ڈال کر خاکسار نے ان سے عرض کی شاید یہاں ایک دو لفظوں کا ترجمہ رہ گیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ساتھ میں قلم سے اشارہ کر دو۔ میں نے کہا کہ آپ خود کر دیں۔ میں تو ڈرتا ہوں۔ انہوں نے یہ بات حضور انور رحمہ اللہ تعالیٰ سے ذکر کر دی۔ آپ نے انہیں فرمایا کہ یہ ترجمہ ساتھ کے ساتھ انہیں دیتے جائیں اور انہیں کہیں کہ ساتھ ساتھ نظر ڈالتے جائیں اور ڈریں نہیں۔ فجزاہ اللہ احسن الجزاء۔

ترجمہ قرآن کے دوران مشورہ کے لئے حضور رحمہ اللہ تعالیٰ نے دو کمیٹیاں (ایک ربوہ میں اور ایک لندن میں) مقرر فرمائی ہوئی تھیں۔ آپ ہم غلاموں کی حوصلہ افزائی فرماتے ہوئے ہمارے مشورہ کو عموماً قبول فرما لیتے تھے۔ مشکل مقامات کے بارہ میں عام طور پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام یا حضرت خلیفہ اول یا حضرت میر محمد اسحاق صاحب رضی اللہ عنہما کے ترجمہ سے مدد لیتے۔ اگر مذکورہ بالا مصادر سے مدد نہ مل سکتی تو دونوں کمیٹیوں کو گہری تحقیق کا حکم فرماتے۔ پھر اس تحقیق پر گہری جرح فرماتے۔ بعض دفعہ ایک ایک آیت پر ہفتوں بلکہ مہینوں تحقیق و تمحیص ہوتی رہتی تھی۔ آخر جب پورا انشراح ہو جاتا تو مشورہ قبول فرماتے۔ اس سلسلہ میں آپ نے لندن کمیٹی کے ساتھ سینکڑوں میٹنگز کیں جو سینکڑوں گھنٹوں پر مشتمل تھیں۔

تالیف وتصنیف سے منسلک احباب خوب جانتے ہیں کہ کتب کے آخری مراحل کتنے کٹھن ہوتے ہیں اور حضور تو اس ترجمہ کی طباعت سے ایک سال قبل ہی بیمار ہو گئے تھے۔ بیماری میں ہی اس کی طبع اول ہوئی اور طبع ثانی بھی۔ پھر طبع ثانی سے قبل سخت بیماری کے دوران ہی آپ نے نظر ثانی کے علاوہ سورتوں کے مفصل تعارفی نوٹس اور مختصر تفسیر لکھوائی۔ جزاہ اللہ احسن الجزاء۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضور رحمہ اللہ تعالیٰ پر ہر روز نئے سے نئے معارف کھولے جاتے تھے اس لئے ترجمہ قرآن کے دوران آپ بار بار ترامیم فرماتے تھے۔ اس حقیقت کی طرف توجہ مبذول کرنے کی غرض سے ایک دن حضورؒ نے بغیر کسی تفصیل کے ہمیں حضرت مولانا ذوالفقار علی خان صاحب گوہر رضی اللہ عنہ کی درج ذیل روایت ارسال فرمائی۔

"شیخ عبد الرشید صاحب میرٹھی جو میرے ہم زلف ہیں ...... قرآن شریف طبع کر رہے تھے اور بار بار حضرت اقدسؑ کو لکھتے تھے کہ حضرت مولوی نورالدین صاحب (خلیفہ اول رضی اللہ عنہ) کا ترجمہ دلوا دیں۔ حضور نے ہر دفعہ مولوی صاحب کو پیام بھیج دیا کہ دے دیں۔ میں جو ایک بار آیا، غالباً ۱۹۰۷ء میں، تو میں نے زبانی حضورؑ سے دروازہ زنانہ پر کھڑے ہو کر (اطلاع حضورؑ کو آمد کی بھجوائی تھی۔ حضور باہر تشریف لے آئے) عرض کیا کہ شیخ عبدالرشید صاحب نے کوئلہ کا کام ختم کر کے ۷ ہزار روپیہ طباعت قرآن شریف پر صرف کرنے کا سامان کر لیا ہے۔ ترجمہ حضرت حکیم الأمۃ کا چاہیئے ہے۔ حضور نے فرمایا کہ کئی بار میں نے کہلا بھیجا ہے۔ آپ خود جا کر میری طرف سے کہدیں کہ ترجمہ دیدیں .... میں نے حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ سے ترجمہ کے بابت عرض کیا۔ فرمایا کہ ابھی بتاتا ہوں اور ترجمہ اندر سے منگایا اور مجھے دکھایا۔ جا بجا کثرت سے اصلاح و ترمیم تھی۔ فرمایا کہ میں کیا شائع کروں۔ روزانہ قرآن شریف کے ایسے عجیب معارف حضرت اقدس کی زبان مبارک سے سنتا ہوں کہ روز ترمیم کرنا پڑتی ہے۔ ایسی صورت میں کیا چھپواؤں؟ اچھا ایک پارہ لے جایئے اور ترجمہ شائع کرایئے۔ دیکھتے ہیں لوگ کیا کیا اعتراض کرتے ہیں۔" (رجسٹر روایات جلد نمبر ۶ صفحہ ۳۷۵ روایت حضرت مولانا ذوالفقار علی خان صاحب گوہر رضی اللہ عنہ)

ترجمۃ القرآن کلاس

ترجمۃ القرآن کلاس کے چشمۂ فیض سے جہاں ایک عالم کو سیراب فرمایا وہاں حضور نے ہم غلاموں کو بھی از رہِ شفقت اپنے حلقۂ درس میں زانوئے ادب طے کرنا کا موقعہ دیا اور یوں ہماری تعلیم و تربیت کی کوشش فرمائی۔ اس غرض کیلئے آپ دورانِ درس کبھی کبھی کوئی سوال بھی پوچھتے۔

کھیل

کھیل سے اور خاص طور پر کبڈی سے حضورؒ کی دلچسپی محتاجِ بیاں نہیں۔ لیکن اس میں بھی آپ کا مقصد اعلیٰ یہی نظر آتا ہے کہ خدا کی رضا کے لئے اسکے دین کی خدمت کے لئے جسمانی صحت کا خیال رکھا جائے نیز ساتھی کھلاڑیوں کی تربیت کر کے انہیں دین کی طرف لایا جائے۔ حضور کے مسند خلافت پر متمکن ہونے سے قبل اکثر دل میں خیال آتا تھا کہ یہ کھلاڑی لڑکے تو اکثر دین سے دور ہیں پھر بھی آپ ان کو اتنا وقت کیوں دیتے اور ان سے اتنا اظہار تعلق کیوں کرتے ہیں؟ لیکن بعد میں جب انہیں کھلاڑیوں کو دیکھا کہ آپ کے زیر سایہ بالکل بدل گئے ہیں اور آپ کی خلافت کے بعد تو ان میں سے اکثر دین کے شیدائی بن گئے ہیں تو اس وقت کھلا کہ آپ تو ان کھلاڑیوں کے ساتھ بھی فَصُرْهُنَّ اِلَيك والا ابراہیمی نسخہ استعمال فرما رہے تھے۔

۱۹۹۳ میں خدام الاحمدیہ جرمنی کے اجتماع کے موقعہ پر جرمنی کی نیشنل عاملہ کے بعض ممبران نے حضور کے قافلہ کو کبڈی میچ کا چیلنج دیدیا۔ حضور کی خدمت میں بات پہنچی تو آپ نے قافلہ والوں کو فرمایا کہ ضرور کھیلیں۔ چنانچہ میچ ہوا اور جرمنی کی نیشنل عاملہ جیت گئی۔ اس پر حضور نے اعلان فرمایا کہ اب اگلے سال پھر مقابلہ ہوگا۔ اگلے سال حضور نے جرمنی جانے سے چندروز قبل اپنے قافلے کو میچ کے لئے تیاری کرنے کا حکم دیا۔ حضور ہماری fitness کے بارہ میں فکرمند تھے۔ عاجز کو یاد ہے کہ بیلجئم مشن میں قیام کرنے کے بعد جرمنی کے لئے روانہ ہونے سے قبل حضور نے احباب جماعت کو شرف مصافحہ بخشتے وقت مجھے بلا کر فرمایا: آپ کا پیٹ بڑھا ہوا لگتا ہے۔ آپ فٹ نہیں لگتے؟ عاجز نے معذرت کی اور عرض کی کہ الحمد للہ کسی حد تک فٹ ہوں۔

بعد ازاں میچ والے دن قبل دوپہر حضور نے اپنے قافلہ کے ممبران کو جمع کر کے کبڈی کے مختلف داؤ پیچ سکھائے کہ "چھا" کیسے ڈالتے ہیں۔ ٹانگوں سے کیسے پکڑتے ہیں۔ "جاپھی" سے ٹانگیں کیسے بچاتے ہیں وغیرہ۔ پھر فرمایا کہ اب ہر ایک باری باری میرے ساتھ یہ داؤ آزمائے۔ جب میں حضور کی ٹانگوں کی طرف لپکا تو آپ نے اپنے ہاتھوں کو ذرا سا باہر کی طرف گھمایا اور تھوڑا سا پیچھے ہٹے تو میں زمین پر آ رہا۔ خاکسار اور دیگر ممبران قافلہ نے بھی محسوس کیا کہ حضور کا جسم مبارک خدا تعالیٰ کے فضل سے اس عمر مبارک میں بھی باقاعدہ کسرت کرنے والے جوانوں کی طرح مضبوط تھا۔ میچ ہوا اور قافلے کی ٹیم جیتی تو حضور بہت خوش ہوئے۔ اس پر جرمنی والوں نے کہا کہ آئندہ سال پھر مقابلہ ہو، تو آپ نے فرمایا کہ اب حساب برابر ہو گیا ہے اور اتنا کافی ہے۔

کھیل کے حوالے سے ایک اور بات خاکسار نے یہ مشاہدہ کی کہ حضور کو اسلام آباد کی ٹیم سے خاص محبت تھی۔ شاید اس کی ایک وجہ یہ بھی ہو کہ اسلام آباد کی ٹیم اکثر واقفین زندگی یا ان کے بچوں پر مشتمل تھی۔ ایک دفعہ خدام الاحمدیہ کے ایک اجتماع پر جلنگھم اور اسلام آباد کی والی بال ٹیموں کے درمیان فائنل میچ ہو رہا تھا۔ مقابلہ سخت تھا۔ پہلی گیم جلنگھم والے جیت گئے۔ حضور کی گفتگو سے یہ بات مترشح تھی کہ آپ کی ہمدردیاں اسلام آباد کی ٹیم کے ساتھ ہیں۔ آخر کار جب اللہ تعالے نے ہمیں جیت سے ہمکنار کیا تو حضور کی خوشی دیدنی تھی۔ حضور نے از رہ شفقت ہمارے ایک ایک کھلاڑی کو شاباش دی اور نمایاں کھلاڑیوں کو خاص شفقت سے نوازا۔

خلیفۂ وقت کی قربت کے حصول کا طریق

عربوں کی مناسبت سے حضور کا ایک اہم ارشاد یاد آیا جو یقیناً ہر مومن کے لیے نبراسِ راہ ہے۔

باقی صفحہ نمبر ۱۸ پر ملاحظہ فرمائیں

خلافت رابعہ کے اکیس سالہ دور میں

جماعت احمدیہ پر خدا تعالیٰ کے ان گنت احسانوں میں سے چند کا مختصر تذکرہ

(سید ساجد احمد، امریکہ)

حضرت مسیح پاک علیہ السلام نے فرمایا ہے:

ہمیں اس یار سے تقویٰ عطا ہے
نہ یہ ہم سے کہ احسان خدا ہے

اس شعر میں آپ نے اپنے اتقا کو اپنی کوشش، محنت، ریاضت اور عبادت سے منسوب کرنے کی بجائے خدا تعالیٰ کا احسان قرار دیا ہے۔ اور پھر چند اشعار کے بعد ہی مزید فرمایا:

مجھے تقویٰ سے اس نے یہ جزا دی

حالانکہ آپ بخوبی یہ فرما سکتے تھے کہ:

مرے تقویٰ کی اس نے یہ جزا دی

جو اس نظم کی بحر کی ضرورت بھی پوری کرتا ہے اور اس نظم کے وزن کے مطابق بھی ہے، لیکن آپ نے فرمایا:

مجھے تقویٰ سے اُس نے یہ جزا دی

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ ہمیشہ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے شعروں میں ایک ایسی سچائی ہے جو ایک نبی کے کلام میں ہی ممکن ہے۔ یہی سچائی اور حقیقت اس شعر میں بھی ہے۔

چنانچہ نہ صرف خلافت رابعہ بذات خود بلکہ خلافت رابعہ کی سب ترقیاں اور کامیابیاں درحقیقت حضرت باری تعالیٰ کے عطا فرمودہ انعام اور احسان ہیں۔

ان احسانوں کا ادراک کرنے والے ذہن، اور ان کی پہچان کرنے والی آنکھیں اور بطور تحدیث نعمت ان احسانوں کا ذکر کرنے والی زبانیں، اوران انعاموں کے شکریہ کے طور پر خداوند باری کی حمد سے بھرپور دل، یہ سب بھی خدا کا احسان ہیں، اور ان احسانوں کے تاقیامت جاری و ساری رہنے اور ان سے مستفیض ہوتے رہنے کا ذریعہ ہیں۔ اَللّٰھُمَّ زِدْ فَزِدْ۔

......☆......☆......

ابتدائے آفرینش سے ہر نئے خلیفہ نے، چاہے بطور نبی کے یا بطور نبی کے جانشین کے، اپنے آپ کو اپنے سے پہلے گزرے ہوئے خلفاء سے مختلف دنیا، مختلف حالات اور مختلف مسائل کا سامنا کرتے ہوئے پایا تاکہ ﴿کُلَّ یَوْمٍ هُوَ فِي شَاْنٍ﴾ (۵۵:۳۰) کے مطابق خداوند کریم کا پیارا چہرہ ہر خلیفہ کے دور میں نئی اور دلفریب شانوں کے نظاروں کو اپنے دامن میں لئے صفحۂ ہستی پر ظاہر ہو۔ تاریخ عالم اس بات پر گواہ ہے کہ ہر نئے آنے والے کے ہاتھوں بنی نوع انسان کی اخلاقی اور روحانی ترقی کے نئے دروازے کھلے اور تاریخ اس خلافت کے زیر اثر فوری طور پر یا کچھ عرصے بعد پہلے سے معلوم پیشین گوئیوں کی مطابقت میں نئے جغرافیائی و سیاسی دور میں داخل ہوئی۔ خلافت رابعہ کے آغاز میں بھی گردش دوراں نے جماعت اور دنیا کو ایک منفرد مقام پر پایا اوراس کے اکیس سالہ دور کے اختتام پر جماعت کو پہلے سے کہیں زیادہ ملکوں میں پھیلے اورترقی یافتہ اوردنیا کو سیاسی اور معاشرتی لحاظ سے پہلے سے بہت بدلا ہؤا اور ایک نئے موڑ پر کھڑے دیکھا۔

......☆......☆......

ہر زمانے کے مختلف حالات کے لحاظ سے یہ بھی ضروری ٹھہرا کہ ہر نیا خلیفہ اپنے مزاج، اپنی عادات، اپنے طور اطوار، اپنے مشاغل، اپنی دلچسپیوں، اپنے تعلقات میں پہلے خلفاء سے مختلف ہو۔ یہی فرق ہم خلفاءِ راشدین میں دیکھتے ہیں اور یہی امتیاز ہم خلفاءِ مسیح محمدی میں پاتے ہیں۔ ایک میں یہ صفت چمکتی تھی تو دوسرے میں وہ خوبی تاباں تھی۔ سب نور خیز ستارے تھے اور خداوند کریم کے پیارے تھے۔ یہ سلسلہ انشاء اللہ اسی طرح قیامت تک چلتا چلا جائے گا۔

حضرت مرزا طاہر احمد رحمہ اللہ ایک زبردست، اثر انگیز، انقلاب آفریں مقرر تھے لیکن سامعین کو لوٹ مار اور تخریب کاری پر اکسانے کی بجائے، انہیں صبر و تحمل کے ساتھ اپنی منزل کی طرف رواں دواں رہنا سکھایا۔ وہ ایک محقق مصنف تھے لیکن انہوں نے اپنی تحریر کو اپنی عظمت دکھانے کی بجائے قرآن و اسلام کی خوبیاں روشن کرنے کے لئے استعمال فرمایا وہ ایک سحر خیز شاعر تھے لیکن انہوں نے نفرتیں پھیلانے کی بجائے پیار و محبت بڑھانے والے گیت سنائے۔ وہ ایک مدبر لیڈر تھے لیکن اپنے عاشقوں کی ہمدردیوں کو خود غرضانہ سیاسی استحصال کی بجائے خدا اور رسول کا نام دنیا میں بلند کرنے کے لئے ابھارا۔ وہ ایک دعاگو، متقی اور پرہیزگار عارف باللہ تھے جن کی دعاؤں کو سنتے ہوئے خدا نے اپنے احسان سے جہاں کئی فرعونوں کو ڈبویا وہاں ان گنت سعید روحوں کو ابدی حیات کے جام پلا دئے۔

ملّت کے اس فدائی پہ رحمت خدا کرے

......☆......☆......

ہر خلیفہ منصب خلافت پر فائز ہونے سے پہلے عوام کی نظر میں عام انسانوں میں سے ایک عام انسان ہوتا ہے۔ زیرک نگاہیں اس کی خوبیوں کو اس کے بچپن سے دیکھ رہی ہوتی ہیں، اور بہت سے لوگوں پر ازدیادِ ایمان کے لئے اس کی حقیقت بمرضیٔ مولیٰ بذریعہ خواب و کشف و الہام ظاہر بھی کردی جاتی ہے۔ میرے آبا میں اس کی مثال یہ ہے کہ میرے دادا محترم سیّد محمد یوسف مرحوم اپنی وفات (۱۹۶۵ء) سے قبل اپنے بچوں کو تاکیداً فرمایا کرتے تھے کہ میرے بعد (حضرت) مرزاناصر احمد (رحمہ اللہ تعالیٰ) کا خاص خیال رکھنا۔ گویا جہاں انہیں ان کے منصب خلافت پر فائز ہونے کا علم تھا وہاں انہیں یہ احساس بھی تھا کہ وہ ان کا دور خلافت نہ پا سکیں گے۔ ہمارے مخالفین خدا کے ایسے احسانوں سے محروم ہونے کے باعث ان کے روحانی لطف اور چاشنی سے لا بلد ہیں۔ ان کے منہ کا مزا اتنا بدل چکا ہے کہ ہمارے ایسے احسانوں کا ذکر کرنے پر ہمارا مذاق اڑاتے ہیں۔ ان احسانوں کی تحدیث سے ہمارے ایمان بڑھتے ہیں۔ ان کے ایمان گھٹتے ہیں۔

کرگس کا جہاں اور ہے شاہیں کا جہاں اور

اپنا وقت پانے تک یہ دُرّ بے بہا اکثر عوام کی نگاہوں سے اوجھل ہوتا ہے، چنانچہ اس کے خلافت کے اہم مقام پر فائز ہونے پر کئی دلوں میں اس کی قابلیتوں اور صلاحیتوں کے بارے میں فکر پیدا ہوتا ہے۔ وقتی اثر کے نیچے وہ بھول جاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تو ہمیں فرماتا ہے ﴿تُؤَدُّوْا الْاَمٰنٰتِ اِلٰۤی اَهْلِهَا﴾ (۴:۵۹)، یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ خود ردائے خلافت اس کے سب سے زیادہ اہل کو نہ پہنائے؟

اس مقام پر فائز ہونے کے بعد اس بندۂ خدا کی بعض قوتیں اپنے اپنے وقت پر منصّۂ شہود پر آنا شروع کر دیتی ہیں، حتی کہ اس کے جانے پر ایک بار پھر جماعت اپنے آپ کو پہلے مقام پر کھڑا پاتی ہے اور محزون مومنین سوچ میں پڑ جاتے ہیں اور دعاؤں میں لگ جاتے ہیں کہ جانے والا تو بڑا عظیم تھا، یہ خلا کیسے پر ہو گا، اور کچھ لوگ حضرت عمرؓ کی طرح اس سے جدائی کا یارا ہی نہیں پاتے، یہاں تک کہ اس مشکل اور پر آزمائش وقت میں ابو بکرؓ صفت لوگ یقین اور معرفت کے مستحکم مقام پر کھڑے ہو کر پورے وثوق سے اِنَّ اللّٰہَ حَیٌّ لَا یَمُوْت (بخاری) کا اعلان کر کے مؤمنوں کے دلوں میں نئی زندگی کی روح پھونک دیتے ہیں، اور ﴿وَلَیُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا﴾ (۲۴:۵۶) کے صدق کا نظارہ ہر کس و نا کس کی نظروں کے سامنے لے آتے ہیں۔

جماعت احمدیہ کے تیسرے عظیم خلیفہ کی وفات پر جس ایک عام انسان نے ان کی جگہ لی، کریم خدا نے اسے اپنے احسان سے ایک عظیم خلیفہ بنا دیا، اور اس کی عزت اور وقار کو سب سعید روحوں کے دلوں میں جا گزین کر دیا، چاہے وہ سعید روحیں اپنی تھیں یا غیر۔

......☆......☆......

اس دورِ مسیح محمدی میں جماعت احمدیہ میں خلافت کا تقریباً سو سال سے مسلسل قائم رہنا حضرت مرزا غلامِ احمد قادیانی علیہ الصلوۃ و السلام کی صداقت کا زندہ و تابندہ آسمانی نشان اور الٰہی معجزہ ہے، جس کی ایک اہم کڑی خلافت رابعہ تھی۔

مسلمانوں کی پچھلے چند سو سالہ تاریخ پر نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی عظمت کے انحطاط کو دور کرنے کے لئے بہت سے مقبولِ عام لیڈروں نے بڑی گھمبیر تحریکیں چلائیں جو نصرت الٰہی سے خالی ہونے کے باعث محدود شور شرابے کے بعد تاریخ کے صفحات میں گم ہو کر رہ گئیں، سوائے تحریک احمدیت کے، جس کا قدم ہر طوفان کے بعد وقت کے دھارے نے ہمیشہ پہلے سے آگے پایا ہے۔ خلافت عثمانی کے مٹنے کے بعد کئی بار بہت اعلیٰ پیمانے پر مسلمانوں میں دوبارہ بین الاقوامی سطح پر خلافت قائم کرنے کی شدید کوششیں کی جا چکی ہیں اور کی جاتی رہتی ہیں جو کامیابی کے پھل لگنے سے محروم رہی ہیں کیونکہ سواد اعظم اور ان کے خود ساختہ لیڈر خدا کے مقرر فرمودہ امام کے انکار اور اس کی اطاعت سے انحراف کے نتیجے میں ﴿الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ عَمِلُوْا الصّٰلِحٰتِ﴾ (۲۴:۵۶) کے پیمانے پر اترنے کی سعادت سے محروم ہو چکے ہیں۔ خلافت احمدیہ کا استقلال و استحکام اور خلافت رابعہ میں، اس سے پہلے اور اس کے بعد، اس کی کامیابی و کامرانی ﴿وَلَیُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِیْنَهُمْ﴾ (۲۴:۵۶) کی پیشگوئی پورا کرتی ہے اور اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے ہر خواہشمند اور داعی کے لئے دعوت تدبر ہے۔

......☆......☆......

گو جماعت احمدیہ کے زمانۂ طفولیت سے ہی علماءِ سُوء جماعت احمدیہ کی مخالفت میں سرگرم اور اس کے مٹانے کے در پے رہے ہیں اور انہیں مختلف اوقات میں ارباب حکومت کی سر پرستی بھی حاصل رہی ہے لیکن خلافت ثالثہ کے دور میں پاکستان میں ذوالفقار علی بھٹو نے انہیں دستوری سہارا مہیا کر دیا اورجنرل ضیاء کی حکومت نے دستور میں مزید تبدیلیاں کر کے نہ صرف نہتّے اور بے بس احمدیوں کے خلاف ملانوں کے ہاتھ مضبوط کر دیئے بلکہ ضیاء نے جماعت احمدیہ کو سرطان قرار دیتے ہوئے اس کے مٹانے کا بیڑہ اپنے سر اٹھا لیا۔ ایک نہتی اور بے ضرر جماعت کو مٹانے کے لئے ملکی دستور میں بے جا مداخلت کی گئی۔ پاکستان کے ملانوں نے دوسرے اسلامی ملکوں بلکہ بعض غیر اسلامی ممالک پر بھی دباؤ ڈالا کہ وہ بھی اپنے ممالک میں ایسے ہی بنیادی انسانی حقوق کو پامال کرنے والے قوانین کا نفاذ کریں۔ اس طرح انہوں نے ملک ملک میں احمدیوں کے خلاف نفرتوں کے زہر پھیلائے اور جہاں تک ان کے لئے ممکن تھا اور جہاں تک ان کے بس میں تھا انہوں نے احمدیوں کی زندگی روئے زمین کے ہرکونے کھدرے میں اجیرن بنانے میں کوئی کسر نہ چھوڑی، یہاں تک کہ بعض صرف اس غرض سے دیار حرم کی دہلیز پر جا بیٹھے کہ احمدیوں کو فریضۂ حج سے روکنے کے ظلم کا کلنک اپنے ماتھے پر لگا سکیں۔

اپنے پیارے بندوں کو ان مشکل حالات میں خدا نے اپنے احسان سے خلافت رابعہ کی قیادت میں صبر ایوبی دکھانے کے لئے چن لیا۔ ایک طرف جہاں انہوں نے ہر درشتی اور پابندی کے مقابل پر استقامت کے بے مثال نمونے دکھائے، وہاں وہ ہر قسم کی انتہائی ظالمانہ پابندیوں کے باوجود جماعت کی عظمت کے جھنڈے کو بلند سے بلند تر کرتے چلے گئے۔ ایسی مہیب مخالفتیں بڑے سے بڑے حوصلوں کو پست کر دیتی ہیں اور چھوٹے اقلیتی گروہوں کو صفحہ ہستی سے نابود یا کم از کم صدیوں کے لئے بے بس اور لا چار کر دیتی ہیں، لیکن جماعت احمدیہ کا ترقی کے زینے پر مضبوطی اور سرعت سے ملک بملک، شہ بہ شہر، کوچہ بہ کوچہ بلندیوں کی طرف قدم بڑھائے جانا اور اس کے کسی چیدہ مخالف کا دار پہ لٹکایا جانا، یا فضا میں کسی کے پرخچے اڑ جانا، اس جماعت کا ایک اعلیٰ مدبر کے زیر سایہ، زیر بار اور زیر احسان ہونے کا روشن ثبوت ہے۔

......☆......☆......

دنیا کے رائج علوم میں یہ جانا اور پہچانا جاتا ہے کہ قوموں کی اچھی اور بری حالتوں کا، اور جیسے ماحول میں سے ان کا گزر ہوتا ہے اس کا، ان کے اخلاق اور رویے پر، حالات کے مطابق،

اچھا یا برا اثر پڑتا ہے۔ تنگ دستی و فراوانی، غلامی و آزادی، بے بسی و بالا دستی، قوموں کے اخلاق و اطوار پر منفی و مثبت اثر ڈالتے ہیں اور ان کو ان کے بنیادی اصولوں سے دائیں یا بائیں ہٹا دیتے ہیں۔ روئے زمین پر اس لحاظ سے احمدیوں کی مثال منفرد ہے کہ جماعت احمدیہ کے افراد نے اپنے اپنے ملک میں، ایک دوسرے سے مختلف معاشرتی اور سیاسی حالات میں رہنے کے باوجود، ظلم و جبر کے سامنے جس طرح صبر اور عزم دکھایا ہے اور اپنے احمدیہ اسلامی اخلاق اور معاشرتی اصولوں کی حفاظت کی ہے اور مخالفانہ دباؤ کے زیر اثر انہیں متشددانہ رویے میں تبدیل نہیں ہونے دیا، یہ آسمانی روشنی سے منور اور الٰہی ہدایت سے مُستنیر قیادت کے بغیر ممکن نہ تھا، نہ ہے اور نہ ہو سکتا ہے۔ ہم ہر روز اخباروں میں پڑھتے اور خبروں میں سنتے ہیں کہ لوگ معمولی خوشی یا بے حقیقت غم کے زیر اثر معاشرتی پابندیوں کی حدود کو بے دریغ توڑ دیتے ہیں، اور تشدد پسندی اور دہشت گردی اور انتشار پرستی پر اتر آتے ہیں۔ایسے عمل سے دشمن کے پاؤں اکھڑنے کا امکان ہو یا نہ ہو، وہ اسے زچ پہنچانے کے لئے خود اپنے پرخچے اڑانے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔لیکن احمدیوں کا اپنے قریبی عزیزوں کے نا واجب قتل، اپنی عبادت گاہوں کی ظالمانہ حرمتی اور اپنے مذہبی رہنماؤں پر غیر منصفانہ دشنام دہی کے مقابلے میں بدلہ نہ لینا اور قانون کو اپنے ہاتھ میں نہ لینا، اور رائج ملکی قانون اور متعلقہ انتظامیہ کو آزادانہ اپنی حقیت اور حقیقت ثابت کرنے کا موقع فراہم کرنا، صبر اور اطاعت کی وہ مثال ہے جس کا قیام اس صورت کے بغیر ممکن نہیں کہ اس جماعت کا قائد - اور اس قائد کی بے مثال اور کامل اطاعت میں اس کی جماعت- ایک نبی کی خداداد قوت قدسی کے زیر اثر تربیت یافتہ ہوں۔ ان کی یہ استقامت خدا داد نظام خلافت کی الٰہی برکت اور خدا کے وعدہ ﴿یَعْبُدُوْنَنِیْ لَا یُشْرِکُوْنَ بِیْ شَیْئًا﴾(۲۴:۵۶) کا اکمال ہے۔

.......☆.......

اسلام کی چودہ سو سالہ تاریخ پر نظر ڈالنے سے یہ بات بڑی واضح ہو کر سامنے آتی ہے کہ جو لوگ مسیح پاک کے زمانہ سے پہلے احیاء اسلام اور مسلمانوں کی خیر خواہی کے لئے کھڑے ہوئے، ان کے آثار اور نیک اثر کے نشان دنیا کے مختلف حصوں میں کسی نہ کسی صورت میں قائم رہے لیکن جو تحریکیں ظہور مسیح پاک کے وقت میں چلائی گئیں گو ان کے لیڈر کچھ کم بھاری بھرکم نہ تھے (مثلاً جمال الدین افغانی ۱۸۳۹ء-۱۸۹۷ء، محمد عبدہ ۱۸۴۹ء-۱۹۰۵ء، حسن البنا ۱۹۰۶ء-۱۹۴۹ء ، سید قطب ۱۹۰۶ء-۱۹۶۶ء، سر سید احمد خان ، ابو الاعلی مودودی ۱۹۰۳ء-۱۹۷۹ء ، لیکن ان علاقائی تحریکوں کو نہ تو ثبات حاصل ہو سکا اور نہ ہی وہ بین الاقوامی سطح پر پائدار روحانی یا اخلاقی تبدیلی پیدا کر سکیں۔اسلامی دنیا میں مثبت انقلاب لانے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا لیکن ہر نیا نظریۂ نجات پرانے نظریات کی جگہ لیتا چلا گیا، ہر نئی تحریک پہلی تحریک کو پس پشت ڈالتی چلی گئی۔ جب ایک طریق کارناکام ہوا تو آسمانی رہنمائی کی غیر موجودگی میں ایک اور تجویز اختیار کی گئی۔ ان تحریکوں میں سے کوئی بھی تحریک استقلال و استحکام پکڑنے یا کوئی دیر پا تبدیلی پیدا کرنے میں ناکام رہی۔ ان سب تحریکوں کے مقابل میں اسلامی دنیا میں صرف تحریک احمدیہ نے خلافت عَلٰی مِنْہَاجِ النُّبُوَّۃ کے پرچم کے سائے تلے مسلسل اپنی تعداد، پھیلاؤ، اور استحکام میں ترقی کی طرف قدم بڑھایا ہے اورخدا کے احسان سے ﴿اِنَّا نَاْتِی الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا﴾ (۱۳:۴۲، ۲۱:۴۵) کا نظارہ دنیا کے سامنے پیش کیا ہے۔ خلافت رابعہ کا دور جماعت احمدیہ کے سو سالہ دور کا صرف پانچواں حصہ تھا لیکن پھر بھی جماعت احمدیہ کی خلافت رابعہ کے دور میں اس کی انفرادی ترقی کے صرف پچھلے دس سالوں کے اعداد و شمار ہی ان لوگوں کے ادراک کی استعدادوں سے باہر ہیں جو اسے صفحۂ ہستی سے مٹانے کے خواب لئے تاک میں بیٹھے تھے۔ وہ اس عظیم انقلاب کی شدت اور وسعت کا اندازہ کرنے کی اہلیت سے ہی عاری ہیں جو بفضلہٖ تعالیٰ خلافت خامسہ اور آئندہ خلافتوں کے دور میں کس کس کو اور کیسے کیسے اپنی لپیٹ میں لے لے گا۔

.......☆.......

قوموں کی ترقی اور تنزل میں وسائل ابلاغ اور ذرائع مواصلات کو بنیادی حیثیت حاصل رہی ہے۔ اسی سال مجھے سابق امریکی ایڈمرل آرچی کلیمنز کو ملنے اور سننے کا موقع ملا۔ انہوں نے اپنی تصویروں اور وڈیو سے مؤید تقریر میں بتایا کہ اپنے دور میں انہوں نے سالانہ اربوں ڈالر خرچ کر کے بحری بیڑوں اور کشتیوں پر ایسا اعلیٰ نظام مواصلات قائم کر دیا کہ مثلاً جب ایک کشتی پر ایک فوجی کسی کا پاسپورٹ چیک کر رہا ہوتا ہے تو دوسری کشتی پر ایک اور فوجی کو بھی اس پاسپورٹ کی تصویر اور تحریر اسی طرح واضح نظر آرہی ہوتی ہے جیسے اپنی آنکھوں سے دیکھنے والے کو، اور یہ دوسرا دیکھنے والا اسی وقت اس تصویر کا نام پتہ کنفرم کر رہا ہوتا ہے، اور ان کے بیان کے مطابق، یہی ذرائع ابلاغ کی برتری ہے کہ امریکہ آج دنیا کے کسی بھی ملک کا بڑی آسانی سے فوجی احاطہ کر سکتا ہے۔ہم ایڈمرل کے خیالات کی روشنی میں جماعت احمدیہ کے وسائل ابلاغ کے استعمال کی طرف نظر کرتے ہیں تو ہم پر یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جماعت احمدیہ کی گزشتہ روایات کو قائم رکھتے ہوئے، خلافت رابعہ نے بھی جماعت احمدیہ کو باوجود اس کے کہ اس کی شاخیں دنیا کے تقریباً ہر ملک کے چھوٹے شہروں میں بھی ہیں اور بڑے شہروں میں بھی، اپنے محدود وسائل کے باوجود دنیا کی سب مذہبی جماعتوں بلکہ تمام اسلامی ملکوں سے بھی کئی سال آگے رکھا ہے۔یہ آپ کے دور خلافت میں قائم کردہ مسلم ٹیلیویژن احمدیہ MTA انٹرنیشنل کی برکت ہی تھی کہ آپ کی وفات کی خبر، اور پھر نئے خلیفہ کے انتخاب کی خبر، چند گھنٹوں کے اندر دنیا کے تقریباً ہر احمدی تک پہنچ گئی۔ خلیفۂ وقت کے خطبات، درس اور ملاقاتیں ساتھ ساتھ دنیا بھر میں اسی وقت دیکھے اور سنے جا سکتے ہیں جب کہ وہ وقوع پذیر ہو رہے ہوتے ہیں۔ خداوند قدیر کا جماعت احمدیہ پر ذرائع مواصلات میں سبقت لے جانے کا احسان بھی خلافت رابعہ کے بابرکت دور میں، گزشتہ صلحاء امت کی پیشگوئیوں کو پورا کرتے ہوئے، آسمان سے، لغوی اور معنوی دونوں لحاظ سے ظاہر ہؤا، اور سارے جہان کے مسلمانوں کے لئے، ان کے دیکھتے دیکھتے، ان کی آنکھوں کے سامنے، جماعت احمدیہ پر خدا تعالیٰ کے احسانوں، فضلوں اور رحمتوں کا حیران کن اور بے مثال امتیازی نشان بن گیا۔

جماعت احمدیہ کے اندرونی نظام ابلاغ و مواصلات کی بنیاد متعدد عوامل پر ہے۔ اس کی عمارت آپس میں خدا داد محبت کی وجہ سے آپس میں برادرانہ تعلق کی مضبوط بنیادوں پر کھڑی ہے۔ جماعت احمدیہ کے اراکین کے دلوں میں قرآنی وعدہ کے موافق خدا تعالیٰ کی موہبت کردہ محبت جاگزین ہے۔ ﴿وَ اَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِهِمْ﴾ (۸:۶۴) کا ایسا نظارہ ہے جو روئے زمین پر اور کہیں نہیں ملتا۔ اس الفت کا ثمرہ آپس میں برادرانہ تعلقات اور ایک دوسرے کے لئے قربانی کا جذبہ ہیں۔ احمدی ﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ﴾ (۱۱:۴۹) کی اس زمانہ میں منفرد مثال ہیں۔

قافلہ احمدیت ایک مضبوط اور محکم جماعتی نظام کے تحت کامیابی کی منزلوں کی طرف رواں دواں ہے۔ یہ نظام خود ساختہ لیڈروں کے سہارے کی بجائے اعزازی طور پر منتخب بے نفس عہدیداروں کی بے لوث خدمت اور عاجزانہ دعاؤں کے سہارے چلتا ہے، ایسے عہدیدار جن کے لئے افسری کی بجائے خدمت اصل فخر ہے، اور وہ سَیِّدُ الْقَوْمِ خَادِمُهُمْ کی زندہ تصویر، تفسیر اور تعبیر ہیں۔

ایسے حالات میں کہ جماعت احمدیہ کے نام نہاد مسلمان مخالفین جماعت احمدیہ کی مساجد کو مسمار کرنے اور خدا کے بندوں کو خدائے واحد کی عبادت سے روکنے کی کوششوں میں اپنی زندگیاں برباد کر رہے ہیں، خلافت رابعہ کے مبارک دور میں بھی، خداوند رحمان کے احسان سے، محلوں، گاؤں، قصبوں، شہروں اور ملکوں میں بہت ساری عظیم الشان اور بہت ساری سادہ و غریبانہ مساجد تعمیر ہوئی ہیں ، اور تبلیغی مراکز بنے ہیں جن میں جماعت احمدیہ کے اراکین مقامی، علاقائی، قومی اور بین الاقوامی سطح پر روزانہ، ہفتہ وار، ماہانہ، سالانہ جلسوں میں جمع ہو کر ایک دوسرے سے بھائی چارے کے تعلقات کو مسلسل مضبوط کرتے رہتے ہیں۔

جماعت احمدیہ نے جدید اور معروف ذرائع مواصلات (فون، فیکس، ٹیلی ویژن، انٹر نیٹ، پریس، اور ذرائع آمد و رفت) کو شیطانی قرار دے کر اپنے آپ کو ان کے فوائد سے محروم کرنے کی بجائے انہیں اپنا خادم بنا کر ان کے نیک استعمال سے اپنی تنظیم کو مضبوط اور مربوط کیا ہے اور اپنے مقاصد کے حصول میں آسانی پیدا کی ہے، اور ان سے خلیفہ وقت کی رہنمائی میں حتی المقدور استفادہ کیا ہے۔

جماعت احمدیہ کا نظامِ ابلاغ و مواصلات اس پہلو سے بھی اپنے اندر انفرادیت رکھتا ہے کہ جماعت احمدیہ کے اراکین نہ صرف یہ کہ دنیا کے تمام بر اعظموں کے پونے دو سو ممالک میں پھیلے ہوئے ہیں بلکہ ہر ملک کے صرف بڑے شہروں میں ہی نہیں بلکہ دور و نزدیک چھوٹے شہروں، گاؤں اور دیہات میں بھی بکھرے ہوئے ہیں۔ ان سب کا نہ صرف جماعتی نظام اور خلیفۂ وقت سے ایک عمومی تعلق ہونا بلکہ بوقت ضرورت کسی پیغام، خبر یا ہدایات کا بر وقت پہنچانے کی اہلیت ہونا نظام خلافت اور اس سے منسلک لوگوں میں خدا کی پیدا کی ہوئی دلی محبت کے بغیر نا ممکن ہے۔

......☆......

خلافت حقّہ احمدیہ کے مسیح پاکؑ کے ساتھ حتمی تعلق کے اظہار کے لئے ضروری ہے کہ:۔

وہ خزائن جو ہزاروں سال سے مدفون تھے
اب میں دیتا ہوں اگر کوئی ملے امیدوار

کی جھلک بھی خلافت احمدیہ میں اعلیٰ شان کے ساتھ گاہ بگاہ ظاہر ہوتی رہے۔ حضرت مرزا طاہر احمدؒ کے خطبات، تقریریں، تحریریں، سوال و جواب کی محفلیں خدا تعالیٰ کا علمی احسان تھیں۔ خاص طور پر آپ کی ضخیم اور عالمانہ، معرکۃ الآرا انگریزی تصنیف "Revelation, Rationality, Knowledge & Truth" بلا مبالغہ اس دور کا عظیم محققانہ معجزہ ہے جو اسلام کی حقیت کے محکم دلائل پر مشتمل ہے اور اسلام کی سچائی کا بذات خود ایک محکم نشان ہے۔

......☆......

جیسے خدا تعالیٰ نے پہلی خلافت کا آغاز اپنے کلمات کی تجلّی سے فرمایا، ویسے ہی اس نے اپنی ہر خلافت کو اپنے ان گنت ﴿وَ اِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا﴾ (۱۶:۱۹)، اور بے انتہا کلمات (۱۸:۱۱۰) کے اظہار سے مضبوط و مربوط فرمایا۔ فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ۔

خدا تعالیٰ کے ہم پر ہونے والے احسانوں پر ہم جتنا بھی شکر بجا لائیں کم ہے۔ اس شکر گزاری کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ جو اس چشمے سے محروم ہیں ہم انہیں اس کی خبر دیں اور مشرق و مغرب اور شمال و جنوب کے سب پیاسوں کو اس آب حیات سے سیراب کریں جس کا بیان ﴿اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا یُحْیِیْكُمْ﴾ (۸:۲۵) میں ہے۔ اس زمانے میں جب کہ قومیں علمی اور معاشی لحاظ سے نئی زندگی حاصل کر رہی ہیں، آیئے ہم درگاہ باری تعالیٰ میں عاجزانہ دعا کے ساتھ اس کا یہ احسان طلب کریں کہ دنیا کی سب قوموں کو نئی روحانی اور اخلاقی زندگی کا تحفہ خلافت احمدیہ کی وساطت سے ہمارے عاجز ہاتھوں سے ملے۔ آمین۔

❁❁❁..........❁❁❁

THOMPSON & CO SOLICITORS

Consult us for your legal requirements such as Immigration & Nationality, Conveyancing & Employment, Welfare Benefits, Personal Injury, Family & Ancillary Proceedings,, Wills & Probate, Criminal Litigation .

Contact:

Anas A.Khan, John Thompson Solicitors

1st floor 48 Tooting High Street

London SW17 0RG

Tel: 020 8333 0921+020 8767 5005

Fax: 020 8871 9398

Mobile: 0780-3298065

الفضل ڈائجسٹ

(مرتبہ : محمود احمد ملک)

اس کالم میں ان اخبارات و رسائل سے اہم ودلچسپ مضامین کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے جو دنیا کے کسی بھی حصہ میں جماعت احمدیہ یا ذیلی تنظیموں کے زیرانتظام شائع کئے جاتے ہیں۔ براہ کرم خطوط میں اپنے مکمل پتہ کے علاوہ فون نمبر بھی تحریر فرمائیں:

AL-FAZL DIGEST, 22 DEERPARK ROAD, LONDON SW19 3TL U.K.

”الفضل ڈائجسٹ“ کی ویب سائٹ کا پتہ یہ ہے:-

http://www.alislam.org/alfazal/d/

حضرت خلیفۃالمسیح الرابعؒ کی قبولیت دعا

روزنامہ ”الفضل“ ربوہ ۲۸/دسمبر ۲۰۰۲ء میں مکرم محمد ادریس شاہد صاحب کے قلم سے حضرت خلیفۃالمسیح الرابعؒ کی قبولیت دعا کا ایک اعجازی نشان شامل اشاعت ہے۔

مضمون نگار بیان کرتے ہیں کہ مجھے کچھ عرصہ بورکینا فاسو میں خدمت کی توفیق ملی۔ یہاں غانا سے آنے والے جماعتی وفود کے ذریعہ ۱۹۵۱ء میں جماعت قائم ہوچکی تھی مگر باقاعدہ مرکز نہ تھا۔ ۱۹۸۹ء میں مکرم مظفر احمد منصور صاحب بطور مربی سلسلہ وہاں تشریف لے گئے اور ۱۹۹۰ء میں خاکسار وہاں پہنچا۔ ۲۱/جون ۱۹۹۶ء کو خاکسار ایک سفر کے دوران گاڑی چلا رہا تھا۔ میرے ہمراہ مقامی معلم مکرم ابراہیم کندا صاحب اور میرا بیٹا فضل حق بھی تھے۔ مکرم کندا صاحب مکہ یونیورسٹی سے فارغ التحصیل تھے، جب واپس آئے تو حق سمجھ کر احمدیت قبول کرلی اور ساتھ ہی اپنی زندگی بھی وقف کردی۔ بورکینا فاسو میں وقف کرنے والے نوجوانوں کو جامعہ احمدیہ غانا میں مزید تعلیم کے لئے بھجوایا جاتا تھا لیکن کندا صاحب کو حضرت خلیفۃالمسیح الرابعؒ کی اجازت سے براہ راست سروس میں لے لیا گیا۔ اِنہیں عربی اور فرانسیسی کے علاوہ متعدد مقامی زبانوں پر عبور حاصل تھا اس لئے عموماً میرے شریک سفر ہوتے تھے۔ اس حادثے میں آپ کو شہادت کی منزل مل گئی اور مجھے بیہوشی میں ہسپتال پہنچایا گیا جہاں بیہوشی کے ساتھ ساتھ بائیں طرف فالج بھی گرنا شروع ہوگیا۔ اگرچہ ڈاکٹر مطمئن تھے کہ جب ہوش آئے گا تو باقی امراض ختم ہوجائیں گے لیکن جب مکرم ودراگو محمدی صاحب (ممبر آف پارلیمنٹ) نے اپنے ایک نیوروسرجن دوست کو ہسپتال لاکر میری حالت دکھائی تو ڈاکٹر صاحب نے ایک خاص زاویہ سے ایکسرے لیا اور بتایا کہ میرے دو مہرے اپنی جگہ پر نہیں ہیں اور اس کا علاج وہاں ممکن نہیں تھا۔ چنانچہ ڈاکٹر صاحب نے یورپ لے جانے کا مشورہ دیا۔

حضرت خلیفۃالمسیح الرابعؒ اُن دنوں کینیڈا کے دورہ پر تھے۔ جب حضورؒ کی خدمت میں صورتحال عرض کی گئی تو آپؒ نے ازراہ شفقت مجھے لندن بھجوانے کا ارشاد فرمایا۔ مکرم ڈاکٹر محمود بھنو صاحب مجھے اپنی نگرانی میں لندن لائے جہاں حضورؒ کی ہدایت پر نیوروسرجری ہسپتال سے پہلے ہی رابطہ ہوچکا تھا۔ علاج شروع ہوا، کچھ دن میں ہوش آگئی لیکن عام کیفیت قومہ کی سی تھی۔ انہی دنوں ایک طالبعلم ڈاکٹر نے وقف عارضی کیا تو حضورؒ نے اُن کی ڈیوٹی میرے ساتھ لگادی۔ جب مجھے ہسپتال سے گھر منتقل کیا گیا تو بھی ہوش وحواس پوری طرح قائم نہ تھے، سر کو سلاخوں کے سہارے سے سیدھا رکھ کر جکڑ دیا گیا تھا۔ مجھے حضورؒ کا پیغام ملا کہ جونہی وقت ملا، حضورؒ خود میرے پاس تشریف لائیں گے۔ یہ سن کر مَیں آبدیدہ ہوگیا اور پیغام بھجوایا کہ حضورؒ کی دعائیں پہنچ رہی ہیں، مَیں ٹھیک ہوکر خود حضورؒ کی خدمت میں حاضر ہوجاؤں گا۔

چند ہی دن میں خداتعالیٰ کے فضل سے مَیں نے چلنا پھرنا شروع کردیا۔ پھر جلسہ سالانہ برطانیہ کے لئے حضورؒ اسلام آباد تشریف لے گئے۔ جلسہ کے بعد جب واپس تشریف لائے تو اگلی صبح فجر کی نماز کے بعد پیغام بھجوایا کہ آج تو ہم نے ملنا ہی ملنا ہے، تم بتاؤ، تم آؤ گے یا مَیں آؤں؟ مَیں نے عرض کیا: یہ غلام حاضر ہوگا۔

مجھ سے ملنے والے ہر شخص کو ہدایت کی جاتی تھی کہ حادثہ اور معلم صاحب کی شہادت کا ذکر میرے سامنے نہ کیا جائے لیکن باتوں سے مجھے اندازہ ہوجاتا تھا کہ کوئی بات چھپائی جارہی ہے۔ بہرحال مَیں اپنے دو بیٹوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر حضورؒ کے دفتر میں داخل ہوا تو فرمایا: یہ کیا ہے، اگر یہ بات تھی تو مجھے کہہ دیتے، مَیں وہاں آجاتا۔ یہ سن کر مَیں نے دونوں ہاتھ چھوڑ دیئے اور سیدھا کھڑا ہوگیا، پھر خود ہی چل کر کرسی تک پہنچا۔ حضورؒ کے ساتھ خوب باتیں ہوئی۔

بعد میں ایک اَور ملاقات میں حضورؒ نے فرمایا کہ اس قسم کے حادثات بہت کم ہوتے ہیں اور اس حالت کو میڈکل زبان میں Hang up Twice یعنی دو دفعہ پھانسی دیئے جانے کے الفاظ سے ظاہر کیا جاتا ہے۔ فرمایا کہ جب مجھے ان حالات کا علم ہوا تو مَیں نے سوچا افریقن قوم توہم پرست ہے، اگر حادثہ کا نتیجہ کوئی اَور نکلا تو بہت نقصان ہوگا اس لئے مَیں نے خصوصی توجہ سے دعا کی تو جواب ملا کہ ٹھیک ہوجائے گا۔ اس لئے خطرناک رپورٹوں کے باوجود مجھے یقین تھا کہ خدا نے جو کہا ہے، وہی ہوگا۔

دو ماہ بعد لوہے کی سلاخوں کا پنجرہ اتار دیا گیا اور تین ماہ بعد ہسپتال سے مکمل فراغت ملی۔ آخری دن بڑے ڈاکٹر سے ملاقات ہوئی تو مَیں نے کہا کہ ٹانگیں بہت بھاری محسوس ہوتی ہیں۔ وہ ہنسے اور کہنے لگے کہ جن چیزوں کے متعلق ہمیں یقین نہ تھا، وہ تو ٹھیک ہوگئی ہیں، یہ تو معمولی بات ہے۔ پھر کہنے لگے کہ ۱۹۶۸ء سے یہ ہسپتال قائم ہے اور اس کیس میں تم پہلے شخص ہو جو اپنے پاؤں پر چل کر جارہے ہو۔ اس پر مَیں نے انہیں بتایا کہ آپ نے تو میرا وہی علاج کیا ہے جو دوسروں کا کرتے رہے ہیں لیکن جو زائد چیز مجھے ملی ہے وہ حضورؒ کی دعائیں ہیں۔

دوسری طرف بورکینا فاسو میں اس حادثہ کے بعد مخالفین خوشیاں منارہے تھے۔ ایک مخالف الحاج محمود جو ہمارے مرکز کے سامنے ہی اپنا مرکز بنائے بیٹھے تھے، خود احمدیوں کے گھروں میں ٹیلیفون کرکے اس حادثہ کی اطلاع دے رہے تھے۔ پھر یہ مشہور کیا گیا کہ جو شخص احمدیت کا پیغام لایا تھا، اُسے اس کی سزا مل گئی ہے اور مقامی معلم کو تو یہاں دفنا دیا گیا لیکن اُس کی (یعنی میری) نعش تدفین کے لئے پاکستان بھجوادی گئی ہے۔ ابھی یہ خوشیاں جاری تھیں کہ جماعت احمدیہ کی طرف سے ریڈیو پر اعلان کروایا گیا کہ ہمارے امیر صاحب صحتیاب ہوکر فلاں دن واپس آرہے ہیں۔ چنانچہ مَیں وہاں پہنچا تو آدھی رات ہونے کے باوجود ایئرپورٹ پر بہت زیادہ تعداد تھی۔ جب مَیں حادثہ والے علاقہ میں پہنچا تو لوگ حیران تھے اور جس حالت میں مجھے منتقل کیا گیا تھا اور جو افواہیں وہ بعد میں سنتے رہے تھے، اُن کے نتیجہ میں مجھے دیکھ کر اُن کے چہروں پر خوشی اور حیرانی کی لہر دوڑ گئی۔

بورکینا فاسو کے جلسہ سالانہ ۱۹۹۷ء سے حضورؒ نے MTA کے ذریعہ براہ راست خطاب فرمایا جس میں میرے حادثہ اور شفایابی کا بھی ایمان افروز تذکرہ فرمایا۔ انہی دنوں غانا سے ایک تجارتی وفد برکینا فاسو آیا جس کے سربراہ ایک غانین احمدی تھے۔ اُن کے ذریعہ وفد کو کھانے پر بلایا گیا۔ کھانے کے بعد اُنہیں حضورؒ کا جلسہ والا خطاب بھی سنایا گیا۔ اس وفد میں شامل ایک عیسائی دوست نے اُسی وقت بیعت کرلی اور کہا کہ معجزے خداتعالیٰ یہاں دکھا رہا ہے، ہم کہاں پھر رہے ہیں۔ بعد میں وہ غانا سے ایک بار پھر صرف مجھے ملنے کے لئے آئے۔

سری لنکا میں احمدیت کا آغاز

روزنامہ ”الفضل“ ربوہ ۸/جنوری ۲۰۰۳ء میں شامل اشاعت ایک مضمون میں مکرم منور احمد صاحب کے قلم سے سری لنکا میں احمدیت کے آغاز پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

سری لنکا کا سابقہ نام سیلون ہے۔ اس جزیرہ کی لمبائی ۴۴۰/ کلومیٹر اور چوڑائی زیادہ سے زیادہ ۲۲۰/ کلومیٹر ہے۔ آبادی دو کروڑ سے زائد ہے اور کولمبو اس کا دارالحکومت ہے۔ یہ ملک قدرتی جنگلات، ہاتھیوں کے دیس، پام کے درختوں اور خوبصورت ساحلوں کی وجہ سے سیاحوں کے لئے دلچسپی رکھتا ہے۔ چائے، ربڑ، پان اور ناریل مشہور پیداوار ہیں۔ تامل اور سنہا دو بڑی زبانیں ہیں۔ سنہالی بولنے والے ۷۰ فیصد ہیں جو بدھسٹ ہیں۔ تامل بولنے والوں میں ہندو، عیسائی اور مسلمان شامل ہیں۔ کرنسی کا نام روپیہ ہے۔

سری لنکا میں احمدیت کا نفوذ حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی میں ہی ہوگیا تھا اور کولمبو کی مرڈانہ مسجد کے خطیب امام حضرت مولانا عبدالعزیز نے اپنی بیعت کا خط بھی ۱۹۰۷ء میں حضرت اقدسؑ کو ارسال کردیا تھا۔ انہوں نے ”مسلم گارڈین“ کے دسمبر ۱۹۰۷ء کے شمارہ میں احمدیت کے بارہ میں ایک مضمون بھی لکھا تھا۔ اُن کی وفات ۱۹۱۵ء میں ہوئی اور تدفین مرڈانہ کی مسجد کے احاطہ میں کی گئی۔

۱۹۱۵ء میں حضرت صوفی غلام محمد صاحبؓ نے ماریشس جاتے ہوئے کولمبو میں بھی تین ماہ قیام فرمایا اور ”ینگ لٹریری ایسوسی ایشن“ کے زیراہتمام کئی لیکچرز دیئے۔ ۲۵/اپریل کو انہوں نے ایک پبلک جلسہ سے خطاب کیا۔ آپؓ کی تقریر کا ترجمہ Mr. T.K.Lye نے کیا۔ خطاب کے بعد مترجم سمیت کئی افراد نے بیعت کی سعادت پائی اور اس طرح کولمبو میں قریباً تیس اراکین پر مشتمل جماعت احمدیہ کا قیام عمل میں آیا۔ اس ابتدائی جماعت کے صدر مکرم T.K.Lye اور سیکرٹری مکرم B.K. Lye تھے جبکہ خزانچی مکرم C.H.Mantara مقرر ہوئے۔

حضرت صوفی صاحبؓ نے سری لنکا کے دوسرے شہر کینڈی میں ”کینڈی ینگ ایسوسی ایشن“ کے زیراہتمام بھی جلسوں سے خطاب کیا۔ ایک جلسہ کا احوال ”سیلون انڈی پنڈنٹ“ نے ۱۳/مئی ۱۹۱۵ء کی اشاعت میں شائع کیا۔ ۱۹۲۰ء میں جماعت سری لنکا نے Slave Island میں جگہ حاصل کرکے ابتدائی مرکز قائم کیا۔

ستمبر ۱۹۲۰ء میں حضرت سردار عبدالرحمٰن صاحبؓ بھی کولمبو تشریف لے گئے اور ٹاؤن ہال میں پبلک لیکچر دیا۔ مولوی A.P.Ibrahim صاحب سری لنکا میں پہلے احمدی مبلغ انچارج مقرر کئے گئے۔ ۱۹۲۳ء میں نگومو میں دس ممبران کے ساتھ جماعت کا قیام عمل میں آیا اور یہیں پر ۱۹۳۲ء میں پہلی احمدیہ مسجد تعمیر ہوئی جس کے ساتھ وسیع گراؤنڈ اور قبرستان بھی ہے۔ اب یہاں پر ملک کی سب سے بڑی جماعت ہے۔

۱۰/اکتوبر ۱۹۲۷ء کو حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ سری لنکا تشریف لائے اور کئی پبلک لیکچرز دیئے اور ایک بدھ راہب اور ایک عیسائی پادری سے مباحثے بھی کئے جن کے نتیجہ میں جماعت کو بہت پذیرائی ملی۔

محترم مولوی بی عبداللہ صاحب ۱۹۳۷ء میں کیرالہ (انڈیا) سے سری لنکا تشریف لائے۔ اس وقت تک کولمبو اور نگومو کے علاوہ گیمپولا میں بھی احمدیہ مراکز قائم ہوچکے تھے۔ انہوں نے ۱۹۵۱ء تک بہت خدمات انجام دیں اور ہر جگہ پہنچ کر احمدیت کا پیغام پہنچایا۔ انہیں عربی، اردو، ملائی، تامل اور انگریزی زبانوں پر عبور حاصل تھا۔

محترم مولوی محمد اسماعیل منیر صاحب

روزنامہ ”الفضل“ ربوہ ۲۳/جنوری ۲۰۰۳ء میں شامل اشاعت مکرم چودھری محمد علی صاحب کی ایک نظم سے انتخاب ہدیۂ قارئین ہے:

روح کے جھروکوں سے اذن خودنمائی دے
مجھ کو بھی تماشا کر ، آپ بھی دکھائی دے
تُو نے دردِ دل دے کر میری سرفرازی کی
اب اے درد کے داتا! درد سے رہائی دے
بولنے کی ہمت دے بے صدا مکانوں کو
اب تو بے زبانوں کو اذن لب کشائی دے

۶/اگست ۱۹۵۱ء کو سری لنکا تشریف لائے اور ۸/اپریل ۱۹۵۸ء تک وہاں متعین رہے۔ اس دوران ’’اسلامی اصول کی فلاسفی‘‘ کا سنہالی ترجمہ بھی پانچ ہزار کی تعداد میں شائع کیا گیا جس کی اشاعت کا تمام خرچ مکرم ڈاکٹر اے۔ سی۔ ایم سلیمان صاحب نے اٹھایا۔ کئی دیگر کتب بھی شائع کی گئیں اور ان کتب کی افتتاحی تقاریب میں حکومت کے وزراء اور اعلیٰ افسران بھی شرکت کرتے رہے۔ ۱۹۷۸ء میں مکرم مولوی محمد عمر صاحب بطور مرکزی مبلغ وہاں بھجوائے گئے۔ اسی دوران نگومو کے ایک احمدی محترم رشید احمد صاحب کو شہید کر دیا گیا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے ۱۹۸۳ء میں کولمبو کا دورہ فرمایا اور ۱۹۸۵ء میں محترم ڈاکٹر عبدالسلام صاحب نگومو کے احمدیہ مرکز میں تشریف لائے۔ اس وقت سری لنکا میں پانچ احمدیہ مراکز قائم ہیں اور تین مقامی مبلغین کام کر رہے ہیں۔ نیشنل صدر مکرم NAM Zafarullah صاحب ہیں۔

……۞……۞……۞……

حضرت حکیم عبدالصمد صاحب دہلویؓ

روزنامہ ’’الفضل‘‘ ربوہ ۱۳/جنوری ۲۰۰۳ء میں حضرت حکیم عبدالصمد دہلوی صاحبؓ کے حالات زندگی اُن کی بیٹی مکرمہ مبارکہ مسعود صاحبہ کے قلم سے شامل اشاعت ہیں۔

آپؓ حکیم محمد عبدالغنی صاحب ولد حکیم محمد بلاقی مہتمم شاہی دواخانہ قلعہ دہلی کے ہاں دہلی میں پیدا ہوئے۔ اہل حدیث مسلک تھا۔ گھر پر ابتدائی تعلیم کے بعد کئی مدارس اور علماء سے استفادہ کیا۔ ایک رات تفسیر جلالین پڑھتے ہوئے اُس آیت پر اٹک گئے جس میں حضرت عیسیٰؑ کی وفات کا ذکر ہے۔ اپنے استاد سے پوچھا تو انہوں نے جواب دینے کی بجائے معروف عقیدہ بیان کر دیا۔ آپ دوسرے استاد کے پاس گئے تو انہوں نے بھی جھڑک دیا اور کہا کہ ایک تُو ہے اور دوسرا مرزا ہے جس کو اس آیت کا جنون ہے۔ ایک اَور استاد سے حضرت مرزا غلام احمد صاحب کے بارہ میں مزید معلومات ملیں۔ جب حضورؑ دہلی تشریف لائے تو آپ نے حضورؑ کو دیکھتے ہی پہچان لیا کہ یہ سچے کا چہرہ ہے اور بیعت کر لی۔

بیعت کے بعد مخالفت کا طوفان اٹھا۔ والدین نے بات کرنا چھوڑ دی۔ کھانا مل جاتا تو کھا لیتے ورنہ روزہ رکھتے۔ اکثر چنے کی دال بھگو کر کھا لی۔ کئی بار آپؓ کو زہر دے کر اور حملہ کر کے مارنے کی کوشش کی گئی لیکن خدا تعالیٰ نے ہمیشہ آپؓ کو بچا لیا۔ آپؓ کے مویشیوں کے باڑہ کی گھاس پھونس کی چھت کو آگ لگانے کی بھی متعدد کوششیں ہوئیں لیکن ناکام رہیں اور آگ خود ہی بجھ جاتی رہی۔ کئی بار غیبی آواز کے ذریعہ آپؓ کی راہنمائی کی گئی اور دشمن اپنے منصوبہ میں ناکام ہو گیا۔ آپؓ صاحب رؤیا و کشوف اور دعاگو بزرگ تھے۔ دعا کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے کئی بار آپؓ کو غیب سے کھانا کھلایا۔

آپؓ کی بیٹی نے ایک بار آپؓ سے پوچھا کہ دعا کیسے قبول ہوتی ہے۔ فرمایا: رزق حلال کھاؤ، دل میں خوف خدا ہو، اللہ تعالیٰ پر توکل ہو، پاک صاف رہو اور ہمیشہ سچ بولو۔ آپؓ ایک حاذق حکیم تھے لیکن سودخوروں سے جو فیس لیتے تھے وہ گھر کی بجائے غرباء پر خرچ کرتے تھے۔

قیام پاکستان کے بعد آپؓ لاہور آگئے پھر پنڈی گئے اور وہاں سے کراچی جانے کا ارادہ کیا لیکن کرایہ کی رقم نہ تھی۔ دعا کی تو ایک شخص نے راستہ میں روک کر کچھ رقم پیش کی اور کہا کہ اُس نے کسی زمانہ میں آپؓ سے علاج کروایا تھا۔ گنی تو رقم اتنی ہی تھی جتنا کرایہ تھا۔ ایک شادی کے موقع پر کسی عزیزہ کا سونے کا ہار گم ہو گیا تو آپؓ نے دعا کی۔ اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ بیٹھک میں نواڑ کے پلنگ میں سے ہار نکال لو۔ کسی نے وہاں چھپا دیا تھا۔

کراچی میں کچھ دن اپنی بیٹی کے ہاں قیام کیا پھر ایک دوکان خرید لی جس کے ساتھ ایک چھوٹا کمرہ بھی تھا۔ دن کو دوکان مطب بن جاتی اور رات کو گھر کے افراد اُس میں سو جاتے۔ کچھ ہی دنوں میں ایک لاعلاج مریض کو اللہ تعالیٰ نے آپؓ کے ذریعہ سے معجزانہ شفا عطا فرمائی تو اُس کے بیٹے نے آپؓ کو ایک مکان تحفۃً پیش کر دیا جس کے قریب ہی ایک دوکان کرایہ پر لے کر آپؓ نے مطب قائم کر لیا۔

ایک بار آپؓ کے گھر میں فاقہ تھا۔ بہت پریشانی میں دعا کر رہے تھے کہ ایک شخص آیا اور ۵۰۰ روپے دے کر کہا کہ فلاں دوائی بنا دیں، ایک ہفتہ بعد آ کر لے جاؤں گا۔ آپؓ نے کہا کہ ہم پہلے پیسے نہیں لیتے۔ اُس نے اصرار سے پیسے دیئے اور چلا گیا۔ اُس کے گھر سے نکلنے کے فوراً بعد آپؓ کے بیٹے نے اُسے ڈھونڈنے کی بہت کوشش کی اور اُس کا حلیہ بتا کر گلی میں کھڑے ہوئے افراد سے بھی دریافت کیا لیکن کسی نے بھی اُسے نہ دیکھا تھا۔ آپؓ نے بتایا کہ یہ فرشتہ تھا اور یہ غیبی امداد تھی۔

آپؓ کے بیٹے کے ہاں اولاد نہیں تھی۔ ڈاکٹر کہتے تھے کہ اپریشن کے بغیر اولاد نہیں ہو سکتی۔ آخر اُن کی اہلیہ کو اپریشن کے لئے ہسپتال میں داخل کروا دیا گیا۔ آپؓ کے بیٹے نے جب اپریشن سے کچھ دیر پہلے آپؓ کو دعا کے لئے عرض کیا تو آپؓ ناراض ہوئے کہ ہم دعا کر رہے ہیں، میرے مولا کو اگر اولاد دینی ہے تو اسی سے دے گا۔ چنانچہ وہ اپنی اہلیہ کو ہسپتال سے گھر لے آئے۔ اس واقعہ کے ایک سال بعد اُن کے ہاں لڑکی پیدا ہوئی تو آپؓ نے فرمایا کہ آئندہ لڑکا پیدا ہو گا۔ ایک سال بعد ہی لڑکا پیدا ہو گیا۔ یہ دونوں بچے صاحب اولاد ہیں۔

آپؓ کی وفات ہو گئی تو بھی آپؓ نے خواب کے ذریعہ اپنے بچوں کی بارہا راہنمائی کی اور بشارتیں دیں جو بعد میں حرف بحرف پوری ہوئیں۔ ایک بار آپؓ کی نواسی کا اپریشن ہوا اور ٹانکوں میں پیپ پڑ گئی تو اُس کی والدہ کو آپؓ نے خواب میں آ کر ایک نسخہ بتایا کہ پاؤ بھر تیل کو خوب گرم کرو پھر چولہا بند کر کے اس میں دو کھانے کے چمچ رتن جوت ڈال دو، پھر چھان کر بوتل میں رکھ لو۔ اس تیل سے پیپ ختم ہو گیا اور تجربہ نے بتایا کہ کیسا ہی زخم ہو وہ ٹھیک ہو جاتا ہے۔

آپؓ تہجد کے لئے کافی پہلے اٹھتے لیکن اپنے بچوں کو فجر سے کچھ دیر پہلے اٹھا دیتے کہ وہ بھی دو چار نفل پڑھ لیں۔ باجماعت فجر کی نماز پڑھاتے اور پھر قرآن کریم کی تلاوت کرتے اور بچوں سے حدیث اور ملفوظات کی کتب پڑھوا کر سنتے۔ دعوت الی اللہ کا بہت شوق تھا اور بہت سے سعید طبع لوگوں نے آپؓ کے ذریعہ احمدیت قبول کی۔ آپؓ کے والد نے بھی ۹۸ سال کی عمر میں قادیان جا کر بیعت کی سعادت حاصل کی۔

آپؓ موصی تھے اور بہشتی مقبرہ ربوہ میں قطعہ صحابہؓ میں مدفون ہیں۔

……۞……۞……۞……

خوبصورت یادیں

روزنامہ ’’الفضل‘‘ ربوہ ۹ و ۱۰/جنوری ۲۰۰۳ء میں محترمہ صاحبزادی قدسیہ بیگم صاحبہ اپنی خوبصورت یادوں کو بیان کرتے ہوئے لکھتی ہیں کہ پاکستان بننے کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے ہم سب سے کہا کہ جس کو جو کام آتا ہے، وہ کرے۔ اُس وقت جماعت کو پیسے کی بہت ضرورت تھی۔ مجھے سلائی آتی تھی اور مَیں نے اڑھائی روپے کے حساب سے کئی قمیصوں کی سلائی کی۔ حضرت اماں جانؓ نے بھی خاص طور پر مجھے قمیصیں سینے کے لئے دیں۔ جو رقم جمع ہوئی وہ چندہ میں دیدی۔

آپا عائشہ زمانی کے والد حکیم محمد زمان صاحب اکیلے احمدی ہوئے اور غیر احمدی رشتہ داروں کے تنگ کرنے پر ہجرت کر کے قادیان آگئے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ نے انہیں ابا حضور (حضرت نواب محمد علی خان صاحبؓ) کے پاس مالیر کوٹلہ بھجوا دیا۔ انفلوئنزا کی وبا پھیلی تو اُن کی وفات ہو گئی۔ وفات سے پہلے انہوں نے ابا حضور سے کہا کہ میرے بچوں (تین بیٹیوں اور ایک بیٹے) کو اپنے پاس ہی رکھ لیں تاکہ یہ احمدیت سے دُور نہ ہو جائیں۔ چنانچہ ابا حضور نے سب کی پرورش کی۔ اُن کی ایک بیٹی عائشہ زمانی بہت بزرگ خاتون تھیں۔

ایک یتیم لڑکا جس کو بابو کہتے تھے اور اس کی والدہ ہمارے ہاں پرانی ملازمہ تھی، جب کھانا لگتا تو ابا جان (حضرت نواب عبداللہ خان صاحبؓ) کرسی پر بیٹھنے سے پہلے ایک پلیٹ میں ہر چیز لگا کر پہلے اُس بچے کو دیتے اور پھر اپنے لئے کھانا ڈالتے تھے۔

ایک دفعہ لاہور میں قیام کے دوران مَیں بڑے ماموں جان (حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ) کے ہاں گئی جہاں ناشتہ لگا ہوا تھا اور شاید کسی نے ناشتہ سے انکار کیا تھا۔ ماموں جان نے فرمایا کہ ناشتہ ضرور کرنا چاہئے۔ مثال ہے کہ ’’یک لقمہ صباحی بہتر از مرغ و ماہی‘‘ کہ صبح کا ایک لقمہ سارے دن کی مرغ و مچھلی سے بہتر ہے۔

میرا بڑا بیٹا محمود (مودی) تین سال کا تھا جب اس کی کوئی بات لطیفہ بن گئی۔ بڑے ماموں جان کو سنائی گئی تو وہ بھی بہت ہنسے۔ انہوں نے مودی کو بلایا مگر مودی جاتا نہیں تھا۔ آپؓ کہنے لگے کہ میاں بشیر کے پاس بچے بہت دوڑ دوڑ کر جاتے ہیں، کیا بات ہے؟ بڑی امی (حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ) نے کہا کہ وہ اپنے پاس بچوں کے کھانے پینے کی چیزیں رکھتے ہیں۔ چنانچہ حضورؓ (جو اُن دنوں جابہ میں تھے) نے بھی سرگودھا آدمی بھجوایا اور بچوں کے لئے کھانے کی چیزیں منگوائیں۔

منجھلے ماموں جان (حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ) ہر وقت کچھ نہ کچھ بچوں کے لئے رکھتے تھے اور بچے کچھ زیادہ ہی دوڑ دوڑ کر جاتے تھے۔ اکثر قادیان سے کیلے آتے تھے۔ کیلا پاکستان میں اُن دنوں نایاب تھا۔ اس لئے گھر کے بچے بچیاں کیلے دیکھ کر فوراً پہنچ جاتے۔ کیلے اکثر پورے گچھوں میں ہوتے جو چھت پر لٹکا دیئے جاتے تھے اور آہستہ آہستہ پکتے تھے۔ ایک بچی کیلے دیکھ کر پہنچی اور کہا: ابا جان! السلام علیکم۔ ماموں جانؓ کہنے لگے: وعلیکم مگر کیلے ابھی کچے ہیں۔

بھائی جان (محترم صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب) نے مجھے بتایا تھا کہ ایک بار ماموں جان (حضرت مصلح موعودؓ) نے انہیں دس روپے دیئے کہ لاہور جا رہے ہو، واپسی پر اس کا پھل لیتے آنا۔ چنانچہ وہ واپسی پر بہت سا پھل لے کر آئے۔ چند دن بعد ماموں جان نے پوچھا کہ پھل کتنے کا آیا تھا۔ بھائی مبارک نے بتایا کہ نو روپے چودہ آنے کا آیا تھا۔ ماموں جان نے کہا کہ تم نے دو آنے کیوں واپس نہیں کئے؟۔ دو آنے کی کوئی حیثیت نہیں تھی لیکن سمجھایا کہ لین دین الگ چیز ہے اور حساب ہمیشہ صاف رکھنا چاہئے۔ امی بھی کہا کرتی تھیں کہ تحفہ الگ چیز ہے لیکن جب کسی سے کوئی چیز منگواؤ تو اس کے پیسے ضرور دو خواہ لانے والا یہ کہے کہ یہ میری طرف سے تحفہ ہے۔

……۞……۞……۞……

داعی الی اللہ باپ اور بیٹا

روزنامہ ’’الفضل‘‘ ربوہ ۱۷/جنوری ۲۰۰۳ء میں مکرم مرزا عبداللطیف صاحب دو داعیان الی اللہ کا ذکر خیر کرتے ہیں۔ مکرم مرزا بشیر احمد صاحب آف لنگروال ضلع گورداسپور ۱۹۰۹ء میں پیدا ہوئے۔ تقسیم ہند سے قبل ہی روحانی نشانات دیکھ کر قبول احمدیت کی توفیق پائی اور پھر دعوت الی اللہ میں سرگرم عمل ہو گئے۔ بے شمار سعید روحوں نے آپ کے ذریعہ قبول احمدیت کی توفیق پائی۔ روزانہ دفتری اوقات کے بعد آپ دیہات میں تبلیغ کے لئے نکل جاتے۔ کئی بار آپ کو زدوکوب کیا گیا۔ ایک بار تپتی دھوپ میں رسیوں سے باندھ کر ویرانے میں پھینک دیا تاکہ بھوک پیاس سے ہلاک ہو جائیں لیکن اللہ تعالیٰ نے فوراً ہی بادل بھیج دیئے جنہوں نے خوب بارش برسائی اور پھر ایک مسافر بھی اُدھر سے گزرا جس نے آپ کے کراہنے کی آواز سن کر آپ کو آزاد کیا۔ آپ کی پہلی شادی حضرت مرزا برکت علی صاحبؓ کی بیٹی سے ہوئی جن سے ایک بیٹا مرزا لطیف احمد صاحب پیدا ہوئے۔ پھر آپ کی اہلیہ کی وفات ہو گئی۔ دوسری شادی سے گیارہ بچے پیدا ہوئے جو مختلف ممالک میں آباد ہیں۔ آپ نے ۲۳/دسمبر ۱۹۸۸ء کو وفات پائی اور بہشتی مقبرہ ربوہ میں دفن ہوئے۔

مکرم مرزا لطیف احمد صاحب ۱۹۳۰ء میں لنگروال میں پیدا ہوئے اور جوانی میں اپنے والد کا دعوت الی اللہ کا جوش دیکھا جس کا اثر قبول کیا۔ والد کی قبولیت دعا کے نظاروں نے احمدیت کی محبت کوٹ کُوٹ کر بھر دی۔ اپنی ملازمت کے سلسلہ میں کئی مقامات پر رہائش پذیر ہوئے اور ہر جگہ توکل علی اللہ اور دعوت الی اللہ کے ماٹو اپنے پیش نظر رکھے۔ اگر کبھی کوئی اُن کے سامنے کسی کی برائی کرتا تو اُسے نرمی سے روک دیتے اور بتاتے کہ مَیں نے عہد کیا ہوا ہے کہ نہ کسی کی برائی کروں گا اور نہ سنوں گا۔ غریبوں کی خدمت کے لئے کمربستہ رہتے تھے اور کئی بار اپنی ملازمت کو داؤ پر لگا دیا۔ ۲۵/جنوری ۲۰۰۲ء کو ملتان میں وفات پائی۔

Al Fazl International Weekly, London

16 GRESSENHALL ROAD, LONDON SW18 5QL (U.K.)

ISSN: 1352 9587
Tel: (020) 8544 7603
Fax: (020) 8544 7611
Email:alfazlint@hotmail.com

Vol. 10 | Friday, July 25 & August 1, 2003 | Issue No. 30 & 31

یہ عہد کریں کہ اے جانے والے ہم تیری محبت کے صرف کھوکھلے دعوے کرنے والے نہیں بلکہ تیری خواہش کو ضرور پورا کریں گے اور ہر گھر میں نمازی پیدا کریں گے۔ اور آنے والے سے یہ عہد کریں کہ ہم اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو دنیا میں قائم کریں گے اور خود بھی اور آئندہ نسلوں کو بھی خدا تعالیٰ کی عبادت کرنے والے بنائیں گے۔ انشاء اللہ

جماعت میں نمازوں کے قیام سے متعلق حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی خواہش اور آپؒ کے عملی نمونہ کی روشنی میں احباب جماعت کو اس طرف خصوصی توجہ دینے کی تاکید۔

(مجلس خدام الاحمدیہ برطانیہ کے سالانہ اجتماع کے موقع پر سیدنا حضرت مرزا مسرور احمد، خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا خطاب)

(رپورٹ: ابولبیب)

(اسلام آباد، ٹلفورڈ۔ ۲۹رجون ۲۰۰۳ء): آج سہ پہر اسلام آباد میں مجلس خدام الاحمدیہ برطانیہ کے خلافت خامسہ کے عہد میں ہونے والے پہلے سالانہ اجتماع میں حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے شمولیت فرما کر مختلف مقابلہ جات میں اوّل آنے والے خدام و اطفال میں انعامات تقسیم فرمائے اور اختتامی خطاب سے نوازا۔

سیدنا حضرت مرزا مسرور احمد، خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ کے کرسیٔ صدارت پر تشریف فرما ہونے پر تلاوت قرآن کریم سے کارروائی کا آغاز ہوا۔ اس کے بعد حضور نے خدام کا عہد دہرایا۔ نظم کے بعد صدر مجلس خدام الاحمدیہ برطانیہ مکرم مرزا فخر احمد صاحب نے خدام الاحمدیہ برطانیہ کے ۳۱ویں سالانہ اجتماع پر حضور انور کو خوش آمدید کہتے ہوئے حضور انور کی تشریف آوری پر دلی شکریہ ادا کیا اور اجتماع کی مختصر رپورٹ پیش کی۔ بعدازاں حضور انور ایدہ اللہ نے مختلف علمی و ورزشی مقابلہ جات میں اول آنے والے خدام واطفال میں انعامات تقسیم فرمائے اور قریباً 3-55 پر حاضرین سے خطاب فرمایا۔

تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور انور ایدہ اللہ نے سورۃ العنکبوت کی آیت نمبر ۴۶ ﴿وَاتْلُ مَا اُوْحِیَ اِلَیْکَ مِنَ الْکِتٰبِ وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ ...... الخ﴾ کی تلاوت کی۔ حضور نے فرمایا کہ آج چونکہ جرمنی کا خدام الاحمدیہ کا اجتماع بھی آپ کے ساتھ ہی اختتام کو پہنچ رہا ہے اس لئے آج کے میرے پیغام میں جرمنی والے بھی شامل ہیں۔

حضور نے فرمایا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کی وفات پر مختلف جماعتوں اور ذیلی تنظیموں، انصار، خدام، لجنہ وغیرہ نے تعزیتی ریزولیوشنز میں اس بات کا اظہار کیا کہ اے جانے والے ہم تیرے کاموں کو زندہ رکھیں گے اور تیرے کاموں کو مکمل کریں گے۔ یہ وہ عہد ہے جو کم وبیش ہر جماعت سے مل رہا ہے۔ اس میں آپ بھی شامل ہیں، جرمنی کے خدام بھی شامل ہیں، دنیا میں ہر جگہ سے جماعتوں کی طرف سے یہی وعدے کئے جا رہے ہیں کہ ہم تیری ہر خواہش کو پورا کریں گے۔

حضور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ اس بارہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی صرف ایک خواہش کا یہاں ذکر کروں گا جو اسلام کا ایک بنیادی رکن بھی ہے۔ یعنی نماز کے قیام کی کوشش۔ حضور نے فرمایا کہ نماز کے قیام کا مطلب یہ ہے کہ وقت پر نماز ادا کرنا اور باجماعت ادا کرنا۔ اور اس بارہ میں حضور رحمہ اللہ نے اپنا نمونہ اس معیار کا دیا ہے کہ جو یہاں رہنے والے ہیں انہوں نے نوٹ کیا ہوگا کہ سوائے آخری شدید بیماری کے، عام بیماری کی کبھی پرواہ نہیں کی اور نماز کے لئے مسجد تشریف لاتے رہے۔ حالانکہ بیماری کی حالت میں گھر میں نماز پڑھنے کی اجازت بھی ہے۔ پھر اتنی سختی اپنے اوپر کیوں کی؟ اس لئے اور صرف اس لئے کہ جماعت کو احساس پیدا ہو کہ نماز باجماعت کی کتنی اہمیت ہے۔ اس زمانہ میں، اس دور میں جب دنیا Materialist ہو چکی ہے، اللہ تعالیٰ کی وقت پر عبادت کرنے کی کتنی اہمیت ہے اور کتنا ضروری ہے۔

حضور ایدہ اللہ نے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے حوالہ سے فرمایا کہ جماعت میں نماز پڑھنے والوں کا جو معیار آپؒ دیکھنا چاہتے تھے اس کا آپ کو احساس تھا کہ اس تک ہم نہیں پہنچ پا رہے اور اس معیار کو بہت اونچا لے جانے کی ضرورت ہے۔

حضور رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب بھی جماعت کو نیکی کی طرف بلایا جاتا ہے جس طرح اخلاص کے ساتھ جماعت اس آواز پر لبیک کہتی ہے اس سے میرا دل حمد سے بھر جاتا ہے۔ لیکن یہ اخلاص اپنی ذات میں محفوظ نہیں اگر اس اخلاص کو نماز کے اور عبادت کے برتنوں میں محفوظ نہ کیا جائے۔ یہ عبادت ذکرِ الٰہی کی صورت میں ہمہ وقت جاری رہ سکتی ہے۔ لیکن وہ نماز جو قرآن کریم نے ہمیں سکھائی اور سنت نے جسے ہمارے سامنے تفصیل سے پیش کیا، یہ کم سے کم ذکر الٰہی ہے جس کے بغیر انسان زندہ نہیں رہ سکتا۔

حضور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ یہ تھا خلیفۂ رابعؒ کا پیغام اور آپ کی توقعات۔ حضور نے فرمایا کہ آپ میں سے ہر ایک خود اندازہ لگا سکتا ہے کہ کس حد تک وہ اس بات کو پورا کر رہے ہیں کہ ہم حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے ہر حکم اور ہر خواہش کو پورا کریں گے اور پورا کرنے کی کوشش کریں گے۔

حضور نے فرمایا کہ نماز تو اسلام کا ایک بنیادی رکن ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نماز پڑھنے اور پانچ وقت باجماعت پڑھنے کے لئے کہا ہے۔ جہاں اکیلے احمدی ہیں کوئی اور ساتھ نماز پڑھنے والا نہیں وہ ایسی صورت میں اپنی نماز پڑھ لیں لیکن یہ نہ ہو کہ ظہر اور عصر کی نمازیں جمع ہو رہی ہوں اور مغرب وعشاء کی نمازیں جمع ہو رہی ہوں۔

حضور ایدہ اللہ نے اپنے خطاب کے آغاز میں تلاوت کی گئی آیت کریمہ کے حوالہ سے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام، حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ اور حضرت مصلح موعودؓ کی تفسیر اور ارشادات کے حوالہ سے تفصیل سے سمجھایا کہ نماز گناہوں سے بچنے کا ایک آلہ ہے۔ نمازیں پڑھنا صرف ٹکریں مارنا نہیں۔ سو اس کو سنوار کر ادا کرو تا کہ تم اللہ تعالیٰ کی نعمت کے وارث بنو۔

حضور انور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ آپ جو خدام الاحمدیہ کی عمر کے ہیں، یہ عمر کی ایسی Range ہے ۱۵ سے ۴۰ سال کی جس میں باپ بھی ہیں، بھائی بھی ہیں اور بیٹے بھی۔ بحیثیت باپ ذمہ داری ہے کہ اپنے عمل سے بچوں کے لئے نمونہ بنیں کہ تمہاری فلاح اور ترقی خدا کے ساتھ تعلق میں ہے۔ اور اس کا بہترین ذریعہ وقت پر نمازوں کی ادائیگی اور باجماعت نمازوں کی ادائیگی ہے۔ حضور نے فرمایا کہ اگر آپ میں سے ہر ایک نیکی کو قائم کرنے والا اور برائی کو ردّ کرنے والا بن جائے اور نمازوں کو قائم کرنے والا بن جائے تو سمجھ لیں کہ آپ کامیاب ہو گئے۔

حضور نے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے ایک اور ارشاد کے حوالہ سے فرمایا کہ وہ لوگ جو آج نمازی ہیں جب تک ان کی اولادیں نمازی نہ بن جائیں اس وقت تک احمدیت کے مستقبل کے متعلق خوش آئند امنگیں رکھنے کا ہمیں کوئی حق نہیں پہنچتا۔

اپنے گھروں میں، اپنی آئندہ نسلوں کی نمازوں کی حالت پر غور کریں اور یہ بھی معلوم کریں کہ جو کچھ نماز میں پڑھتے ہیں اس کا مطلب بھی ان کو آتا ہے یا نہیں۔ اور وہ نماز کو غور سے، سنوار کے پڑھتے ہیں یا نہیں۔

حضور انور نے فرمایا کہ آئیں آج ہم یہ عہد کریں اور یہ عہد کر کے یہاں سے اٹھیں کہ اے جانے والے ہم تیری محبت کے صرف کھوکھلے دعوے کرنے والے نہیں بلکہ تیری اس خواہش کو ضرور پورا کریں گے اور ہر گھر میں نمازی پیدا کریں گے اور انشاء اللہ تعالیٰ تیری خواہش کے مطابق ہر گھر نمازیوں سے بھر جائے گا۔ انشاء اللہ۔ اور آنے والے سے بھی آپ اپنی محبت اور وفا کا اظہار کرتے ہیں ریزولیوشنز میں اور تسلیاں دیتے ہیں۔ تو سب سے بڑی تسلّی تو یہ ہے کہ آپ یہ کہیں کہ ہم عہد کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو دنیا میں قائم کریں گے اور خود بھی اور آئندہ آنے والی نسلوں کو بھی خدا تعالیٰ کی عبادت کرنے والے بنائیں گے، انشاء اللہ۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔

خطاب کے آخر پر حضور نے خدام کو دعا دیتے ہوئے فرمایا کہ اب اجتماع کے بعد آپ سب واپس تشریف لے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو خیریت سے واپس لے کر جائے اور آپ کا حامی وناصر ہو۔ حضور نے فرمایا کہ نوجوانوں میں عموماً جلد بازی یا شوق میں تیز ڈرائیونگ کی بڑی عادت ہوتی ہے۔ اس سے احتیاط کریں اور Speed Limit کے اندر رہیں۔ اگر تھکے ہوئے ہیں، نیند آ رہی ہے تو رک کر اپنی نیند پوری کر لیں کیونکہ ذرا سی غلطی کی وجہ سے ایکسیڈنٹ ہو جاتے ہیں جو پھر ہم سب کی تکلیف کا باعث بنتے ہیں۔ اس لئے بہت احتیاط کریں۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کو اپنی حفاظت میں رکھے۔

خطاب کے بعد حضور انور نے ہاتھ اٹھا کر خاموش دعا کروائی۔

معاند احمدیت، شریر اور فتنہ پرور مفسد ملاؤں کو پیش نظر رکھتے ہوئے خصوصیت سے حسب ذیل دعا بکثرت پڑھیں

اَللّٰھُمَّ مَزِّقْھُمْ کُلَّ مُمَزَّقٍ وَ سَحِّقْھُمْ تَسْحِیْقاً

اے اللہ انہیں پارہ پارہ کر دے، انہیں پیس کر رکھ دے اور ان کی خاک اڑا دے۔